ان اللہ لطیف خبیر

علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی

سالنامہ

اللطیف

ویلور

دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

۹۲

إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ

اللطیف

زیرِ ظلِ ہدایت حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرِ اعلیٰ

فضیلت مآب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مدیرِ مسئول

افضل العلماء مولوی ابو المکارم سید مصطفےٰ حسین صاحب بخاری قادری کڈپوی فاضل دار العلوم لطیفیہ
جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیرانِ معاون

جناب افضل العلماء مولوی پی محمد ابو بکر صاحب قمری ملیباری لطیفی استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

جناب مولوی نعیم اختر صاحب اشرفی مبارکپوری مدرس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

نمائندگانِ طلباء

مولوی حافظ محمد بشیر الحق صاحب قریشی ادھونی
سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف

مولوی حافظ سید محمد یوسف بغدادی کڈپوی
(جنرل مانیٹر)

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ
مطابق
۱۸ اگست 1975
بروز دوشنبہ،

مطبوعہ یلکٹرک قومی پریس لشکر بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف

مطبوعہ قومی پریس بنگلور

غزل

از: قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
شیخ المشائخ اعلیحضرت رکن الدین
سید شاہ ابوالحسن قربی
قادری قدس سرہ العزیز

خم وحدت سوں پی مدام شراب
اس کے نشہ میں بوج جگ کو سراب

جب ہے تاخیر میں بہوت آفات
جرعہ نوشی میں نہ کر تو شتاب

مے کے پینے سے مت کرو پرہیز
اِتَّقُوا اللّٰہَ یا اُولِی الْاَلْبَاب

بحر وحدت کے خلق ہیں امواج
عین امواج کیا ہے تو بوج آب

ہے حقیقت کی رہ میں ذکر اللہ
جو کہ کرتا ہے نالہ تارِ رباب

لاعمل میں جو عاشقاں بولے
طرق العشق کلّہا آداب

بولنے کوں ترانۂ توحید
تن ہی طنبور ہے زباں مضراب

کر سب اسباب عشق آمادہ
کر توں تاراج زہد کے اسباب

حال کا نفع ہات میں لانے
بوج قال صحیح اصل نصاب

علم ظاہر ہے پوست کے مانند
علم باللہ جان لبِّ لباب

نہ کی قربی نماز کرنے کوں
او پری یار دل کا ہے محراب

عطیہ: از حضرت مولانا ابوصالح عماد اللہ سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری المعروف میراں پاشاہ صاحب

رباعی

از ادارہ

سبحان ربی الاعلیٰ

زنجیرِ درِ عرش ہلاتا ہوں میں
اللہ غنی! کسے بلاتا ہوں میں
سجدہ کے بہانے دل کی بیتابی سے
قدموں پہ کسی کے لوٹ جاتا ہوں میں

از امجد حضرت حیدرآبادی

آغازِ سخن

ادارہ

اللہ والوں کی ہمیشہ سے یہ شان رہی ہے کہ وہ ظاہری اسباب و وسائل سے قطع نظر اس کی ذات پر کامل اعتماد کے ساتھ اپنا کام شروع کرتے ہیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اس راہ میں پیش آنے والے حوادثات کی آندھیاں اور طوفان ان کے بلند عزائم اور مضبوط ارادوں کو ختم کرنا تو درکنار ان کے پائے استقامت کو بھی متزلزل نہیں کرسکتے۔ وہ کیف و مستی کے عالم میں پروانہ وار مستانہ شعار ہر آفت و مصیبت کا سامنا کرتے ہوئے کشاں کشاں رواں دواں رہتے ہیں، ان کی نظر اللہ پر، صرف اللہ پر ہوتی ہے۔ دنیا اور دنیا کی کوئی بھی شئے ان کے نزدیک پرِ کاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ مختصر سی مدت میں ان کے ہاتھوں سے لگائے ہوئے پودے خوشنما و دلکش گلستانوں اور ان کی ٹھوکروں سے نکلے ہوئے چشمے میٹھے اور حیات بخش دریاؤں کا روپ دھار لیتے ہیں، جن سے ایک عالم ہر زمانہ و ہر دور میں فیضیاب ہوتا رہتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جس وقت جنوب میں خصوصاً علاقہ کرناٹک میں غلط عناصر اور فاسد عقائد اپنی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ سینہ کار تھے، تبلیغ و ارشاد اور درس و تدریس کے اعتبار سے یہاں کی زمین بڑی ہی ناہموار اور سنگلاخ تھی حضرات **اقطاب ویلور** قدس اسرارہم نے اولوالعزمی اور اعلیٰ ہمتی سے شرک و بدعات کا قلع قمع کرتے ہوئے جنوب کو نہ صرف دینی، علمی ادبی اور عرفانی دولت سے مالا مال کیا، بلکہ اپنی بیش بہا اصلاحی خدمات سے اس کو مرکزِ علم بنا دیا۔ انہیں کے مقدس ہاتھوں سے بنایا ہوا علمی گلشن **دارالعلوم لطیفیہ** تقریباً تین صدیوں سے زمانہ کے نشیب و فراز سے گذرتے ہوئے برابر ارتقاء کی منزلیں طے کرتا آرہا ہے۔ اس نازک اور ہوش رُبا دور میں بھی بلا کسی تائید و تعاون کے اس کی روز افزوں ترقی کسی کرشمہ سے کم نہیں۔ یہیں سے جب ہم ماضی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت پوری وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ اس عظیم خانوادہ کی برگزیدہ شخصیتوں نے کسی بھی دور میں بادشاہوں یا نوابوں سے کوئی جاگیر یا انعام کو قبول نہیں کیا تھا جس سے شاہانِ وقت بھی انگشت بدنداں تھے۔

یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ زبدۃ العارفین اعلیحضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری **ذوقی** قدس سرہٗ کی خدمت میں نواب والا جاہ نے ایک قیمتی جاگیر کا پروانہ پیش کیا، رات کا وقت تھا، سامنے شمع جل رہی تھی آپ نے پروانہ کو اس کی نذر کردیا۔ نواب صاحب یہ دیکھ کر پریشان ہوگئے، عرض کیا کہ یہ چیز تو آپ کی اولاد کے لئے پیش کی گئی تھی جس کو آپ نے جلادیا ہے۔ حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ "یہ پروانہ تو شمع کا عاشق ہوتا

ہے، اس لئے میں نے اسے معشوق کے حوالہ کردیا۔ رہا میری، اولاد کا معاملہ، اس کے لئے اللہ کافی ہے، جو مسبّب الاسباب اور کارساز عالم ہے، مجھے یا میری اولاد کے لئے کسی جاگیر کی ضرورت نہیں، یہ سننے کے بعد نواب صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

اسی طرح آپکے فرزند قدوۃ السالکین اعلیحضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محویؔ قدس سرہ العزیز کی جناب میں سلطنت خداداد کے حکمران ٹیپو سلطانؒ علیہ الرحمہ نے چودہ ہزار روپے اور تحفے تحائف روانہ کرکے میسور آنے کی درخواست کی، جس کو آپ نے قبول نہ کرتے ہوئے قاصد سے کہہ دیا کہ سلطنت کو چھ ماہ بعد زوال آنے والا ہے، اس لئے فقیر آنے سے مجبور ہے کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میرے آنے کی وجہ سے سلطنت کو زوال آیا۔ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق چھے ماہ بعد ٹیپو سلطان انگریزی فوجوں سے دادِ شجاعت لیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

نیز زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ حضرت **قطب ویلور** قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں ملکۂ برطانیہ وکٹوریہ نے ماہانہ ایک سو روپیہ کی پیشکش کی تھی جسکو آپ نے شکریہ کے ساتھ مسترد کردیا۔

ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے ان بزرگوں کے کامل توکل اور استغنا کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے پاکیزہ اوصاف اور بلند صفات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ غرض بزرگان حضرت مکان نے ہر دور میں سلاطین وقت اور امرائے زمانہ سے اپنی بے تعلقی اور استغنا کا اظہار کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ ان کی نظر درختِ صحرا کی طرح باغباں سے بے نیاز صرف ابرِ کرم پر رہا کرتی ہے۔

چنانچہ صدر کلام میں دارالعلوم کا ذکر آگیا ہے، اس لئے ہم اس نشست میں یہ بات واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ملک کی یہ عظیم و قدیم دینی درسگاہ **امّ المدارس دارالعلوم لطیفیہ** ۱۱۳۸ھ میں دارالعلوم دیوبند، علیگڈھ تحریک اور ندوۃ العلماء سے تقریباً ڈیڑھ دو صدی پیشتر ہی اپنی ابتدائی صورت میں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوکر علمی اور اصلاحی سرگرمیاں شروع کردی تھی، آج بھی آگے وہ سلسلہ اپنی خاص روایات کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ جنوب و شمال کے اساتذہ کرام منصبِ تعلیم و تربیت پر فائز ہیں اور مختلف علاقوں سے آئے ہوئے نونہالانِ ملت حصولِ علم میں مشغول ہیں۔ اس طرح اس سرچشمۂ فیض سے ملک کے مختلف علاقے سیراب ہونے جارہے ہیں ؎

کہاں نہیں ہے رواں تیرے فیض کا دریا
کہ تو ہے غیرتِ گنگ و جمن لطیفیہ

سالنامہ اللطیف کا یہ پندرھواں شمارہ اپنی قدیم روایات کے مطابق اسی سج دھج اور آب و تاب کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے حسن و زیبائی کے لئے ہم نے بقدر بھر کوشش کی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔



دار العلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش :- سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم



آغاز سال رواں

اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و احسان ہے کہ جنوبی ہند کی ممتاز دینی درسگاہ ام المدارس دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے تشنگان علوم کو ہر دور میں علوم ظاہری و باطنی سے روشناس کرتا آرہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس مادر علمی کا تعلیمی سال نو کا آغاز مورخہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء بروز جمعہ ہوا۔

بحمد اللہ حسب سابق امسال بھی ہندوستان کے بیشتر علاقوں سے تشنگان علوم و فنون آئے انکو اس سرچشمہ سے سیرابی کی اجازت دی گئی۔ موجودہ ناسازگار اور ہمت شکن ماحول میں بھی تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپکے برادران عزیز حضرت مولانا ابو الصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی و حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ اپنی سعی بلیغ سے ان طلباء کے ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی امور میں صحیح رہنمائی فرماتے رہے۔

دورۂ حدیث

جنوب کے اس عظیم و قدیم دینی درسگاہ کا سب سے بڑا کارنامہ دورۂ حدیث کا باقی رکھنا ہے۔ حضرات اقطاب ویلور قدس سرہم العزیز نے جو علم حدیث کی نشر و اشاعت اور اسکو فروغ دینے میں کوشاں ہے جس کی آبیاری یہ حضرات کرتے آرہے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ مورخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۷۴ء بروز شنبہ صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز خانقاہ عالیہ قطبیہ میں تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے ہوا۔
نیز مورخہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۵ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۷۵ء بروز دوشنبہ فضیلت مآب اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں پر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

ان اجلاس میں طلبہ دار العلوم کو فن خطابت اور اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا سلیقہ و طریقہ بتایا جاتا ہے۔ ان مشقی اجلاس کا افتتاح حسب سابق امسال بھی پوری آب و تاب کے ساتھ انجام پایا جس میں شاعر ملت پروفیسر جناب مولانا الحاج سید محمد جلالی صاحب لکڈپوی ایم اے مدظلہ العالی کو مدعو کیا گیا۔ موصوف نے اپنے مخصوص و پُراثر انداز میں فنِ خطابت اور اس کے گُروں پر روشنی ڈالی۔ آپ نے بتایا کہ طلبۃ العلوم کو چاہئیے کہ جب بھی تقریر کے لئے کھڑے ہو جائیں تو سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو خاطر میں نہ لائیں۔ نیز موصوف نے ایک نظم انسانی زندگی کی معیار اور جینے مرنے کے طرز و طریقہ کو ایک عبرت آمیز انداز میں پیش فرمایا۔ جس سے طلباء اور حاضرین مجلس بے حد محظوظ ہوئے انشاءاللہ آپ اس نظم کو اسی رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

بعدازاں حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری بی اے ناظم دار العلوم لطیفیہ نے اپنے مخصوص انداز میں معزز مہمان کے ادبی و علمی اور قومی خدمات سے اہل محفل کو روشناس کراتے ہوئے اپنے خاص فصیح و بلیغ مفکرانہ انداز میں طلبہ سے خطاب فرمایا اور خطابت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح خطابت میں ماحول کا لحاظ ضروری ہے اسی طرح سامعین کے دل کو نادر واقعات اور لطائف سے محظوظ کرانا ضروری ہے ورنہ اس کی تقریر محض ایک شجر بے ثمر و بے برگ بن کر رہ جاتی ہے آخر میں آپ نے تمام اہل مجلس کا شکریہ ادا فرمایا۔

اس سال بھی انجمن کے کم و بیش پینتالیس ۴۵ اجلاس ہوئے۔ جن میں قابل ذکر و اہم جلسے سیرۃ امام حسین علیہ السلام و جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جلسہ گیارھویں شریف ہیں۔

دار التصنیف والاشاعت

دار التصنیف کے معرض وجود میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ اقطابان مکان حضرت قطب ویلور کے وہ تمام انمول جواہر پارے جو خاص کر فارسی و عربی زبان میں ان کو مع تراجم و دیگر نایاب و نادر قابل تشریح مضامین کی شرح و بسط کے ساتھ منظر عام پر لائی جائیں تاکہ افادۂ عوام ہو۔ چنانچہ دنیائے تصوف کا عظیم شاہکار، زبدۃ العارفین الحاج الحافظ اعلیحضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی تالیف انیف **جواھر السلوک** کا پہلا حصہ مع ترجمہ کے شائع ہو چکا ہے اور انشاء اللہ منظر عام پر آرہا ہے۔

صحت اسباب

تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اس نکتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے دار العلوم میں طلبا کے حقوق بدنی کا خاص خیال کیا جاتا ہے اور اس کے لوازمات والی بال، بیٹ منٹن، ٹینی کائٹ، کبڈی جیسے انٹرنیشنل گیمس کا انتظام کیا گیا ہے جس سے طلباء اپنی دن بھر کی تھکان کو مٹا لیتے ہیں۔

نوید مسرت

مُربیانِ دار العلوم کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ طلباء دینی ترقی کے ساتھ اپنی دنیوی ترقی میں بھی نمایاں جگہ حاصل کریں۔ بریں بنا امسال بھی طلباء مدراس یونیورسٹی کے امتحانات میں حصہ لیکر ممتاز و نمایاں

نمبرات سے کامیابی حاصل کئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

امتحانات ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ م ۸ ر ماہ فروری ۱۹۷۵ء بروز شنبہ سہ ماہی اور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۷۵ء میں ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوئے اور ۲۸ رجب المرجب مطابق ۷ اگست ۱۹۷۵ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ سالانہ امتحانات کے اکثر پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابات کے کاپیاں بھی تصحیح کے لئے انہیں علمائے کرام کے پاس بھیج دی گئیں۔

عباپوشی اور اعطائے اسناد دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا جس کی صدارت سرپرست دارالعلوم فضیلت انتساب اعلیحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی اور خود اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبائیں اور اسناد عطا فرمایا نیز اس اجلاس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام اور حکمائے عظام اور معتقد علم دوست و علم پرور حضرات کثیر تعداد میں مدعو تھے، اور وہ علمائے کرام کی تقاریر سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔

تقسیم انعامات اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوی، جس میں درسیات مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے، نیز ان قدیم طلبأ و اسٹاف ممبران جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لیکر آخری دنوں کو رنگین بنایا تھا ان تمام کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے جو ہمارے طلباء کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے نیز ان مدیران اخبار کا بھی مشکور رہے جو دارالعلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔

بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک ایلکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے مشکور ہے کہ آپ نے ہماری ہر چیز کی اشاعت پر پوری تندہی سے کام لیتے ہوئے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران فرمائے

آمین !!

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقل و دانش اور علم و حکمت کے شاہکار

از عالیجناب حضرت
مولٰنا ابوالحسن صدر الدین شاہ سید محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور - قدس سرہ العزیز -

ولایت پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری،
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطۂ ایماں کی تفسیریں

اللہ جل شانہٗ کی شان کریمی کا فیض ہے کہ علماءِ حق کی نرالی شان ہے - یہ شرف علماء امت کو ہی حاصل ہے - علماء امت نے حصول علم کی خاطر جس قدر جد و جہد کی سینکڑوں میل پیادہ پا سفر طے کئے اور استقلالِ طبیعت کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر انہوں نے اسلامی علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کی - یہ ان کا بڑا کمال تھا کہ انہوں نے ان علوم و فنون میں کمال پیدا کیا اور دنیا کے امام کہلائے گئے -

امام ربیعۃ الرائے اپنے والد کی تربیت سے

محروم اور ماں کی گود میں پرورش پاتے ہوئے علم کے مدارج طے کرتے گئے - آپ حضرت امام مالکؒ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے استاذ تھے - یہ واقعہ بہت دلچسپ اور مشہور ہے کہ امام ربیعۃ الرائے کے والد فروخ، بنی امیہ کے دورِ حکومت میں فوج میں ملازم تھے - جس وقت امام ممدوح اپنی والدہ کے بطن میں تھے اس وقت خراسان کو خلیفۂ دمشق کی جانب سے ایک لشکر روانہ کیا گیا فروخ کی خدمات اس لشکر کے سپرد کی گئیں - وہ دور اسلامی فتوحات کا دور تھا - اسلامی فرماں روائے وقت کی یہی خواہش تھی کہ بر و بحر کا زیادہ تر حصہ اسلامی پرچم کے نیچے لایا جائے - فروخ کو اس خراسانی مہم میں ستائیس ۲۷ برس گذر گئے - جس بچہ کو وہ ان کی والدہ کے بطن میں چھوڑ گئے تھے، وہ بچہ اب بڑا ہو کر ایک جید عالم اور وقت کا امام بن چکا تھا - ان فتوحات کے بعد خوش و خرم فروخ اپنے وطن مدینۂ منورہ تشریف لائے، اور گھوڑے پر سوار نیزے کی انی سے انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھٹکھٹانے پر ربیعۃ الرائے نے دروازہ کھولا اور پھر باہر چلے آئے - جوں ہی دروازہ کھلا فروخ بے تکلفی سے اندر جانے لگے - یہ دیکھ کر امام ربیعۃ الرائے کو وحشت ہونے لگی اور انہوں نے للکار کر کہا کہ اے بڑے میاں! تم میرے مکان میں کیسے گھسے جا رہے ہو؟ فتوحات کا تازہ خون اُن کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، لہٰذا فروخ نے طیش میں آ کر کہا "اے خدا کے دشمن، میرے حرم سرا میں تیرا کیا کام"؟ اس جھگڑے کے دوران آس پاس کے لوگ جمع ہونے لگے - امام مالک بھی اپنے استاذ کا معاملہ سمجھ کر آئے اور پھر انہوں نے مصلحانہ انداز میں کہا کہ اے بڑے میاں آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو دوسرا مکان بھی موجود ہے - آپ کے اس مصلحانہ انداز سے متاثر ہو کر فروخ نے بتایا کہ اے بھائی، میرا نام فروخ ہے -

اور یہ میرا مکان ہے۔ فروخ کا نام سن کر ربیعۃ الرائے کی والدہ نے پہچان لیا۔ اور فوراً ہی کہنے لگیں "یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں"۔ یہ سنتے ہی باپ اور بیٹے گلے ملے اور مل کر خوب روئے۔ بعدازاں اندر داخل ہوئے۔ فروخ جب اپنی بیوی سے باتیں کر رہے تھے تو اس اثنا میں ربیعۃ الرائے مسجد نبوی تشریف لے گئے۔ اور مسندِ درس پر متمکن ہوگئے۔ دوران گفتگو میں فروخ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ چلتے وقت ان تیس ہزار اشرفیوں کو میں نے جو چھوڑ گیا تھا، وہ کیا ہوئیں؟۔ بیوی زیرک نے بتایا کہ گھبرائیے نہیں محفوظ رکھی ہیں۔

نماز کے لئے فروخ جب مسجدِ نبوی گئے تو دیکھا کہ کوئی شیخ وہاں مسند درس و تدریس پر جلوہ افروز ہیں، تلامذہ کا وہ ہجوم تھا کہ استاذ کو گھیرے ہوئے تھے۔ عجیب شان و شوکت کا مظاہرہ تھا۔ فروخ تھوڑی دیر اس دیدہ زیب و پُر رعب منظر کو دیکھتے رہے اور پھر انہوں نے حاضرین سے دریافت کیا کہ یہ شیخ کون ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ امام ربیعۃ الرائے ابن عبدالرحمٰن ہیں۔ یہ سن کر فروخ کے مسرت کی انتہا نہ رہی اور خوشی میں جھومتے ہوئے مکان تشریف لائے۔

فروخ نے یہ سارا ماجرا اپنی بیوی سے سُنایا۔ یہ سُن کر بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کیا زیادہ پسند ہے؟ بیٹے کی یہ شان یا وہ تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے کہا واللہ! بیٹے کی یہ شان کو میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تو پھر بیوی نے بتایا کہ ان تیس ہزار اشرفیوں کو میں نے ربیعۃ الرائے کی تعلیم پر صرف کر دی ہے۔ فروخ نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ تم نے یہ رقم ضائع نہیں کی۔

یہ امر قابلِ غور ہے کہ ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم اور ماں کی پرورش میں اور اس کے سپرد تیس ہزار اشرفیاں تھیں۔ اس زمانے کے بی بیوں کا علم سے شغف اور لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ وہ بچہ جن کا نام ربیعۃ الرائے تھا بڑے ہو کر اپنے وقت کے زبردست عالم و فاضل اور علم و ادب کے امام بنے اور آپ کے شاگرد خود دنیا کے نامور امام ہوئے۔

علماء کا جاہ و جلال اور جلالت علمی کا اندازہ حسب ذیل واقعات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ امیر تیمور نے ایک روز اپنے قاصد کو کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور چلتے وقت تاکید کی کہ وقتِ ضرورت راستے میں کسی کی بھی سواری ہو حاصل کر لیں۔ اس قاصد سلطانی کو چلتے چلتے راستے میں ایک جگہ سواری کی ضرورت محسوس ہوئی اتفاقاً اس موقعہ پر مولانا علامہ تفتازانیؒ وہاں خیمہ زن تھے۔ یہ اجل گرفتار قاصد وہاں پہنچکر بلا اجازت و بغیر اطلاع کے تھان سے ایک گھوڑا کھول لیا۔ اس خبر کے پہنچتے ہی علامہ تفتازانیؒ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور طیش میں آکر اپنے لوگوں سے اس قاصد سلطانی کو پٹوا کر باہر نکلوا دیا۔

قاصد واپس ہو کر جب دربار پہنچا تو دربار میں اس نے علامہ کی شکایت پیش کی۔ اس شکایت کو سن کر سلطان غیظ و غضب میں آگیا۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک فرماں روائے وقت کی توہین و بے حرمتی گویا بادشاہ وقت کی نافرمانی اور اس سے بغاوت کرنا ہے سلطان اس کو کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ ہیجانِ غضب میں سلطان کچھ

دیر ساکت رہا اور پھر کہنے لگا کہ اگر شاہ رخ ایسی حرکت کرتا تو ضرور سزا پاتا، لیکن میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا کہ جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے پیشتر فتح کر چکا ہو۔ ظاہر ہے کہ علمائے حق کے سامنے شاہانِ سلطنت بھی عاجز و بے بس ہو جاتے ہیں۔

مولانا ابن خطیب ایک روز عید کی مبارکباد دینے کے لئے ایوانِ سلطانی گئے۔ چلتے وقت چند شاگرد بھی ان کے ہم رکاب ہوئے۔ جب ایوان پہنچے تو سلطان نے حسن و اخلاق تعظیم و تکریم کی خاطر اٹھا اور آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ مولانا ابن خطیب نے بجائے آداب شاہی بجالانے کے انہوں نے سلام کیا اور بجائے دست بوسی کے انہوں نے مصافحہ کیا۔ ان کے ایک شاگرد کو یہ حرکت ناگوار گذری۔ اور واپسی پر اس نے استفسار کیا کہ سلطان فرمان روائے وقت ہے اور آپ کو کچھ جھک کر ملنا چاہئے تھا۔ مولانا نے فرمایا' سلطان کے لئے کیا یہ فخر کچھ کم ہے کہ ابن خطیب جیسا فاضل اس سے ملنے گیا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ اسی کو غنیمت سمجھتا ہے۔

ابن سماک کوفیؒ جو اپنے وقت کے مشہور و جید عالم تھے، ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اپنی جاریہ سے پوچھا کہ "میرا بیان کیسا ہے" سخن شناس جاریہ نے کہا کہ "تقریر تو اچھی ہے، لیکن اتنا نقص تو ضرور ہے کہ تم ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہو"۔ ابن سماک نے کہا کہ "میں اعادۂ کلام اس لئے کرتا ہوں کہ جو مخاطب اوّل مرتبہ نہ سمجھے ہوں، وہ بھی سمجھ جائیں"۔ جاریہ ــــ "جبتک کم فہم سمجھینگے سمجھنے والے مکدر ہو چکیں گے"۔

ابن رافع قشیریؒ حافظ حدیث اپنے مکان پہ حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے، اور طلباء کے علاوہ خراسان کے امیر طاہر کے بچے بھی حاضر درس ہوتے تھے۔ شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی تاب و مجال نہ ہوتی۔

ملک عادل سلطان صلاح الدین کا بھائی بڑے دبدبے اور سطوت کا فرماں روا گذرا ہے۔ ایک مرتبہ محدث اسلام عبدالغنی دمشقی اس سے ملنے گئے تھے۔ ملک عادل کا بیان ہے کہ جس وقت حافظ عبدالغنی میرے سامنے آئے تو مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ ایک شیر آگیا ہے۔

ابو عبید بن سلامؒ نے ایک بار اپنے تلامذہ سے کہا کہ میں نے چالیس برس اپنی کتاب "غریب الحدیث" کی تصنیف میں صرف کئے ہیں۔ اکثر فوائد مجھ کو لوگوں سے باتوں باتوں میں ہاتھ لگ جاتے تھے، اور میں ان کو موقعہ سے اس کتاب میں درج کرتا جاتا تھا۔ ان فائدوں کے حاصل ہونے سے اتنی خوشی مجھکو حاصل ہوتی کہ میں ساری ساری رات فرط مسرت سے جاگتا رہتا۔ تم چار پانچ مہینے بھی میرے پاس آکر رہتے ہو تو کہتے ہو کہ ہم بہت رہے۔

حضرت امام زہریؒ کا مطالعہ کے وقت یہ عالم ہوتا کہ ادھر ادھر کتابیں ہوتیں اور ان کے مطالعہ میں ایسے مصروف ہوتے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی برکت سے دنیائے اسلام میں ایسے نفوس قدسیوں کو پیدا فرمایا کہ جن کے نوکِ قلم سے عقل و دانش کے زبردست جواہر پارے معرضِ وجود میں آئے، جن سے ایک عالم مستفید ہوتا آرہا ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

شیخ سعدیؒ کی شخصیت ایک باکمال و مشہورِ زمانہ تھی۔ سعدی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک زبردست عالم و باکمال مصنف تھے۔ اس زمانے میں ایک دوسرا شاعر امامی بھی تھا لوگ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر رہے کہ ان میں سے کون افضلیت و برتری رکھتا ہے۔ ایک دوسرا تیسرا شاعر ہمگر شیرازی نے یہ فیصلہ کیا کہ امامی کو سعدی پر برتری حاصل ہے۔ لیکن یہ اتنا غلط فیصلہ تھا کہ جس کے غلط ہونے کا ثبوت سات سو سال گذرنے کے باوجود بھی برابر ملتا آرہا ہے۔ اس غلط فیصلے کی تردید اور شیخ سعدیؒ کی افضلیت و برتری کی تصدیق برابر ہوتی آرہی ہے۔

گلستانِ سعدی و بوستانِ سعدی میں شیخ سعدی نے علم و حکمت کے جواہرات بکھیر دئے ہیں۔ دنیا کے ہر ادارے میں جہاں فارسی کا درس دیا جاتا ہے وہاں یہ کتابیں داخلِ درس ہیں، اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں ان کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

ایسے لوگ اگر دنیا میں پیدا نہ ہوتے اور ان پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو عقل و دانش اور علم و حکمت کے گلہائے راز سے دنیا اور بالخصوص دنیائے اسلام محروم رہتی۔

پر جسم حق تا ابد ان کا سلامی ہوگیا
زندۂ جاوید ان کا نام نامی ہوگیا

موجودہ دور کے لوگ بھی اگر اسی جذبۂ صادق کے تحت حصولِ علم میں کوشاں رہیں اور استقلالِ طبیعت کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہو کر اسلامی علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی سعیٔ بلیغ کریں تو اللہ کی ذات والا صفات "لا تقنطوا من رحمة اللہ" سے امید قوی ہے کہ ان کے کارنامے بھی زندۂ جاوید ہوں گے اور انہیں حیاتِ جاودانی حاصل ہوگی۔

موج دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اُتنا ہی وہ خاموش ہے

اللھم ھدایۃ الحق والصواب
آمین ثم آمین
وما علینا الا البلاغ

تفسیر سورۂ کوثر

از
جناب مولانا مولوی عبدالعزیز
صاحب قادری مبارکپوری
مدرس دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

انا اعطیناک الکوثر، فصل لربک وانحر، ان شانئک ھو الابتر

رب کائنات نے قرآن مقدس کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پرنازل فرمایا۔ قرآن کی تمام سورتیں کسی نہ کسی وجہ سے نازل ہوئیں۔ ہر آیت کے نزول کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوا۔ چنانچہ انا اعطینٰک الکوثر الخ کے نزول کی بھی ایک علّت ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم یا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (علی اختلاف الروایۃ) کا انتقال پرُ ملال ہُوا۔ اورانہوں نے اس کائنات سے دارالبقاء کی جانب کوچ فرمایا تو مزاج مقدس پر غم واندوہ کا کوہ گراں ٹوٹ پڑا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت حزن وملال سے دوچار ہونا پڑا۔ دوسری طرف کفار ومشرکین نے شان اقدس میں ایسے دلخراش جملے ادا کئے کہ ایک رسول کے ساتھ تو کیا کسی عام اور شریف آدمی کی ذات میں کہنا بے ادبی تھا۔ ایسی ذلیل باتیں کہیں کہ شرافت کی پیشانی شرم سے جھک گئی۔ کفاروں کا ایک سرغنہ جس کا نام عاص ابن وائل سہمی ہے، اس نے کہا:

دَعوہُ فانما ھو رجل ابتر لا عقب له لومات ذکره واسترحتم منه" یعنی اے لوگو! اُسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دو، وہ تو ایک لنڈ منڈ آدمی ہے، اس کے پیچھے رہنے والا کوئی نہیں اس کے مرتے ہی اسکی یاد تک فراموش ہو جائیگی اور تم اس کی لائی ہوئی مصیبتوں سے چھٹکارا پاکر چین وسکون سے رہنا"۔

یہ طعنہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ نہ ہونے پر دیا گیا تھا۔ جب اس طعنہ کی خبر گوش اقدس میں پہنچی ہے تو خاطر اقدس پر ملال اور زیادہ ہوگیا۔ تب یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں خلاق کائنات نے ارشاد فرمایا:۔

"اے محبوب، ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ اسے خیر کثیر کا سرچشمہ بنایا ہے، اسے قرآن کی نعمتِ عظمیٰ دی۔ اسے ایمان لانے والوں اور اطاعت کرنیوالوں اوراس کے کام کو پھیلانے اور جاری رکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت دی ہے۔ آپ اس کے شکریہ میں نماز اور قربانی ادا فرمائیں۔ آپکا بدگوہی ابتر ہے کہ جس کا باعتبار حقیقت کے کوئی نام لیوا اور پانی دیوا نہیں ہے اور جس کو مرجانے کے بعد کوئی بھول کے یاد بھی نہ کریگا۔ کہ فلاں کون تھا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ رب العزۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عزّت وعظمت ہے کہ اگر کوئی

گستاخی بدکلامی سے بھی حضور کو ایذا پہنچائے تو خدا کا جلال حرکت میں آجاتا ہے۔ رب کائنات خود اس کا جواب دیتا ہے جیسا کہ "سورۂ تبت یدا ابی لھب وتب" سے ثابت ہے۔ کہ اس سورہ کے آگے پیچھے کی سورتوں میں قل ہے یعنی اے محبوب آپ فرمائیے۔ لیکن سورۂ تبت الخ میں قل نہ فرمایا بلکہ خود اس کا جواب دیا۔

اب یہاں عقل کے پردہ پر سوال کا ایک نقطہ اُبھرتا ہے کہ اس کافر نے تو "ابتر" کہا تھا۔ اور جواب میں فرمایا گیا کہ ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ آخر اس سے مناسبت کیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے "الکوثر" کے معانی پر مفسرین کے فکروں کا جائزہ لیا جائے۔

"کوثر" کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنے تو بے انتہا کے ہیں۔ مگر اس موقع پر "الکوثر" کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے، تو اس میں بھی فقط کثرت کا معنی نہیں بلکہ اس سے خیر و بھلائی اور نعمتوں کی زیادتی کا مفہوم نکلتا ہے جو زیادتی و فراوانی کے منتہیٰ کو پہنچتی ہوی ہو اور اس سے مراد کسی ایک خیر اور بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے، اور ہر توجیہہ کی الگ الگ مناسبت ہے۔ یا تو کوثر سے مراد ذکر کثیر اور ذکر خیر، تو مطلب یہ ہوا کہ اس کافر نے تو سمجھا کہ ذکر اور نام اولاد سے چلتا ہے مگر ہم نے اپنی طرف سے آپکو ذکر کثیر عطا فرمایا کہ بغیر اولاد ذکور ہی کے تمام دنیا میں آپ کا ذکر رہیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے بادشاہ وسلاطین، پہلوان وسورما، فقیر و نادار، امیر و سرمایہ دار ہر طرح کے گذر گئے مگر تاریخ کے صفحات نے کسی کی سیرت و عادات کو اسطرح محفوظ نہیں کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو قلمبند کیا ہے۔ گہوارہ سے لیکر قبر تک کے حالات اسطرح لکھے گئے ہیں کہ اگر کسی نے حضورؐ کے تبسم کی بھی روایت کی تو خود اس راوی کی تاریخ کو کتاب کے اوراق نے محفوظ کرلیا۔ مجنوں نے اپنے تمام عشق کی داستانیں "دیوان قیس" میں لکھیں ہیں۔ مگر اس نے بھی یہ نہ کیا کہ لیلیٰ کے احوال زندگی لکھتا آخر اس میں کیا راز تھا جیسے مجنوں اپنے فراق کی داستان لکھ سکتا تھا ویسے ہی وہ اپنی محبوبہ لیلیٰ کی سوانحعمری بھی تحریر کرسکتا تھا مگر اس میں راز تھا ایک بھید تھا جو اس قسم کی تحریر سے مجنوں کے قلم کو روک رہا تھا۔ وہ خوب سمجھتا اور جانتا تھا کہ لیلیٰ صرف مری محبوبہ ہے، مجھے اسکی ہر ادا ناز انداز پسند ہے لیکن اگر دنیا کے سامنے اس کے حالات زندگی سے پردہ اٹھایا گیا دنیا کے سامنے اس کے احوال زندگی پیش کئے گئے تو کسی کی انگلیاں اٹھیں گی۔ کوئی اعتراض کریگا۔ کوئی مذاق اڑائیگا کوئی مضحکہ و مسخرہ بنائے گا۔ اس لئے اس نے لیلیٰ کے حالات زندگی سے نقاب کشائی نہیں کی۔ مگر صحابۂ کرام کو یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام کائنات کے محبوب ہیں کس کی مجال ہے، کہ اُن کے حالات زندگی پر طعن کرے، کون ہے جو ناپسند کرے۔ اس لئے بلا روک ٹوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات چاہے وہ خلوت کے ہوں، یا جلوت کے، گھر کی تنہائی کے ہوں یا مجمع عام کے، تمام احوال کو دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے ذکر پاک کو روک دیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ورفعنا لک ذکرک

شعر: عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

یا کوثر سے مراد اولاد کثیر ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، وصال فرما گئے، اور نسل اولاد نرینہ سے ہوتی ہے مگر آپ کو ایک صاحبزادی سے وہ نسل پاک دی جائے گی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ چنانچہ آج آٹھ آٹھ دس دس بیٹوں کی نسلیں غبار راہ کی طرح اپنا وجود ختم کر بیٹھیں، مگر صرف ایک صاحبزادی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک ایسی باقی رہی کہ ہر جگہ سادات کرام کا مقدس گروہ نظر آتا ہے۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک نظر آئیگا۔

ہاں حضور کا برا چاہنے والا اپنی خبر لے کہ اگرچہ وہ بیٹوں والا ہے مگر اس کے فرزند کو توفیق اسلام دے دی جائے گی جس سے کہ وہ حکماً اپنے باپ سے نسلاً منقطع ہو جائے گا اور اس فرزند اسلام کا باپ جس نے حضور ؐ کو ابتر کہا تھا خود ابتر ہو جائے گا۔ کیونکہ اختلاف دین سے توارث وغیرہ سب ختم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرو بن عاص مسلمان ہوئے اور باپ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور وہ ابتر ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسل پاک مصطفیٰ علیہ السلام ایسی معظم ہے کہ خداوند قدوس نے ان کو کوثر فرمایا۔ سادات کرام کے عظمت و وقار کو ان سے دریافت کیجیے جن کی ذات پہ ولایت ناز کرتی ہے۔

—— یعنی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ ایک بادشاہ کے پہلوان تھے۔ بادشاہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی ہمارے اس پہلوان کو پچھاڑ دے اس کو بہت انعام دیا جائے گا۔۔ اس اعلان کو سن کر ایک غریب سید صاحب نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ ہم فاقوں سے تنگ ہیں۔ مرا جی چاہتا ہے کہ جنید سے کشتی لڑوں۔ سنا ہے کہ وہ اہل بیت کا محب ہے۔ اگر وہ زیر ہو گیا تو کافی مال ہاتھ آئے گا اور اگر میں گر گیا تو میرا کیا بگڑے گا۔ بیوی صاحبہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ سید صاحب نے دربار میں آکر عرض کیا کہ اے بادشاہ وقت آپ کا چیلنج مجھے قبول ہے۔ جنید پہلوان سے میں کشتی لڑوں گا۔ بادشاہ ان کا اترا ہوا رنگ اور کمھلایا ہوا چہرہ دیکھ کر کہا کہ تم جنید سے کشتی نہیں لڑ سکتے۔ کسی اور پہلوان سے کشتی لڑو، کسی دوسرے کا انتخاب کرو؟ مگر سید صاحب نے کہا کہ تم مرے دبلے جسم اور زرد چہرے کو نہ دیکھو، مرے جوہر اکھاڑے میں نظر آئیں گے۔ الغرض تاریخ مقرر ہو گئی اور سارے شہر میں اعلان ہو گیا۔ وقت مقرر پر شاہ و گدا امیر و فقیر اور عوام و خواص تمام جمع ہو گئے۔ خود بادشاہ مع وزراء کے وہاں پہنچ گئے۔

حضرت جنید مست ہاتھی کی طرح اکھاڑے میں آئے۔ ادھر سے سید صاحب بھی کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب کو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کشتی لڑتے کیسے ہیں؟ دستور کے مطابق ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ اور پھر دونوں طرف سے داؤ پیچ شروع ہو گئے۔ سید صاحب موقع کے متلاشی تھے۔ موقع پاتے ہی حضرت جنید کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ حضرت میں پہلوان نہیں ہوں، بلکہ

سیدزادہ ہوں مفلس و نادار نان شبینہ کا محتاج، ذرا خیال رکھنا۔ صرف اتنا سننا تھا کہ حضرت جنید کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ کچھ دیر معمولی سی کشتی لڑ کر خود چت گر گئے۔ اور سید صاحب کو اپنے سینے پر لے لیا۔ پھر کیا تھا ہر طرف سے واہ واہ کا ایک طوفان اٹھا ہر ایک کی زبان پر تھا کہ اس کمزور نے بہادر وقت کو شکست دے دی۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمارے پہلوان کو دھوکا ہو گیا۔ پھر سے کشتی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ کشتی پھر ہوی۔ سید صاحب نے اس بار بھی پھر وہی جملہ دہرایا۔ کہ فاطمہ کا لال ہوں۔ مری ناداری و مفلسی کا خیال رکھنا۔ حضرت جنید نے پھر سید صاحب کو اپنے سینے پر لے لیا۔ بادشاہ کی طرف سے سید صاحب کو اعلان کے مطابق خلعت فاخرہ اور انعام بے بہا سے سرفراز کیا گیا اور خوشی خوشی گھر روانہ ہوے۔ کسی نے حضرت جنید سے کہا کہ آج آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ اگر آپ اس کا ہاتھ زور سے پکڑ لیتے، تو وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑتا۔ اس کی جسامت کو دیکھ کر ہم نے تو یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپ جس طرح بھی چاہتے اُسے زیر کر دیتے۔ آپ نے اس کے مقابل اپنا فن کیوں دبائے رکھا؟ آپ نے فرمایا "میں یزید نہ تھا جو سید زادے پہ زور دکھاتا میں شمر نہ تھا کہ اولادِ رسول ؐ کے سینے پہ بیٹھ جاتا ـــــ

رات کو جب حضرت جنید نیند کی آغوش میں پہنچ گئے تو تقدیر کا ستارہ اوج پہ آگیا۔ قسمت بیدار ہو گئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت نصیب ہوی۔ ارشاد ہوا "جنید تم نے آج ہماری اولاد کی آبرو بچا لی، رب تعالیٰ کل قیامت میں تمہاری لاج رکھے گا اور آج سے تم اولیاء کرام کے سردار بنا دیئے گئے۔ چنانچہ یہی حضرت جنید حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروؤں میں ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ ایکمرتبہ آپ بیمار ہوے اور آپ کا قارورہ نصرانی طبیب کے پاس گیا۔ طبیب اپنی عمیق نظر سے کچھ دیر دیکھتا رہا۔ پھر بے اختیار اُس کی زبان سے کلمۂ شہادت نکلا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ لوگوں نے جب اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ میرا ضمیر و احساس سب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ قارورہ ہے جس نے اپنے وجود کو عشق الٰہی کی آگ میں پھونک دیا ہے، کوئی اور مرض نہیں ہے، صرف عشق الٰہی میں ان کا جگر کباب ہو گیا ہے۔ اللہ اکبر! ان بزرگوں کا قارورہ ایسی ہدایت کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔

ایکمرتبہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے ایک سید حاکم کی خطا فوراً معاف کر دیا جس نے بلاقصور آپ کو دُرّے لگوائے تھے اور فرمایا حضور نا راض نہ ہو جائیں کہ تمہاری وجہ سے اے مالک! میری آل قیامت میں گرفتار ہو۔

یا کوثر سے مراد عالم کثرت ہے، یعنی ماسوائے رب العالمین کے سب آپ کو عطا فرمایا۔ رب کریم نے اٹھارہ ۱۸ ہزار عالم کو پیدا کیا اور تمام عالم پر آپ کو اختیار و تصرف عطا فرمایا، جیسا کہ واقعات شاہد ہیں۔ شمس، و قمر۔ شجر و حجر، چرند و پرند سب نے آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ جہاں جہاں اللہ کی ربوبیت ہے، وہاں وہاں محمد رسول اللہ کی رسالت ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ ڈوبا سورج پلٹ آیا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں۔ شجر و حجر بول اٹھے۔ آپ کی دعوت پہ شجر خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر رسالت کی گواہی دی۔ جیسا حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ نے قصیدہ بُردہ شریف میں اپنے شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:۔

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة
تمشی الیه علی ساقٍ بلا قدم

ایک بار سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحرا میں تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک ایک ہرنی نے آپ کو آواز دی۔ حضور اس کے قریب گئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ چند ساعت کیلئے ضامن ہو جائیں کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ کل تمام دن رزق کی تلاش میں سرگرداں و پریشان ہوئی، مگر رزق نہ ملا۔ بچوں کی محبت میں علی الصباح رزق کی تلاش میں نکلی، دیکھا کہ دانہ منتشر و پھیلا ہوا ہے، بے خوف کھانے لگی۔ ظالم صیاد نے جال بچھا رکھا تھا اس میں پھنس گئی۔ ظالم صیاد نے گرفتار کر لیا۔ چند ساعت کے لئے رہائی دلا دیجیئے تاکہ بچوں کو جا کر دودھ پلا آؤں۔ اور مری واپسی میں دیر نہ ہو گی، وہ صیاد کسی ضرورت کے تحت کہیں گیا ہوا تھا واپس آیا تو دیکھا ہرنی ایک انسان کی طرح گفتگو و کلام کر رہی ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ جب حضور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صیاد آیا تو آقا نے ارشاد فرمایا "اے صیاد اس ہرنی کو کچھ دیر کی مہلت کی ضرورت ہے، تھوڑی دیر کے لئے اسے رہا کر دے"۔ صیاد نے کہا "آپ کیا فرما رہے ہیں، نہ جانے کیسے کیسے مکر و فریب سے یہ میرے قابو میں آئی ہے۔ یہ صحرائی چرند ہے۔ آزادی کی فضاؤں میں اس نے آنکھیں کھولی ہیں، پھر آزاد ہونے کے بعد ادھر کا رُخ کیسے کریگی"۔ سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ واپس آئے تو کیا تو ایمان لائے گا۔ اس نے اقرار کیا ہاں لیکن واپس نہ آئی تو آپ کو قتل کر دوں گا۔

حضور کے چہرۂ مقدس پہ تبسّم کی لکیر پھیل گئی اور ارشاد فرمایا "ٹھیک ہے۔ اگر واپس نہ آئی تو تم اپنے منصوبہ کو پورا کر لینا۔ لیکن یاد رکھ تم کو بھی وعدہ سے اپنے مکرنا نہ ہو گا۔" صیّاد نے اقرار میں گردن جھکا دی کہ ہاں ضرور ایمان لاؤں گا۔ چنانچہ رہا کرتے وقت حضور نے اپنا دستِ مبارک اسکی پشت پر سہلا دیا۔ وہ ہرنی اُچھلتی کودتی شاداں و فرحاں اپنے بچوں کی طرف روانہ ہو گئی اور پھر ابھی چند ہی لمحہ گذرا تھا کہ وہ ہرنی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئی۔ رسولِ مقدس نے ارشاد فرمایا اے ہرنی! تم نے اتنی جلدی کیوں کی۔ بچوں کو شکم سیر ہو کر دودھ پلا لیتی؟ ہرنی نے عرض کیا یا رسول اللہ جب میں بچوں کے پاس پہنچی تو بچے دودھ پینے کے بجائے میرا منہ تک رہے تھے۔ تھن سے منہ لگانا پسند نہ کیا۔ میں نے کہا اے بچے دودھ کیوں نہیں پیتے۔ عرض کرتے ہیں کہ اے ماں! اس سے قبل بارہا تم سے ہمارا سابقہ پڑا ہے۔ نجانے کتنی بار تو ہمارے پاس آئی ہے اور ہم نے دوڑ کر تمہارا دودھ پیا ہے، مگر آج تمہاری حاضری عجب انداز کی ہے، تمہارے جسم سے ایسی خوشبو آتی ہے کہ ہم بغیر پئے مست

ہیں۔ ہمارا نفس راغب ہی نہیں ہوتا۔ دودھ کی بالکل خواہش ہی نہیں۔ ماں! کبھی تمہارے جسم سے ایسی خوشبو آئی نہیں۔ ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے دودھ پئیں گے مگر اس کے بعد تم خوشبو کا راز ہم کو بتادو۔ ماں نے بہت عذر کیا مگر بچوں کا اصرار بدستور قائم رہا۔ مجبوراً ہرنی نے تمام واقعات کو بیان کیا۔ اور جب واقعہ کی تفصیل بچے سن چکے تو فوراً کہنے لگے اے ماں! جتنی جلدی ہوسکے جا اور رسولِ خدا کو ضمانت کی ذمہ داری سے سبکدوش کر۔ ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ اللہ کے رسول ہمارے لئے ضمانت کی زنجیر میں گرفتار ہوں اور ہم شیرِ مادر سے لطف اندوز ہوں۔ ماں جلدی جا کہ کہیں دیر نہ ہوجائے۔ اس لئے یا رسول اللہ مجبوراً جلدی ہی واپس چلی آئی۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صیاد سے ارشاد فرمایا کہ ہرنی حسبِ وعدہ واپس آگئی ہے۔ اب تو وعدہ کی تکمیل کر۔ چنانچہ صیاد سرورِ کونینؐ کے قدمِ مبارک پر گر پڑا۔ اور دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔

یونہی ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند مہمان آئے۔ کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا۔ مہمانوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت انسؓ نے دیکھا۔ دسترخوان زیادہ خراب ہوگیا ہے، دسترخوان کو اٹھا کر تنور میں ڈال دیا۔ تمام مہمان کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں کہ تنور سے دھواں تک نہ نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت انسؓ نے دسترخوان کو تنور سے نکالا تو ایسا اُجلا صاف و شفاف تھا گویا کہ ابھی دُھلا گیا ہے۔ مہمانوں نے عرض کیا حضور! آگ میں دسترخوان کو تو جل جانا چاہئے، لیکن جلنے کے بجائے صاف وستھرا ہوگیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ قربان جائیے مالکِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آقائے رحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مس ہونے کا شرف ملا ہے اسلئے اُسے آگ جلا نہ سکی۔

خالقِ کل نے آپ کو مالکِ کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

یا کوثر سے مراد امت کثیرہ ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ یا کوثر سے مراد حوض کوثر ہے۔ ابتک تو اُن نعمتوں کا ذکر تھا جن کا لوگوں نے مشاہدہ اس دنیا میں کرلیا کہ وہ کس فراوانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ ان کے علاوہ دو ایسی عظیم نعمتیں جو خدائے کائنات آخرت میں دینے والا ہے۔ اس کا علم ہم اپنے فہم و فراست سے تو کر نہیں سکتے تھے، چنانچہ اس کے بارے میں لسانِ رسالت بیان فرمایا۔ ایک ان میں سے حوضِ کوثر جو میدانِ محشر میں آپ کو ملے گا۔ دوسرے نہر کوثر ہے جو جنت میں آپ کو عطا فرمائی جائیگی۔

حوضِ کوثر جو قیامت میں آپ کو عطا فرمایا جائے گا، یہ ایسے وقت میں ملیگا جبکہ العطش العطش ہر ایک کی زبان پر جاری رہیگا۔ ہر چہار جانب سے پیاس پیاس کا شکوہ ہوگا۔ سرورِ کونین کی امت جب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیگی تو حضورؐ اپنی امت کو اس نعمتِ عظمیٰ سے نوازینگے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیٰمۃ۔ وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت کا ورود قیامت کے روز ہوگا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے انا فرطکم علی الحوض تم سے پہلے میں اس پر پہونچوں گا۔

تیسری جگہ ارشاد ہے انی فرط لکم وانا شہید علیکم وانی واللہ لانظر الی حوض الآن میں تم سے آگے پہونچنے والا ہوں اور تم پر گواہی دوں گا اور خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں، انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض مرے بعد تم کو اقربا نوازیوں، خود غرضیوں سے سابقہ پڑے گا۔ اس پر صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آکر ملو۔ حضرت ابو ہریرہؓ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے حوض کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ایک نہیں دو نہیں تین نہیں بار بار سنا ہے جو اس کا انکار کرے حوض کو جھٹلائے اللہ اسے اس کا پانی پینا نصیب نہ کرے۔

عبیداللہ ابن زیاد حوض کے بارے میں روایت کو جھوٹ سمجھتا تھا حتی کہ اس نے حضرت ابو ہریرہؓ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب روایات کو جھٹلا دیا۔ آخرکار ابو سبرہ ایک تحریر نکال کر لائے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی تھی اور اسے کاغذات پر محفوظ کر لیا تھا۔ اس میں حضورؐ کا یہ ارشاد درج تھا "الا ان موعدکم حوضی" آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ میری اور تمہاری ملاقات کی جگہ میرا حوض ہے۔ اس حوض کے متعلق حضورؐ نے بتایا کہ اس میں جنت کی نہر کوثر سے پانی لاکر ڈالا جائے گا۔ بعض روایات میں یفتح نھر من الکوثر الی الحوض جنت کی نہر کوثر سے ایک نہر اس حوض کی طرف کھول دی جائے گی۔ اس پانی کی کیفیت حضور نے یہ بیان فرمائی کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ اس پر اتنے کوزے رکھے ہوں گے جتنے آسمان میں تارے ہیں۔ جو اس کا پانی پیئے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اور جو اس سے محروم ہوگیا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہوگا۔ بارہا سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ تم میں جو لوگ میرے بتلائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ دینگے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا اور اس پر انہیں نہ آنے دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں انہیں کیوں ہٹایا جا رہا ہے۔ ارشاد باری ہوگا کہ آپ کو معلوم نہیں، ان لوگوں نے آپ کے فرمودہ قوانین سے روگردانی کی ہے۔ نافرمانی کی ہے۔ پھر ان کو دفع کردوں گا اور کہوں گا تم لوگ دور ہو۔ اسی طرح حضور نے اپنے دور کے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو بھی خبردار کیا ہے کہ ان میں جو بھی میرے طریقے سے ہٹ کر چلیں گے اور اس میں ردوبدل کرینگے انہیں اس حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں کہوں گا اے رب کریم، یہ تو میرے ہیں؟ جواب ملے گا آپ کو معلوم نہیں کہ

انہوں نے آپ کے بعد کیا تغیرات کئے اور الٹے ہی پھرتے چلے گئے۔ پھر میں ان کو دفع کردوں گا۔ یہ تو رہیں کوثر کی توجیہات۔ **فصلّ** کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کرام نے پنج وقتہ نماز مراد لی ہے۔ بعض نے بقر عید مراد لی ہے۔ اسی طرح "وانحر" کے معنی مراد لینے میں اختلاف ہے۔

بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ نماز میں بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھ کر اسے سینے پر باندھنا ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا ہے لیکن جس موقع و محل پر یہ حکم دیا گیا ہے اس پر اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب صریحاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اے نبی جب تمہارے رب نے تم کو اتنی کثیر اور عظیم بھلائیاں عطا کی ہیں تو تم اسی کیلئے نماز قائم کرو۔ اور اسی کے لئے قربانی کرو۔ یہ حکم اس ماحول میں دیا گیا تھا جب مشرکین قریش ہی نہیں تمام عرب کے مشرکین اور پوری دنیا کے مشرکین اپنے خود ساختہ معبودوں کے آگے اپنی معزز پیشانی کو خم کرتے تھے اور انہیں کی چوکھٹوں پر قربانیاں پیش کرتے تھے۔ اس لئے حکم کا منشاء یہ ہے کہ مشرکین کے برعکس تم اپنے اسی رویہ (یعنی نماز وقربانی صرف اللہ کے لئے ہے) پر قائم مضبوطی کے ساتھ رہو۔ صرف اللہ کی ذات ہی ہے جس کے آگے سر جھکایا جائے، جس کے نام پر قربانیاں پیش کی جائیں۔

اِنَّ شَانِئَكَ جس کے معنی ایسے بغض اور ایسی عداوت و دشمنی کے ہیں جسکی بنا پر کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگے۔ قرآن مقدس میں دوسری جگہ ارشاد ہوا **ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا** اور اے مسلمانو! کسی گروہ کی عداوت تمہیں اس زیادتی پر آمادہ نہ کرنے پائے کہ تم انصاف نہ کرو۔ پس **شانئك** سے مراد ہر اس شخص کی ذات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں ایسا اندھا ہو گیا ہو کہ آپ عیب لگاتا ہو۔ آپ کی ذات گرامی پر طنز کے تیر پھینکتا ہو، آپ کے خلاف بدگوئی کرتا ہو، آپ کی توہین کرتا ہو، اور آپ پر طرح طرح کی باتیں چھانٹ کر اپنے دل کا بخار نکالتا ہو۔

ھو الابتر وہی ابتر ہے، یعنی وہ آپ کو ابتر کہتا ہے حالانکہ وہ خود ابتر ہے۔ لفظ ابتر، تبرٌ سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے کاربد، مگر محاورے میں یہ بہت معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے **کل امرٍ ذی بالٍ لم یبدأ فیه فهو ابتر**" ہر وہ کام جسکی اہمیت ہو اگر اسکی ابتداء بغیر اللہ کی حمد سے ہو تو اس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔ اسے کوئی استحکام نہیں ہے یا اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔ نامراد آدمی کو بھی ابتر کہتے ہیں۔ جس آدمی کی اولاد نرینہ نہ ہو یا مر گئی ہو اس کے لئے بھی لفظ ابتر استعمال ہے۔ اس شخص کے مرنے کے بعد وہ بے نام ونشان ہو جاتا ہے۔ قریب قریب سب معنوں میں کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا "اے نبی! تم ابتر نہیں ہو بلکہ تمہیں ابتر کہنے

والے دشمن خود ابتر ہیں۔ یہ جملہ کسی حملہ کے تدارک کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ قرآن کی پیشین گوئیوں سے ایک اہم پیشین گوئی ہے، جو بعد میں حرف بہ حرف ثابت ہوئی۔ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اس وقت حضور ہی کو لوگ ابتر سمجھ رہے تھے۔ اور کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ قریش کے بڑے بڑے سردار کیسے ابتر ہو جائیں گے، جن کا شہرہ نہ صرف مکہ بلکہ تمام ملک عرب میں تھا، کامیاب و کامراں تھے، مال و دولت جاہ و حشم اور اولاد سبھی نعمتیں نہیں رکھتے تھے، بلکہ سارے عرب میں جگہ جگہ ان کے اعوان و انصار موجود تھے۔ لیکن چند دن بھی نہ گذرے تھے کہ حالات میں انقلاب آگیا۔ بالکل کایا پلٹ گئی۔

یا تو وہ وقت کہ غزوۂ احزاب ۵ھ کے موقعے پر قریش بہت سے عرب اور یہودی قبائل کو لیکر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور حضور کو محصور ہو کر شہر کے گرد خندق کھود کر مدافعت کرنی پڑی تھی، یا تین سال کے بعد وہ وقت آیا، کہ ۸ھ میں جب آپ نے مکہ پر چڑھائی کی تو قریش کا حامی و مددگار نہ تھا۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر پورا ملک حضور کے ہاتھ میں تھا اور آپ کے دشمن بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر ایسے بے نام و نشان ہوئے کہ ان کی اولاد اگر دنیا میں باقی رہی بھی تو ان میں سے آج کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ ابوجہل، ابولہب وغیرہ اعدائے اسلام کی اولاد میں سے ہے۔

اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے، اور کروڑوں مسلمانوں کو آپ کے نسب پر فخر ہے۔

۸۶/۹۲



حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



از: جناب ڈاکٹر ایم۔ اے۔ رشید صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پرنسپال اسلامیہ کالج ورنگل (آندھرا پردیش)

فاطر السمٰوات والارض، خالق جن و بشر نے ارض و سما کی تخلیق کے بعد جب خلیفۃ فی الارض کی تخلیق کا منصوبہ ملائکہ پر ظاہر فرمایا تو فرشتوں نے ازراہِ استفہام و استدراک عرض کیا کہ "وہ زمین پر فتنہ و فساد اور خوں ریزی کا باعث ہوگا۔ ہم تو تسبیح و تقدیس الٰہی میں لگے ہوئے ہیں"۔ کلام الٰہی نے اُن کو یہ کہہ کر مسکت کردیا "انی اعلم مالاتعلمون" (بے شک ہم وہ کچھ جانتے ہیں، جو تم نہیں جانتے) ابتدائے آفرینش سے اب تک اس عالمِ رنگ و بُو میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ مذکورۂ بالا گفتگو کا عین مظہر ہے۔ ایک جانب اس عالم میں فتنہ و فساد و خوں ریزی کا لامتناہی سلسلہ چل رہا ہے کہ بنی آدم کے ہاتھوں ویرانے آباد ہو کر پھر بے نام و نشان اور دشت و بیابان، گلستان بن کر پھر ویران ہو رہے ہیں۔ باغ و راغ، اُجالے اندھیرے کا تماشہ روزانہ ہو رہا ہے۔ امن عالم اور اطمینانِ قلب بنی آدم مفقود ہے تو دوسری جانب اسی کرۂ ارض کے قلب میں سرزمین مکہ پر ایک بقعۂ مبارک "اَلْبَلَدُ الْاَمِیْن" کے نام سے موجود ہے، جو ابتداء میں بھی خدا پرستی کا گھر بنا تھا اور آج بھی ساری دنیا کے لئے مرکزِ خدا پرستی ہے، اسی بلدُالامین میں ؎

بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بنکر امانت، آمنہ کی گود میں آئی

اسی بلد الامین سے الصادق والامین نے امن و سلامتی کا پیام نشر فرمایا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ساری دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا مظہر بن جائے، تب بھی یہ بلد الامین اس کیفیت سے مستثنیٰ رہے گا اور "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْن" کی تصدیق کے لئے شب و روز تسبیح و تقدیس، عبادت و بندگی، ذکر و شکر کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ اسی بلد الامین میں انسانِ اوّل و پیغمبرِ اوّل نے عبادتِ الٰہی کی غرض سے وہ گھر بنایا تھا جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

کعبۃ اللہ

علامہ ازرقی نے "تاریخ مکہ" میں لکھا ہے

کہ خانۂ کعبہ کو پہلی بار فرشتوں نے، دوسری بار حضرت آدمؑ نے، تیسری بار حضرت شیثؑ نے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے اسی بنیاد پر خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا۔

ع سلسلۂ روز و شب نقش گر حادثات

کے نتیجہ میں امتدادِ زمانہ کے حوادث سے خانۂ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بنو جرہم، قبیلۂ عمالیق اور قصی ابن کلاب یکے بعد دیگرے اصل مقام اور اصل نقشے پر اس کی تعمیر کرتے رہے۔ پھر قبیلۂ قریش کو بھی اس کی تعمیر کا شرف ملا اور اس تعمیر کو بھی یہ شرف امتیازی ملا کہ اس میں حضرت محمد مصطفےٰ ابھی بارہ سال کی عمر میں شریک تھے۔ المختصر عمارتِ کعبہ پر حوادثاتِ زمانہ کا اثر ہوتا رہا مگر یہ بقعۂ نور اپنے تمام کرامات وفضائل اور برکات کے ساتھ علیٰ حالہٖ قائم اور انشاء اللہ تا قیامِ قیامت دائم ہے۔ یہ بقعۂ نور بنی آدم کو زبانِ حال سے آواز دے رہا ہے کہ اگر امن کی آرزو ہے تو میرے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔ یہی ندا ابراہیم خلیل اللہ نے جبلِ بو قبیس پر کھڑے رہ کر زبانِ قال سے بلند کی تھی جس کے جواب میں بنی آدم کے قافلے لبیک کہتے ہوئے ہزارہا سال سے اس کی طرف لپک رہے ہیں۔ اس کیفیت کو قرآن مجید نے، وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ کے بلیغ الفاظ میں ادا کیا ہے۔ (اور اے ابراہیمؑ) لوگوں میں حج کا اعلان کردو کہ لوگ پیادہ پا اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر ہر دُور دراز مقام سے چلے آئیں۔ یعنے اتنے دُور دراز مقام سے بھی آئیں کہ ان کی سواریاں تھک کر دُبلی ہو جائیں۔ نیز سواریوں کے علاوہ قریب کے مقامات سے وہ پیادہ پا بھی آتے رہیں۔ اس ندائے ابراہیمی کے جواب میں بیابانوں سے اور لالہ زاروں سے سطحِ مرتفع سے اور نشیبی گھاٹیوں سے، کوہساروں سے اور میدانی علاقوں سے، بڑے شہروں سے اور چھوٹے جزیروں سے ہر سال لاکھوں افراد اسکی طرف یوں دوڑتے ہیں گویا وہ ایک شمعِ روشن دان ہے اور یہ سب اُسکے جاں نثار پروانے۔ کیونکہ اس کعبۃ اللہ کے تعلق سے ایک ایسی عبادت مقرر ہے جس کو اگر آداب وشرائط کے ساتھ کوئی ادا کرے تو گناہوں سے ایسی پاکی نصیب ہو جیسا کہ وہ اُس دن پاک و معصوم تھا جبکہ شکمِ مادر سے اس عالمِ خاکی میں آیا تھا۔ اسکے اطراف کی زمین حرم کہلاتی ہے۔ اسی سرزمین حرم میں رب العزۃ کے آخری کلام کے نزول کی ابتدا ہوئی اور رحمۃ للعالمین کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔ اور ختمِ نبوت اور تکمیلِ دین اور بندوں پر اتمامِ نعمت کا اعلان بھی یہیں ہوا۔

عمرہ اور حج

کعبۃ اللہ سے متعلق دو عبادتیں ہیں۔ ایک کا نام عمرہ ہے۔ اور دوسری کا نام حج ہے۔ نوعیت کے لحاظ سے دونوں میں فرق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے، اور حج فرض ہے۔ وقت کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ عمرہ جب چاہے ادا کیا جا سکتا ہے، لیکن حج کے لئے ماہ ذی الحجہ کے پانچ دن مقرر ہیں۔ نیز عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں چند مقررہ مناسک کی ادائی ضروری ہے۔ عمرہ اور حج دونوں کے لئے اِحرام باندھنا لازمی ہے۔

حج کی امتیازی خصوصیت

دیگر ارکانِ اسلام

یعنے نماز، روزہ اور زکوٰۃ فرض عبادات کے مقابلے میں حج کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی ادائی ساری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض کی گئی ہے۔ نیز دوسرے فرائض گھر پر بھی ادا ہوسکتے ہیں لیکن حج کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ مکہ والوں کو بھی لازماً شہر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ یہ سفر فی الحقیقت وسیلۃ الظفر ہے۔ عازمِ حج، حرم کا مقیم اور ربّ البیت کا مہمان ہوتا ہے۔

عالمِ کیف و سرمستی

عام اسلامی عبادات کی بنیاد عقل و دانش پر ہے لیکن حج کی بنیاد عشق پر ہے۔ یہ ایک ایسا رکن اسلام ہے جس کے ہر عمل میں والہانہ فدویت اور جاں نثارانہ فدائیت کی شان پائی جاتی ہے۔ حاجی احرام میں ملبوس ہوکر اپنی خودی اور خود کو مٹا دینے کی ایک ایسی کیفیت کا مظہر بن جاتا ہے کہ نفسانیت اور خود غرضی فنا ہوجاتی ہے۔ خدا کی یاد، اور والہانہ مناسک کی ادائی کی دھن میں وہ خود فراموشی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ سر کے بال اُلجھے ہوئے ہیں، اسکی خبر نہیں۔ جسم پر میل کچیل اور گرد و غبار ہے اس کی پروا نہیں۔ سفید احرام میں کفن پوش ہوکر اپنی ساری خواہشاتِ نفسانی کو فنا کئے ہوئے ہیں، جہاں اس کیفیت خود فراموشی میں کوتاہی ہوئی اور کسی عمل سے خودی یا ہوشیاری کا ثبوت ملا تو فوراً بطور کفارۂ خطا قربانی دینی پڑتی ہے۔

عبادتِ حج کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ بندہ تمام علائقِ دُنیوی سے کنارہ کش اور بے نیاز ہوکر اپنے رب کا دیوانہ بن جائے۔ آرام و آسائش اور زینت و زیبائش کا ذکر ہی کیا ہے، تن بدن کا بھی نہ احساس باقی رہے اور نہ شعور۔ ربِ جلیل کی بارگاہ میں دورانِ حج میں فرزانگی سے زیادہ شوریدگی و دیوانگی محبوب و مقبول ہے۔

ممبئی سے سفرِ حجاز

عازمین حج و زیارت، ظاہری اسبابِ سفر اور باطنی آداب (صدقِ نیت، اخلاص، تقویٰ، طہارت و نظافت) کے ساتھ ممبئی میں جہاز میں سوار ہوکر، بحیرۂ عرب کی موجوں کے سینے پر تیرتے ہوئے، عدن، باب المندب اور کامران سے گذر کر تقریباً ایک ہفتہ کے شبانہ روز سفر کے بعد دو ہزار بحری میل کی مسافت طے کرکے یلملم کے محاذی پہنچتے ہیں۔ جہاں احرام باندھنا چاہئے۔ اہلِ یمن کی یہی میقات ہے۔ اور یہاں سے گزر کر مکہ کو جانے والے تمام مسافرین کے لئے یہی میقات ہے۔

احرام

غسل اور نفاست و نظافت سے احرام کا استقبال کیا جاتا ہے غسل کے بعد دو رکعت نمازِ سنّتُ الاحرام پڑھی جاتی ہے اور ہلکی بلند آواز سے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکاری جاتی ہے۔

اس نماز کی تکبیر تحریمہ سے ہی بہت سی پابندیاں محرم پر لگ جاتی ہیں۔ بہت سے مباحات حرام اور بہت سے مباح مکروہ ہوجاتے ہیں۔ جس طرح نماز کی تحریم ختم کرنے کے لئے اور تحلیل میں داخل ہونے کے لئے قیام و قعود، رکوع و سجود کے بعد سلام کہنا فرض ہے۔ اسی طرح احرام کی تحریم سے باہر آنے اور تحلیل میں داخل ہونے کے لئے سعی و طواف وغیرہ کی ادائی کے بعد حلق رأس (سر کے بال منڈانا) یا قصر شعر (بال کترانا) ضروری ہے۔ عورتوں کے احرام کے احکام قدرے مختلف ہیں۔ احرام میں سر پوشی نہیں لیکن ستر پوشی کا لحاظ کامل ضروری ہے۔ سلے ہوئے کپڑے

رنگین ملبوسات، نوع بہ نوع وضع وقطع سب کو چھوڑ کر یکرنگی یک وضعی، یکسانیت، یک جہتی، یکسوئی، اور یگانگت کا لفظاً و معناً ایسا شاندار مظاہرہ حج کے سوا کہیں اور نظر نہیں آتا۔ احرام کے لئے بدن سے سارے کپڑے دُور کرنا دراصل سارے خواہشات وعلائق دنیوی کو دُور کرنا ہے۔

تلبیہ

احرام کے ساتھ ہی امرِ الٰہی کی تعمیل اور ندائے ابراہیمیؑ کے جواب میں تمام محرم لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ پکارتے جاتے ہیں۔ یہ لبیک اظہارِ بندگی ہے، کہ وفادار غلام کی طرح پکار پکار کر چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، اعلان کرتے ہیں کہ ہم جسم وجان، قول وفعل ہر طرح سے حاضر ہیں۔ گھربار، عزیز واقارب، عیش وراحت کے سامان کو، تمام مرغوبات کو چھوڑ کر، سب سے منہ موڑ کر، خواہشاتِ نفسانی کو توڑ کر عبدِ ذلیل کی صورت میں، ربِّ جلیل کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے ہمہ تن مستعد وتیار ہیں۔

ورود بہ جدّہ

حالتِ احرام میں تقریباً ایک شب اور ایک دن کے سفر کے بعد سرزمینِ عرب کی بڑی بندرگاہ جدّہ کو پہنچتے ہیں۔ وہاں پاسپورٹ اور ویزا کی تنقیح کے بعد تمام حاجیوں کو منجانب حکومتِ حجاز "مدینۃ الحجاج" میں پہنچا دیا جاتا ہے، جہاں قیام، غسل اور وضو کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ وقتِ واحد میں ڈھائی تین ہزار عازمینِ حج یہاں اُترتے ہیں۔ یہاں عالی شان مساجد بھی ہیں۔ سرزمینِ حجاز کی ان پہلی سجدہ گاہوں میں تمام لوگ فرض نمازیں پڑھتے اور نفل دوگانے بطورِ شکرانہ ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فضل فرمایا۔ جدّہ میں حضرت امّ البشر حوّا علیہا السّلام کی قبر ہے۔ موقع ملے تو وہاں جا کر زیارت کرنا چاہیئے۔ مدینۃ الحجاج میں ایک شب بسر کرنے کے بعد باطہارت وباوضو مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، تقریباً (۳۲) میل کی مسافت طے کرنے کے بعد راستے ہی میں وہ مبارک مقام نظر آتا ہے جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے نیچے بیعت لی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ کے الفاظ میں ہے۔ یہیں سے حدودِ حرم شروع ہو جاتے ہیں۔ حدودِ حرم میں غیر مسلمین کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہ ایسا نظر نواز خوشبودار گلشن ہے کہ جہاں کفر وشرک کے کانٹوں کے لئے کوئی جگہ نہیں، یہاں سے چند میل آگے بڑھنے کے بعد جبلِ نور دکھائی دیتا ہے جس میں وہ غارِ حرا ہے، جو پہلا "مہبط القرآن" ہے۔ اب شہر مکّہ بالکل سامنے ہے۔ نواحی عمارتیں نظر آنے لگی ہیں۔

داخلۂ مکۂ معظمہ

ایک عازمِ حج کے لئے وہ دن اس کی عمر کا مقدس ترین دن ہوتا ہے جبکہ وہ بیت اللہ کے شہر میں داخل ہوتا ہے۔ خشیّتِ الٰہی سے وہ لرزنے لگتا ہے۔ شہر مکّہ میں داخل ہوتے ہی جبلِ بوقبیس پر وہ مسجد بلال نظر آتی ہے جس پر عاشقِ رسول حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے بآوازِ بلند اذاں دی تھی۔ آگے بڑھتے ہیں تو حرم شریف کے بلند مینار نظر آتے ہیں۔ شہر مکّہ کے بیچ میں کعبۃ اللہ یوں واقع ہے جیسے صدف کے اندر موتی۔ اس کے گرداگرد عالی شان عمارتیں بن گئی ہیں۔ شہر مکّہ میں داخل ہوتے ہی تمام حاجی اولاً اپنے اپنے معلّم کے گھر

پہنچ کر بعدِ فراغتِ طعام باوضو ہوکر معلم کی قیادت میں زیارتِ بیت اللہ کی طرف بڑھتے ہیں تاکہ طوافِ قدوم اور سعی صفا و مروہ کے بعد احرام سے فارغ ہوسکیں۔

داخلی حرم شریف

راستے میں تکبیر و تہلیل بلند آواز سے سب مل کر کہتے ہیں۔ بدن پر رعشہ آنکھوں میں آنسو، نگاہ نیچی کئے لرزاں و ترساں، رو بقبلہ سوئے کعبہ بڑھے چلے جارہے ہیں۔ مسجد الحرام کی جدید عظیم سعودی عمارت اور قدیم ترکی عمارت میں سے گزر کر صحنِ حرم میں داخل ہوتے ہی جہاں نور کا عالم ہے اور بیچوں بیچ کعبۃ اللہ سیاہ غلاف اوڑھے ہوئے کھڑا ہے، تمام زائرین حرم صحنِ حرم میں پہنچ کر منبرِ سلیمانی کے قریب سے ہوتے ہوئے بابِ بنی شیبہ سے گزر کر مطاف میں داخل ہوتے ہیں۔ خدا کی شان کہ وہ گھر جس کی طرف رُخ کرکے نادیدہ سجدے کرتے تھے، وہ اب آنکھوں کے سامنے ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ بھی ہمارے سجدوں کا حقیقی مقصود نہیں ہے۔ مرزا غالب کے الفاظ میں ؎

ہے پَرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر، قبلہ نما کہتے ہیں

کعبہ ہمارا مسجود نہیں بلکہ معبودِ حقیقی خدائے ذوالجلال کی شانِ جلال و کمال کا مظہر ہے۔

طواف

تمام حاجی بیت اللہ کے قریب جاتے ہی طواف کی نیت کرکے رکنِ حجرِ اسود سے طواف کا آغاز کرتے ہیں اور اس کے اطراف سات شوط (پھیرے) لگاتے ہیں۔ ممکن ہو تو حجرِ اسود کو بہ اتباعِ سنتِ نبویؐ بوسہ دیا جاتا ہے جسے استلام کہتے ہیں۔ اگر ہجوم زیادہ ہو تو دور ہی سے ہر شوط میں اشارہ کیا جاتا ہے۔ ہر ایک شوط (پھیرے) میں دعائیں بآوازِ بلند پڑھی جاتی ہیں، جو زیادہ تر اظہارِ عبودیت، عظمتِ معبود، اعترافِ خطا اور استغفارِ ذنوب پر مشتمل ہوتی ہیں۔ طواف ایک ایسی عبادت ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی وقتِ مکروہ ہے۔ کعبہ زمین پر عرش کا سایہ ہے اور کعبے کے اطراف مومنین کا طواف ہے۔ عرش کے اطراف ملائکہ کے طواف کی نقل ہے۔ جس طرح کعبہ کے اطراف گھومتے ہوئے بآوازِ بلند ذکر و تسبیح کی جاتی ہے اسی طرح عرش کے گرد گھومنے والے فرشتے بھی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں "وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ"۔

مقامِ ابراہیم

طوافِ بیت اللہ کے بعد مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نمازِ واجب الطواف پڑھی جاتی ہے۔ بابِ کعبہ کے روبرو کھڑے ہوکر دعا مانگی جاتی ہے۔ یہاں کوئی دعا مخصوص نہیں۔ کریم مطلق کے سخاوت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فیاضِ ازل کی رحمت جوش پہ ہے، اور پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اَللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ فقیر کا کام یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر غنی، سخی دل سے خوب دل کھول کر مانگے۔ لہٰذا اے زائرِ حرم! جو دل میں آئے مانگ لے، دونوں ہاتھوں سے رحمت کو سمیٹ کر اپنے دامن میں بھر لے ع آئے تھے خالی، یہاں سے جیب و داماں بھر چلے۔

مقامِ ابراہیم میں وہ پتھر موجود ہے جس پہ کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ تعمیر کیا تھا، اس پہ حضرت کا نشانِ قدم موجود ہے۔

زمزم

دُعا سے فارغ ہو کر آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے حاجی بئر زمزم کے پاس جاتے ہیں جو حضرت اسمٰعیلؑ کا ایک اہمیؑ فیضان عظیم ہے۔ تقریبًا تین ہزار برس پہلے کی بات ہے معصوم و شیر خوار اسمٰعیلؑ کی جاں بلب تشنگی کو دیکھ کر ان کی مقدس ماں ہاجرہؑ شفقتِ مادری سے بیتاب ہو کر دوڑتی ہوئی قریب کی پہاڑی صفا پر چڑھ گئیں۔ وہاں سے نہ پانی نظر آیا اور نہ کوئی قافلہ تو قریب کی دوسری پہاڑی مروہ کی طرف دوڑیں۔ اس جستجو میں جب صفا اور مروہ کے درمیان سات پھیرے ہو چکے تو ننھے تشنہ لب کے قدموں کے پاس ہی پانی کی جھلک اور چمک دیکھ کر اسمٰعیلؑ کے پاس واپس ہو گئیں۔ شدّتِ پیاس اور انتہائے یاس کے عالم میں زمین سے پانی کا اُبلنا ایسا مسرت بخش تھا کہ اُبلتے ہوئے چشمے کے اطراف مینڈھ باندھتے ہوئے فرطِ مسرت میں مَاءٌ زَمْزَمٌ (پانی زیادہ ہے) ماءٌ زمزمٌ فرماتی تھیں اس لئے اُس کنویں کا نام زمزم ہوا۔ تعمیل حکم الٰہی میں خانوادۂ ابراہیمی پر جو مصیبت بطور آزمائش پیش آئی، وہ فی الحقیقۃ دائمی راحت و رحمت کا پیش خیمہ بنی۔

تعمیل حکم کی اس مقدس سنت کو مناسکِ حج و عمرہ میں شامل کیا گیا، یعنے صفا و مروہ پر چڑھنا اور دونوں کے بیچ (مسعیٰ) میں تیز چلنا اور دوڑنا حج و عمرہ میں واجب کیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ (یعنے آبِ زمزم کی یہ برکت ہے کہ جس نیت سے پیا جائے وہ مقصد پورا ہو گا۔)

طوافِ بیت اللہ اور نماز واجب الطواف کے بعد بئر زمزم کے قریب آکر خوب جی بھر کے آبِ زمزم پینا لازمی ہے۔ زمزم پیتے وقت یہ دُعائے ماثورہ پڑھی جاتی ہے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" (یا الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں نفع دینے والا علم کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا اے ارحم الراحمین، تیری رحمت سے یہ سب عطا فرما دے) آب زمزم ایسا پُرکیف ہے کہ پینے والے پیتے جاتے ہیں اور وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کا لطف اٹھاتے ہیں"

مئے کشو! آؤ کہ رحمت کا یہ میخانہ ہے
کیف و مستی کا پیغام یہ خمخانہ ہے
خوب جی بھر کے پیو اور نہاؤ مئے میں
نہ معیّن کوئی مقدار نہ پیمانہ ہے

رشید

سعیٔ صفا و مروہ

اس کے بعد عمرہ کا ایک اہم رکن "سعی" ہے۔ بابِ صفا سے نکلتے ہوئے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ کہتے ہوئے بہ نیت سعی، صفا کی چٹان پر چڑھتے ہیں اور مقررہ دعا پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے چٹان سے اترتے ہیں اور مروہ کی جانب کچھ دور چلتے ہیں اور مَیْلَیْنِ اَخْضَرَیْنِ کے درمیان نشیبی وادی میں

ہلکا ہلکا دوڑتے ہیں۔ پھر باقی حصّے میں معمولی قدموں سے چلتے ہوئے مروہ پہ چڑھتے ہیں۔ یہ ایک شوط (پھیرا) پورا ہوا۔ صفا اور مروہ کے درمیانی حصّے کو مسعیٰ کہتے ہیں۔ جو ابتداءً ایک نشیبی وادی تھی۔ مروہ سے پھر صفا کو اسی طرح واپس جاتے ہیں اور سات پھیرے اس طرح پورے کرتے ہیں کہ ساتواں پھیرا مروہ پہ ختم ہوتا ہے۔ ان پورے سات پھیروں کے مجموعے کو سعی کہتے ہیں۔ یہ تقریباً دو میل کی مسافت طے ہوتی ہے بوقتِ مسعیٰ لمبی دُعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ سفید احرام پہ گرد و غبار کے ساتھ ننگے سر، منزل کی دُھن میں دوڑتے ہُوئے بلند آواز سے ربّ البیت کو پکارتے ہوئے، یہ دیوانے رحمتِ رب کو جوش میں لاتے ہیں۔ ایک عجیب وارفتگی اور شوریدگی کا عالم ہوتا ہے۔ سعی پوری کرنے کے بعد حلق رأس (سر کے بال منڈانا) یا قصرِ شعر کرانا (بال کترانا) ضروری ہے۔ عورتیں صرف ایک اُنگل بال کترائیں تو کافی ہے۔ لیجئے اب عمرہ مکمل ہو چکا۔ اب احرام کی پابندیاں ختم ہو چکیں۔

انتظارِ ایامِ حج

اب ماہ ذی الحجہ کی ۷ تاریخ تک تمام زائرینِ حرام کا محبوب ترین مشغلہ یہ ہوگا کہ مسجد الحرام میں پنجوقتہ نماز باجماعت بہ پابندی ادا کریں کیونکہ یہاں کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ باقی اوقات میں سے زیادہ سے زیادہ وقت طوافِ بیت اللہ میں گذارے، کیونکہ یہ وہ عبادت ہے جو کسی اور جگہ ممکن نہیں۔ طواف سے تھک جائے تو تلاوتِ قرآن کرے۔ اُس سے بھی تھک جائے تو کعبۃ اللہ کو دیکھتے بیٹھیں کہ یہ بھی عبادت ہے اور ایسی کہ جو عمر کے کسی اور حصے میں دیگر جگہ ممکن نہیں۔ مکّہ میں بسر ہونے والا ہر دن زندگی کا ایک یادگار اور اہم دن ہوگا۔ چاہیے کہ ہر روز متعدد طواف کریں۔ حجر اسود کو چومیں، بابِ کعبہ سے لپٹ کر، ملتزم سے چمٹ کر غلافِ کعبہ کو تھام کر رو رو کر دُعائیں مانگتے رہیں۔ حطیم میں نماز پڑھ کر "درونِ کعبۃ اللہ" نماز پڑھنے کا ثواب پائیں۔ میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر اور مستجاب کے پاس کھڑے ہوئے دستِ دُعا پھیلائیں اور استغفار کریں۔ مطاف سے قریب بیٹھ کر طواف کرنے والے پروانوں کی جاں نثارانہ اداؤں کا تماشہ دیکھیں ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

کی تعمیل میں زیادہ سے زیادہ نمازیں مقام ابراہیم کے پاس پڑھتے رہیں۔ آبِ زمزم خوب سیر ہو کر پیتے رہیں، اور "جامِ کوثر" نصیب ہونے کی آرزو کرتے رہیں۔ ہر جمعہ کو منبرِ سلیمانی سے خطبے سماعت کریں۔ صحنِ حرم میں مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوں۔ خوش الحان قاریوں سے قرآنی نغمات سنتے اور سر دُھنتے رہیں۔ جتنے ہو سکیں عمرے ادا کریں۔ کبھی مسجدِ تنعیم (مسجد عائشہ) جا کر احرام باندھیں اور کبھی جعرانہ سے۔ اپنے اپنے

حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ برکتیں لوٹ لیں اور نعمتیں سمیٹ لیں ؎

ہر دم اُسکی عنایت تازہ ہے، اسکی رحمت بغیر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہے کھٹکھٹاتے جاؤ یہ دستِ دُعا خدا کا دروازہ ہے

مکۂ معظمہ کے مقدس مقامات کی زیارتوں کے لئے

امجد

بھی یہ بہت عمدہ موقع ہوتا ہے کہ مولد النبیؐ (موجودہ مکتبہ المکتہ المکرمہ) مولد صدیق اکبرؓ (موجودہ مسجد و مدرسۃ الفرقانیہ) مقام عمر فاروقؓ، مولد علیؓ (موجودہ مدرسۃ النجاح اللیلیہ) مولد فاطمہؓ (دار خدیجۃ الکبریٰ) دارِ ارقمؓ (مقام ایمان عمرؓ) غارِ حرا (جبل نور) مقامِ معجزۂ شق القمر و مسجدِ حضرت بلالؓ (جبلِ بوقبیس) غارِ ثور (جبلِ ثور) جنت المعلےٰ مسجد الجن، سوق اللیل وغیرہم کے جلووں کو اپنی آنکھوں میں سمالیں۔ مسرت کے دن، رحمت کی راتیں تیزی سے گذر جاتی ہیں۔ دیکھتے دیکھتے ماہ ذی الحجہ شروع ہوا۔ لاکھوں حاجی، دنیا کے دُور دراز حصوں سے آچکے ہیں۔ طواف میں دس دس ہزار آدمی شریک ہیں۔ صحن حرم جب دیکھو بھرا ہوا ہے۔ مطاف میں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخوں میں جو بھی جمعہ آئے اُس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے خطیبِ حرم، خطبے میں حج کے احکام سُناتے ہوئے تقویٰ کی تلقین کرتے ہیں۔

ساتویں ذی الحجہ کی نمازِ ظہر کی شان و شوکت کا کیا کہنا۔ آٹھ دس لاکھ آدمی شریک ہیں۔ حرم شریف کے اطراف ایک ایک فرلانگ تک سڑکیں صاف کرائی جاتی ہیں۔ خطیب حرم یا نائب الملک حج کے لئے روانگی کا خطبہ دیتے ہیں ؎

خطبہ ادا کردۂ خطیب عظام زلزلہ فگندہ بہ بیت الحرام

آج کی شب منیٰ چلنے کی تیاری کرنی ہے۔ لیجئے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ بھی آگئی جسے یوم الترویہ کہتے ہیں ؎

ہشتم ذی الحجہ شد اے ساربان ناقہ برقص آر و حُدی بر زبان

روانگی برائے حج

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ قبل نمازِ فجر حرم شریف میں احرام باندھنا افضل ہے۔ اگر آپ کو زمزم سے غسل کرنے کا موقع مل جائے تو نورٌ علےٰ نور۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی تمام حاجی پیدل یا سواریوں پہ جوق در جوق منیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ بہرحال قبل از ظہر منیٰ پہنچ جانا ضروری ہے تاکہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں ذی الحجہ (یوم عرفہ) کی فجر پانچ نمازیں بموجب سنّتِ نبویؐ منیٰ میں ادا کی جاسکیں۔ مسجدِ خیف میں یہ نمازیں باجماعت ادا ہوں تو افضل ہے کیونکہ حج الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں قیام فرمایا تھا اور یہیں نمازیں ادا فرمائی تھیں۔ بیچ صحن میں جہاں حضورؐ اکرم کا مصلےٰ تھا ایک شاندار قبّہ بنا ہوا ہے۔ اس میں کچھ وقت گذارنا انبساطِ روح کا سامان ہے۔ منیٰ میں تقریباً بیس گھنٹوں کا قیام رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وقت تلاوتِ قرآن، نفل نماز اور دعاؤں میں گزرتا ہے۔ رات کا بڑا حصّہ ذکر و تلاوت میں بسر ہوتا ہے۔ منیٰ کا میدان دنیا کا وہ سب سے

بڑا شاندار عارضی کیمپ ہے جو صرف پانچ دنوں کے لئے بستا ہے۔ اس کے باسی طہارت و نظافت میں اپنی مثال آپ ہیں کہ ہر وقت باوضو رہتے ہیں شیطان کا اس میدان میں داخلہ ممکن نہیں کیونکہ "لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ" کے پہرے لگے ہوئے ہیں۔ دینِ حنیفی کی سفید و پاکیزہ وردی کی اس روحانی فوج میں کسی دشمن یا جاسوس کا داخلہ ممکن نہیں کیونکہ اس روحانی فوج کا ہر سپاہی نفسِ امّارہ کو مغلوب کئے ہوئے ہے۔ نہ اُن کو اپنے کھانے پینے کا خیال ہے اور نہ نیند چین کا۔ ان کے دل میں صبر ہے اور زبان پر ذکر و شکر ہے۔ سر میں مغفرت طلبی اور رضا جوئی کا سودا سمایا ہوا ہے۔

وقوفِ عرفات

۹ ذی الحجہ کی صبح صادق کو مسجدِ خیف کی اذاں نے شبستانِ وجود کو لرزا دیا۔ شب بیدار تہجد گزاروں نے مسجدِ خیف میں جگہ پاکر فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ باقی حاجیوں نے اپنے اپنے خیموں میں نماز پڑھ لی، اور طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی میدانِ عرفات کو چلے۔ دیکھتے دیکھتے تھوڑی دیر میں لاکھوں ڈیرے خالی ہوگئے۔ میدانِ عرفات میں دنیا کا سب سے بڑا عارضی شہر صرف (۱۰) گھنٹوں کے لئے آباد ہوا۔ عرفات کا میدان ایک لق و دق صحرا ہے۔ بارہ مربع میل کا کھلا میدان ہے جس کے اطراف ہلال کی مانند پہاڑیاں حلقہ کی ہوئی ہیں۔ خالقِ عرفات نے اس میدان میں ریت کا نرم فرش بچھا دیا ہے۔ میدان کے آخری حصے میں ہلالی پہاڑیوں کے بیچ میں جبلُ الرحمۃ ہے جس کے دامن میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا اور وہیں اونٹنی پر سوار ہو کر حجۃ الوداع کا مشہور و معروف خطبہ دیا تھا۔

وقوفِ عرفات حج کے فرائض میں ہے۔ اس دن کی کوئی عبادت مقرر نہیں ہے، صرف یادِ الٰہی، دعا و مناجات تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جائیں۔ ظہر و عصر کا درمیانی وقت دعاؤں کا خاص وقت ہے۔ اِدھر لاکھوں ڈیروں میں دستِ دعا اٹھے ہوئے ہیں۔ اُدھر ملائکہ صف بہ صف حاجیوں کی تضرع و زاری، خشوع و خضوع اور والہانہ جذبات کا نظارہ کرنے آئے ہیں۔ آج کا دن خوب دل کھول کر بارگاہِ رب العزۃ میں گریہ و بکا آہ و زاری کا دن ہے کہ عمر بھر کی بگڑی آج گھنٹوں میں بن جائیگی۔ وقوفِ عرفات ایک طرف روزِ محشر کا نمونہ ہے تو دوسری طرف اسلام کے عظیم الشان اجتماع و اتحاد کا روح پرور منظاہرہ ہے کہ باہمی الفت و محبت، یکسانیت و یگانگت کے ساتھ شوکت و عظمت بھی ظاہر ہے۔ حرم شریف کی حاضری میں دربارِ خاص کا رنگ ہے۔ یہاں دربارِ عام کا رنگ ہے۔ اس دربارِ عام میں اچھوں کے ساتھ بُرے، زاہد و متقی کے ساتھ فاسق و فاجر، عالم کے ساتھ جاہل سبھی حاضر ہیں۔ سب کے سب اُمیدوارِ فضل و کرم ہیں۔ آج کے دن رحمتِ الٰہی ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کرے گی۔ گیہوں کے ساتھ گھن کی بھی قیمت دی جائے گی بخشش عامہ۔ مغفرت تامہ سے سب سرفراز ہوں گے۔ اے حاجیو! ہمہ تن گوش ہو کر رحمۃ للعالمین کی نوید جانفزا سن لو "عرفات کے دن اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ آدمی یہ گمان کرے کہ اس کے گناہ

نہیں بخشے گئے۔" آج غروبِ آفتاب تک تسبیح وتحمید تہلیل وتکبیر کے ساتھ ربِّ غفور کو پکارنے کا وقت ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ والحمدُ للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبرُ اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ العَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَا کَرِیْمُ کی صدائیں ندائیں، ہر ڈیرے کے اندر سنائی دیتی ہیں۔ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جبل رحمت کے قریب محویت واستغراق کے عالم میں جسطرح دعا مانگی تھی وہ دراصل ہم گنہگار بندوں کو سکھانے کے لئے تھی کہ حضرت ابن عباس کے الفاظ میں کَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْکِیْنِ" حضور اکرم افضل الانبیاء ہونے کے باوجود ایسی انکساری وعاجزی سے دعا مانگ رہے تھے جیسے کوئی بھوکا مسکین اپنے ہاتھ داتا آقا کے آگے پھیلائے ہو۔ یہ دعا گنہگاران اُمت کی بخشائش کے لئے تھی۔ الحمدللہ کہ یہ دعا مقبول ہوئی۔

اجتماعِ ظہرین

عرفات کی ایک خصوصی وامتیازی بات یہ ہے کہ مسجد نمرہ میں مثل جمعہ امام قبل از نماز ظہر حج کے دو خطبے پڑھے گا۔ اہل ذوق و صاحبانِ عزیمت اپنی قیام گاہ سے وہاں جائینگے اور خطبے سنینگے۔ خطبے کے بعد فرض نماز ظہر کی تکبیر ہوگی اور باجماعت نماز ظہر پڑھی جائے گی۔ سلام پھیرتے ہی بلا وقفہ معًا فرض نماز عصر کی تکبیر ہوگی اور باجماعت نماز عصر ادا کی جائے گی۔ ان دونوں کے درمیان اوراد و وظائف تو کجا نماز ظہر کی دو سنتوں کی بھی گنجائش نہیں۔ یہ اجتماع صلوٰتین ان کے لئے نہیں ہے جو اپنے اپنے ڈیروں میں تنہا نماز پڑھیں یا چند خیمے والے مل کر باجماعت نماز پڑھیں، وہ تو ظہر کو ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت ہی ادا کریں گے۔ درمیانی وقت اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک کا وقت دعاؤں کا ہے۔ وہاں جسقدر بھی دعائیں کی جائیں کم ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ مَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ (الٰہی ہمیں اپنی بخشش کی ٹھنڈک، اپنی مغفرت کی شیرینی اور مناجات ورحمت کی لذت چکھادے)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن ربّ العٰلمین کی رحمت گنہگار بندوں سے بہت ہی قریب ہوجاتی ہے۔ آج تو دریائے رحمت جوش میں ہے۔ سائل کے وسعتِ ظرف کا امتحان ہے کہ وہ درِ کریم سے کیا کیا مانگے ہے ؎

تیرے کرم میں نہیں کچھ کمی، کریم ہے تو
مرا قصور رہے جھوٹا امیدوار ہوں میں

مزدلفہ میں شب گذاری

غروب آفتاب کے بعد حجاج میدان عرفات سے نمازِ مغرب ادا کئے بغیر اور راستے میں میدان عرنہ میں ٹھیرے بغیر مزدلفہ کو جاتے ہیں اور رات وہیں گذارتے ہیں۔ مغرب کی نماز نہ میدانِ عرفات میں پڑھی جائے گی اور نہ راستے میں، آج کی نماز مغرب کے تعلق سے حضرت شارع علیہ السلام کا حکم یہی ہے کہ وہ مزدلفہ میں (جس کا قرآنی نام مشعر الحرام ہے) نماز عشا کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ خواہ تنہا ادا کی جائے خواہ باجماعت۔ اس اجتماع صلوٰتین میں باہم ایسا اتصال ہے

کہ مغرب وعشا کی فرض نمازوں کے بیچ میں تکبیر اقامت،
بھی نہیں کہی جائے گی۔ اس باب میں چون وچرا کی گنجائش
نہیں عقلی استدلال کی مجال نہیں۔ ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

خُذُوا عَنِّی مَنَاسِکَکُمْ کا فرمانِ نبوی ایک ایسا
ضابطۂ عمل ہے کہ "واطیعوا الرسول" کی شان کا حامل ہے
لہٰذا ہمارا کام تو شارع اسلام رسول اللہ صلعم کی اتباع کامل
ہے۔ مزدلفہ میں (۴۹) یا کچھ زائد کنکریاں چُن کر ساتھ رکھ
لی جاتی ہیں۔ یہ چنے کے دانے کے برابر ہونگی۔ یہی کنکریاں منیٰ
میں رمی جمار کے لئے استعمال ہونگی۔

عبادتِ مزدلفہ

مزدلفہ کی شب بہت مبارک و مقدس شب ہے۔ بزرگوں
نے اس کو شب قدر سے افضل بتایا ہے۔ عرفات کے بعد یہ دوسرا
مقام ہے جہاں نبی کریمؐ کے دستِ مبارک گنہگارانِ اُمت کی مغفرت
طلبی کے لئے اُٹھے تھے۔ لہٰذا شبِ مزدلفہ کو دعاؤں، تلاوتِ
قرآن مجید یا تسبیح وتحمید میں گزارنا چاہیئے۔ نہ معلوم یہ رات پھر
کب نصیب ہو۔

سفر کی تکان غالب ہو تو باجماعت ادائے صلوٰتین اور
کچھ دیر دعاؤں اور ذکر کے بعد باوضو سو رہیں اور پھر فجر
کی نماز باجماعت طلوع فجر سے قبل ادا کریں تو انشاء اللہ شب
بیداری کا ثواب ملیگا۔

منیٰ کو واپسی

نماز فجر کے بعد منیٰ کی طرف روانگی ہے۔

راستے میں "وادی محسّر" ملے گی۔ حضور اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق
اُس وادی سے تیزی سے گزر جانا چاہیئے کیونکہ وہ "المغضوب
علیھم" کا مقام ہے۔ ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر جب
بیت اللہ پر حملہ کے ارادہ سے آیا تھا، یہیں ٹھیرا تھا اور اسی
مقام پر "طیراً ابابیل" والا عذاب نازل ہوا تھا۔ لہٰذا
تیز روی سے کام لیں اور منیٰ میں پہنچ کر ہی دم لیں۔

دسویں ذی الحجہ کو منیٰ پہنچنے کے بعد یہ مناسک ترتیب
وار ادا کئے جائیں:۔

۱) رمی جمرۂ عقبہ ۲) شکرانۂ حج کی قربانی
۳) حلق راس (یعنے سر منڈانا) یا قصر یعنے بال کتروانا۔
۴) طواف زیارت

رمئ جمار

آج صرف ایک ہی جمرۂ عقبہ (بڑے شیطان) پر کنکریاں ماری جائینگی۔ آتے ہوئے
تو ہر ایک زبان پر لبیک ہے لیکن پہلی کنکری پھینکتے ہی لبیک
کہنا موقوف ہو جائے گا۔ کنکریاں ہاتھ بلند کرکے پھینکی
جائیں گی اور پھینکتے ہوئے بسم اللہ، اللہ اکبر کے کلمات زبان
پر رہینگے، گویا نفس امّارہ کو رجم کر رہے ہیں۔ نیت اور
عہدِ واثق تو یہی ہے کہ جسطرح آج شیطان کو سنگسار کیا
جا رہا ہے ویسا ہی خواہشاتِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی
کو دفع کرتے رہیں گے۔ ؎

بڑے موذی کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا
نہنگ واژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

اس موقع پر یہ دعا کیجاتی ہے کہ اے اللہ جس طرح تو نے

حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو شیطان کے اغوا سے محفوظ رکھا، اسی طرح ہم کو بھی اس کے دھوکے سے بچائے رکھ۔ آج کی حد تک اسی ایک جمرۂ عقبہ پر کنکریاں پھینکنا کافی ہے۔ ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں پھینکی جائیں گی۔ چلو اب قربانی ادا کریں۔

قربانی

حج کی خوشی میں ہر شخص کے دل میں جذبۂ ابراہیمی بھرا ہوا ہے اور وہ شکرانۂ حج کی قربانی کے لئے مستعد ہے۔ حکومت نے منحر "یعنے قربانگاہ" کے طور پر جگہ مقرر کر دی ہے۔ ویسے منیٰ کی ساری وادی منحر و قربان گاہ ہے ؎

عید کا روز ہے عشاق کی مہمانی ہے
جس طرف دیکھو بڑی دھوم کی قربانی ہے

منحر میں اور باہر بھی بھیڑ، بکری، مینڈھے، دنبے ذبح کئے جا رہے ہیں۔ نیز اونٹ اور گائے کی بھی کمی نہیں، اتباعِ سنتِ نبویؐ میں تو اونٹ کی قربانی ہی افضل ہے۔ حاجی قربانی کے جانور کو ذبح کرتے ہوئے یہ عہد کرتے کہ اے اللہ جس طرح اس جانور کا خون تیری رضا جوئی کے لئے بہایا جا رہا ہے اسی طرح شوق و والہیت کے ساتھ میں اپنے اعضا و جوارح کی تمام توانائیوں کو بلکہ اپنے خون کو بھی تیری راہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے قربان کرنے آمادہ ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ اس کی بارگاہ میں تو صدقِ دلی خلوصِ نیت اور تقویٰ ہی مقبول ہے اور قرآن مجید نے بلیغ الفاظ میں اسی کا اعادہ کیا ہے۔ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ

پس قربانی میں حضرت ابراہیمؑ کے فعل سے مشابہت ہے اور اتباع سنتِ نبویؐ ہے۔ نیز حجازی افراد کی نفع رسانی بھی ہے کہ اونٹ اور بھیڑ بکری پالنے والوں کو ان کی سال بھر کی محنت کا کچھ معاوضہ مل جاتا ہے۔ نیز فقراء و مساکین کو اور خود حاجی کو بھی ایسی غذا مل جاتی ہے جو "سید الطعام" ہے۔

لیجئے قربانی سے فراغت ہو چکی۔ اب حلق رأس کرانا ہے۔ سر رئیس الاعضاء اور ادراک و شعور کا مرکز ہے۔ سر منڈانا دلیل ہے اس امر کی کہ حکم الٰہی سر آنکھوں پر ہے اور مخزنِ علم و شعور کا مطیع ہو جانا گویا بدن کے تمام اعضاء و جوارح کو تابع فرمانِ الٰہی بنا لینا ہے۔ ارکانِ حج کی ادائی کے بعد حاجی یوں معصوم ہو جاتا ہے گویا کہ وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ تمام گناہوں کا بال بال جھڑ جانا، ولادتِ ثانیہ کے اس موقع پر سر منڈانے اور قربانی کرنے سے ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر ولادت کے لئے بشکل عقیقہ یہ دونوں امور انجام دینے کا حکم ہے۔ لہٰذا قربانی سے فارغ ہو کر رو بقبلہ بیٹھ جائیں۔ مرد سارا سر منڈائیں کہ یہی افضل ہے۔ حلق رأس کے وقت تکبیر و تہلیل کہتے رہیں اور اپنی اور مسلمانوں کی فلاح کے لئے دعا مانگیں۔ عورتوں کے لئے انگلی کے پور برابر بال کتروانا کافی ہے۔

حلق رأس یا قصر کے بعد احرام کی بہت سی پابندیاں

اُٹھ جاتی ہیں۔ اب حج کا صرف ایک اہم فرض یعنے طواف بیت اللہ باقی ہے جسے طواف زیارت یا طواف افاضہ کہتے ہیں۔

طواف زیارت اس کا افضل وقت دسویں تاریخ ہے ویسے ۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ کو بھی اس کی اجازت ہے۔

مناسب یہ ہے کہ دسویں تاریخ ہی کو نہا دھو کر خوشبو لگا کر مکۂ معظمہ جائیں۔ مسجد الحرام میں داخل ہو کر سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کریں۔ ختم طواف کے بعد حجر اسود کو بوسہ دیں اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر ادا کریں۔ پھر ملتزم کے پاس جا کر اُس سے لپٹ کر دُعا مانگیں۔ پھر زمزم پر حاضر ہو کر آب زمزم خوب سیر ہو کر پیئیں۔ لیجئے طواف زیارت مکمل ہو گیا۔ اب سعی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِس کے بعد منیٰ کو واپس آ جائیں۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں کی راتیں منیٰ ہی میں گزاریں۔ ؎

دن عبادت میں کٹے، رات تلاوت میں کٹے

وقت پر مسجد خیف میں نماز با جماعت افضل ہے۔

۱۱ ذی الحجہ بعد نماز ظہر رمیٔ جمار کی غرض سے رواں ہوں، جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں۔ جمرۃ الوسطیٰ پر سات کنکریاں اور جمرۃ العقبےٰ (جمرۃ الکبرےٰ) پر سات کنکریاں ماریں۔ اس طرح کہ شیطان سے نفرت کا اظہار ہو۔

۱۲ ذی الحجہ اسی طرح ۱۲ ذی الحجہ کو بھی بعد زوال تینوں جمرات پر اُسی ترتیب سے رمی کیجائے۔ اُس کے بعد چاہیں مکۂ معظمہ کو واپس ہو جائیں یا شب منیٰ ہی میں گزار کر تیرھویں تاریخ کو ظہر کے بعد پھر سات سات کنکریاں تینوں جمرات پر پھینک کر انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ مکۂ معظمہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج مکمل ہو چکا اور بارگاہِ حق تعالیٰ سے دو انعامات حاجیوں کو عطا کیئے گئے۔

۱) معصومیت ۲) آئندہ کی پاکیزہ زندگی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں نعمتوں کی قدر کرنا نصیب کرے۔

حاجیو! چلو اس حالتِ پاکیزگی میں روضۂ رسول اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ ؎

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول ؐ کا سرمہ لگائیں ہم
آنکھوں سے اپنی چُن کے مدینہ کے خار و خس
زخمِ جگر کے واسطے مرہم بنائیں ہم
جالی پکڑ کے روضۂ اقدس کی بار بار
سب حالِ دل رسولِ ؐ خدا کو سنائیں ہم
قسمت پہ اپنی فخر کریں سو ہزار بار
روئے نبی ؐ کو خواب میں گر دیکھ پائیں ہم

برسوں کی تمنا پوری ہونے کا وقت آ چکا ہے، اس لئے حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو:۔

روانگی مدینہ منورہ بیت اللہ جو مرکزِ تجلیاتِ الٰہیہ ہے اس کے دیدار و زیارت سے مشرف ہونے کے بعد ہم اُس مقدس سرزمین کو جائینگے جو مہبطِ انوارِ الٰہیہ ہے۔

بیا تا مدینہ نورِ احمد ؐ — بہ بینی از در و دیوار لامع،
جمالِ مصطفےٰ ؐ بے پردہ بینی — چو خورشیدے کہ بے ابرست طالع

مدینہ: رہ وہ مقدس سرزمین ہے، جس کے چپّہ چپّہ پر

ہر دم رحمت برستی رہتی ہے جس کے آگے فلک بھی سرنگوں ہے کیونکہ وہاں محبوبِ کبریا، سردارِ انبیاء باعثِ ایجادِ عالم، فخرِ بنی آدم، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہیں۔ جن کے روبرو ساری خدائی جھکی ہوئی ہے۔ قبۂ اخضر سے ندائے رحمت اُمتیوں کو پکارتی ہے "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" (جو میری قبر کی زیارت کرے اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی) کعبہ ایک عبادت خانہ ہے۔ سبز گنبد جلوۂ محبوبیت کا کاشانہ ہے۔ مکّہ مظہرِ شانِ جلال و کمال ہے۔ مدینہ تجلّی گاہِ جمال ہے سہ

وہ مقامِ عظمت تھا۔ یہ مقامِ اُلفت ہے
سر جُھکا تھا مکّہ میں، دل جُھکا مدینے میں رشید

حضورِ اکرم نے شہرِ مکّہ سے بیحد محبت رکھنے کے باوجود اپنی اقامت و سکونت کے لئے مدینۂ منورہ ہی کو منتخب فرمایا اور بعدِ وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اقدس بھی اسی بقعۂ مبارک میں مکنون ہے۔ لہٰذا مدینہ مومنوں کا دل ہے۔ پس جب روضۂ نبوی کی زیارت کی سعادت نصیب ہو تو کمالِ ادب خشوع خضوع اور طہارت و محبّت کو ملحوظ رکھے۔ ملّا علی قاری اپنی تصنیف "المنسک المتوسط" میں لکھتے ہیں" پھر دل و جسم دونوں سے حضورِ قلب کے ساتھ غایتِ ادب ملحوظ رکھتے روضۂ شریفہ میں حاضر ہو، اس حال میں کہ تواضع، خشوع و خضوع، تذلل و انکسار، خشیت و ہیبت، حلم و وقار و سنجیدگی اپنے اوپر طاری ہو، نظریں نیچی ہوں، اعضا سمٹے سمٹائے ہوئے ہوں۔ قلب یکسو ہو، دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھے ہوئے ہو۔ چہرہ، روئے مبارک کے سامنے ہو، پُشت قبلہ کی طرف ہو، ادب کے ساتھ جالی مبارک کے پاس آئے اور تقریباً چار ہاتھ کے فاصلے پہ کھڑا رہے۔ اُس سے زیادہ قریب نہ آئے کہ اس سے زیادہ قریب آنا آدابِ صالحین میں داخل نہیں ہے"۔

ہماری آنکھیں حضور کا جمالِ باکمال نہ دیکھ سکیں، ہمارے کان آپ صلعم کی نوائے دلنواز سُننے کے قابل نہیں، لیکن حضور صلعم تو ہمیں دیکھتے، ہمارے صلوٰۃ و سلام اور عروض معروض کو اپنے گوشِ اقدس سے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ غلام کا اپنے آقا کے ظلِ رحمت و عاطفت میں پہنچ جانا کتنی بڑی سعادت ہے۔ ظاہری طور پر بھی مدینہ کی ہوا عطر بیز، پانی نفیس و شیریں، مناظر خوشنما باشندے لطیف و بامروّت ہیں اور ماحول ایمان افروز اور رُوح پرور ہے۔

آدابِ حاضری

مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی غسل کر کے نفیس و نظیف کپڑے پہن کر مشک کی خوشبو لگا کر مسجد النبی صلعم کے دروازے پہ حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے چند لمحات توقف کرے گویا اجازتِ حاضری کی عاجزانہ استدعا ہے۔ پھر بسم اللہ کہہ کر مسجد میں داخل ہوں۔ دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کر کے باادب گردن جُھکائے ہوئے گناہوں کی ندامت پہ شرمسار ہو کر مواجہ شریف میں حاضر ہوں اور مذکورۂ بالا آداب کو ملحوظ رکھ کر بارگاہِ نبوّت میں سلام عرض کریں۔ اس سلام کی عزّت و تکریم کیا بیان کی جائے المسلک المتوسط میں درج ہے کہ

"انه صلی اللہ علیہ وسلم عالم بحضورك وقیامك وسلامك" یعنے بے شک رسول اللہؐ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام افعال و احوال اور تیرے سفر و قیام سے آگاہ ہیں"۔ معتدل آواز سے صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔ "لا ترفعوا اصواتکم" کا درس ادب ملحوظ رہے بعد سلام حضورِ اکرمؐ سے اپنے لئے اپنے والدین کے لئے عموماً صدقِ دل سے شفاعت طلب کریں ۔۔۔ خوشا نصیب کہ یہ سعادت نصیب ہوی۔ مبارک باشد و باشد مبارک ؎

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حج بیت اللہ کی نعمت کے ساتھ ساتھ زیارت روضۂ رسول اللہ کی نعمت بھی نصیب ہوئی نورٌ علیٰ نور ؎

حاصل عمر نثار رہِ یارے کردم شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

دربارِ شہنشاہِ اسلام میں سلام گزراننے کے بعد ذرا جانب مشرق ہٹ کر باادب کھڑے ہو کر شہنشاہِ اسلام کے دو وزیرانِ تقدس نشان کی بارگاہ میں بھی سلام عرض کریں اور حضورؐ کی شفاعت نصیب ہونے کے لئے وسیلہ کی درخواست کریں۔ الحمد للہ اس سعادتِ عظمیٰ کے بعد اب مسجد النبیؐ کی رحمتیں نعمتیں جی بھر کر لوٹ لینے کا وقت ہے لیکن پہلے جنۃ البقیع کی زیارت سے فارغ ہونا بہتر ہے۔

جنت البقیع

حضورؐ اکرم کے مزار کے بائیں جانب خانوادۂ نبوت کے ارکان اور آپ کے اصحاب کرام کا وہ مقدس قبرستان ہے جسے جنت البقیع کہتے ہیں۔ اسی جنت کے پھولوں۔ سے ہی گلزارِ جہان کی رونق و بہار ہے۔

ان پھولوں کے نام فاطمہ زہرا رضؓ، حسنؓ وغیرہ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے لختِ جگر ہیں۔ اسی جنت میں امہات المومنین بھی ہیں، اسی میں ابنائے اطہار بھی ہیں اور بناتِ طیبات بھی (رضوان اللہ علیہم علیہن اجمعین) نیز یہاں ہزاروں غازی و شہید صحابۂ کرام بھی آرام فرما ہیں۔ یہاں جس مزار کی مٹی لیکر سونگھئے اس سے حبِ رسولؐ کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت یعقوبؑ کو کافی فاصلہ سے پیراہن یوسفؑ سے بوئے یوسفؑ آگئی تھی، پھر جن عاشقانِ رسولؐ کا اُن کی زندگیوں میں سنتِ نبویؐ پر پورا پورا عمل تھا ان کی مٹی میں حبِ رسول صلعم کی خوشبو کیوں نہ مہکے۔

زائرین جنت البقیع میں داخل ہوتے ہی السلام علیکم دار قوم مؤمنین کہتے ہیں۔ پھر اندر جا کر ایک ایک مقام پر ٹھیرتے ہوئے رسول اللہؐ کے جگر گوشوں اور ازواجِ مطہرات کی قبروں کے پاس سلام پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد مزاراتِ حضرت سیدنا عثمان ذی النورین رضؓ سیدنا عقیل رضؓ سیدنا امام مالکؒ حضرت امام نافعؒ حضرت حلیمہ سعدیہ رضؓ وغیرہم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اللھم اغفر لجمیع اھل البقیع واغفر لنا معھم۔

چالیس نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہمیں مدینہ طیبہ میں کم از کم آٹھ دن ٹھیرنا ہے۔ اس دوران میں ہر روز ریاض الجنۃ، محراب النبیؐ منبر شریف، اسطوانۂ عائشہؓ، اسطوانۂ توبہ، ستون حنانہ اسطوانۂ سریر، اسطوانۂ علیؓ، اسطوانۂ الوفود، اسطوانۂ التہجد، اسطوانۂ جبرئیلؑ کے پاس فرض نمازیں

اور نوافل ادا کرنے کا موقع ہے۔ اپنے اپنے حوصلے کی بات ہے کہ چند کلیوں پر قناعت کر لیں یا اپنے دامن میں پورے گلستان کو بھر لیں۔ نیز "صُفّہ" پر جی بھر کر تلاوت کرنے اور مدینہ منورہ میں دیگر مساجد خصوصًا مسجد قبا میں نمازیں پڑھنے کا موقع ہے۔ حضور اکرم ؐ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کے مزارِ مبارک کی زیارت بھی عاشقوں کے لئے سیرِ جنت سے کم نہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے آٹھ دس دن گزر گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مکہ معظمہ کو واپسی

مواجہ شریف میں حاضر ہو کر وداعی سلام گزران کر حسرت بھری نظروں سے حضور ؐ کے سبز گنبد اور مسجدِ نبوی ؐ کے بلند میناروں کو دیکھتے ہوئے مدینۂ منورہ سے احرام باندھ کر مکہ معظمہ کو واپس آئے۔ مکہ معظمہ میں قیام کی مقدس گھڑیاں بھی جلد جلد گزرتی گئیں۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جو واپسی کے لئے مقرر تھا۔ خرمنِ دل پہ بجلی گری ـــــ

افسوس! کہ سرزمینِ حرم میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔

؎ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

طوافِ وداع

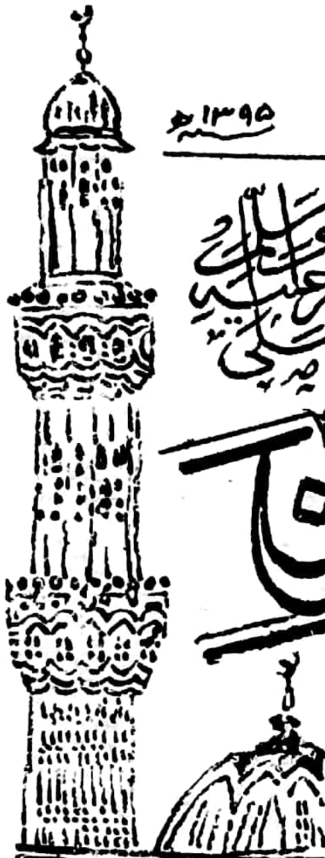
افسوس کہ حرمِ محترم میں عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ اب طوافِ وداع کے لئے بیت اللہ کے قریب گئے۔ بوجھل قدموں سے سات پھیرے طواف کے پورے کئے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیا کہ یہ ختمِ طواف کی مُہر ہے۔ مقام ابراہیم پہ دو رکعت نماز پڑھ کر چاہِ زمزم پہ جا کر آبِ زمزم خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر ملتزم سے لپٹ لپٹ کر دُعائیں مانگیں اور آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے حجرِ اسود کو وداعی بوسہ دیا اور بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں حرم شریف سے باہر نکلے ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہلِ حرم ہم تو سفر کرتے ہیں

مکہ معظمہ سے جدہ اور جدہ سے وطن واپسی ہوئی۔

ع خدایا ایں کرم بارِ دگر کن۔ آمین

(احقر العبید عبدالرشید)



زیارتِ روضۂ شاہِ کونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے مایہ سہی لیکن، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

از مولوی حافظ بشیر الحق
قریشی ادھونی (آندھرا پردیش)
(مولوی فاضل سال اول) دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطبؒ ویلور
قدس سرہ العزیز

حضرت اقدس عالیجناب مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمدؐ طاہر صاحب قبلہ قادری دامت برکاتہم العالیہ ناظم دارالعلوم لطیفیہ کی خواہش رہی کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ مطہرہ پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا جائے۔ اس موضوع پر میں نے مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جن میں علامہ تقی الدین سبکی شافعی علیہ الرحمہ کی عربی تصنیف شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام انتہا سے زیادہ دل لبھائی۔ میں نے بھی علامہ موصوف ہی کے تتبع میں زیارتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ زیارتِ قبور، حیات انبیاء علیہم السلام، سماع موتیٰ اور حیات و ادراک اور اصحاب پاک طینت کے روحانی فیوضات و برکات اور تصرفات کا بھی سرسری جائزہ لے لیا ہے تاکہ ناظرین کرام کے ذہن میں ان مسائل کی بھی ایک واضح تصویر جاگ اٹھے۔

اسلام نے حیات انسانی کو دو شعبوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک حیات دنیوی، دوسرا حیاتِ اُخروی۔ انسان کی دنیوی زندگی ایک مختصر اور محدود دَور پر مشتمل ہے۔ جس کا آغاز پیدائش اور اختتام موت ہے اور اخروی زندگی جو انتہا کے تصور ہی سے ناآشنا ہے، قبر سے شروع ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کا یہ دَور جداگانہ عناصر پر مشتمل ہے جو عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے، کہ

اہم زندگی کے لئے بھی سماعت، کلام، ادراک اور روح کا جسم میں لوٹ آنا ثابت ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی روایت کردہ حدیث ملتی ہے عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع فی القبر الخ جب انسان کو قبر کی آغوش میں لٹا کر اس کے احباب اور خویش و اقارب رخصت ہو جاتے ہیں تو اس وقت مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس کے نزدیک دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر نبی کریمؐ کے بارے

میں دریافت کرتے ہیں۔ اس پر مردہ جواب دیتا ہے کہ محمدؐ خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ پھر اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ اس جہنمی ٹھکانہ کی طرف دیکھو جس کو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت سے تبدیل کر دیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ دونوں فرشتے ہر انسان کو نظر آتے ہیں۔ لیکن کافر، منافق سے جب آنحضرتؐ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ لوگ ان کے بارے میں جو کہتے تھے میں بھی وہی کہا کرتا تھا۔ اس جواب لاعلمی پر لوہے کی گرز سے خوب زد و کوب ہوتی ہے جس پر وہ چیخ و پکار شروع کر دیتا ہے اس کے چلّانے کو انس اور جن کے علاوہ ساری مخلوقات سنتی ہیں۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے ان الملکین یقولان للمومن نم کنومۃ العروس قبر میں دو فرشتے مومن سے کہتے ہیں، اس دولھے کے مانند سو جاؤ جس کو اہلیہ کے سوا کوئی نہیں جگاتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تم عذاب قبر کی صعوبتوں سے مامون اور محفوظ ہو۔

بخاری شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو: عن قتادۃ قال ذکر لنا انس بن مالک ان نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں جنگ بدر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوبیس رؤساء قریش کو ایک گندے کنویں میں پھینک دینے کا حکم صادر فرمایا۔ معرکہ آرائی تھمنے کے تین یوم بعد جب ہم مقام بدر سے کوچ کرنے لگے تو آنحضرتؐ اس کنویں کی سمت چل پڑے اور ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے۔ حضورؐ اس کنویں کے کنارے کھڑے ہو گئے اور اکابرین قریش کے نام لیکر خطاب کرنے لگے اگر تم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت قبول کر لئے ہوتے تو آج تمہیں کتنی نعمتیں حاصل ہوئی ہوتیں، ہمارے پروردگار نے ہم سے جس نصرت و تائید کا وعدہ کیا تھا، بے شک آج ہم اس کو پا چکے ہیں۔ کیا تمہارے پروردگار نے تم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا اس کو پا چکے ہو؟ آنحضرتؐ کی اس گفتگو کو سن کر حضرت عمر فاروقؓ پوچھ بیٹھے، یا رسول اللہ آپ ان مُردوں سے کلام فرما رہے ہیں، جن کے اندر روح نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس سوال پر حضورؐ کہنے لگے، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے، میں ان سے جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ تم سے کہیں زیادہ سُن رہے ہیں۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخروی زندگی کا رشتہ بھی سماعت اور کلام سے منسلک ہے، کیونکہ حدیث کا یہ جملہ انسان کے سوا ہر شئی مردہ کی آواز کو سُنا کرتی ہے، اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ "زبان حال" اور "کلام حال" نہیں بلکہ کلام حقیقی اور کلام ناطق ہے ورنہ یہاں یہ صورت پیدا ہو سکتی تھی کہ اس کو "زبان حال" سے تعبیر کیا جاتا، لیکن جب اس کلام کو انسان کے سوا دوسری مخلوقات سننے پر قادر ہیں تو یقیناً زبان حال ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں انسان زبان حال کو بحسن و خوبی سمجھنے پر قدرت رکھتا ہے۔

عذاب قبر کی احادیث جن کی صحت پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے ان سے میت کیلئے حیات، ادراک، حس اور جسم میں روح کی مراجعت ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

کہتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی معیت میں میرا اور میرے ساتھی کا گذر قبرستان سے ہوا۔ حضورؐ اچانک دو قبروں کے درمیان رُک گئے۔ آپ کا چہرہ متغیر ہونے لگا۔ آپؐ نے کھجور کی ڈالی طلب کی جسے حاصل کرنے کے لئے میں اور میرے ساتھی دونوں دوڑ پڑے، حضورؐ نے اس ڈالی کے دو حصے کیا' اور دونوں قبروں پر نصب فرمایا۔ اس کے بعد ہم سے یوں گویا ہوئے کہ یہ صاحبان قبر عذاب میں مبتلا ہیں اور وہ بھی کسی اہم بات پر نہیں بلکہ معمولی سی چیز پر انہیں یہ سزا دی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک پیشاب کی پاکی کا اہتمام نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنی زبان سے لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا جب تک یہ ڈالیاں تر ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

عذاب قبر سے متعلق حضرت عمرؓ کی روایت کردہ حدیث ہے جس سے اس کے اندرونی ماحول کی عکاسی ہوتی ہے کہ فرشتہ قبر کے اندر ایک اندھے اور بہرے شخص کی طرح لوہے کی سلاخ سے مسلسل پیٹتا رہے گا۔ اس کی ضرب اتنی سخت ہوگی کہ اگر اس میت کی جگہ ایک پہاڑ بھی ہوتا تو وہ ریزہ ریزہ بن جاتا۔ اس میت کی آہ و بکا اور چیخ و پکار کو انسان اور جن کے سوا ساری مخلوقات سنا کرتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی حیات بعد ممات کو ثابت کر رہا ہے میں آنحضرتؐ کے روضہ میں عمرؓ کی تدفین کے بعد ان سے حیا کرتے ہوئے بغیر چادر اوڑھے ہوئے داخل نہیں ہوئی۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ وقت سوال میت کی طرف روح لوٹا دی جاتی ہے۔ اگر انسان نیک اور صالح ہے تو اس وقت سے قیامت تک انعام الٰہی سے مستفیض ہوتا رہے گا۔ اگر معاملہ برعکس رہا تو قیامت تک دردناک عذاب سے دوچار رہے گا۔

"شامل" میں امام الحرمین لکھتے ہیں کہ 'عذاب قبر' قبر میں زندگی' اور روح وجسم کے تعلق پر ائمہ سلف نے اتفاق کیا ہے۔

احادیث کی چھان بین سے اتنی بات تو ذہنوں میں سما جاتی ہے کہ قبر میں اتقیاء اور صلحاء کے لئے راحت و ثواب اور اشقیاء کے لئے عذاب وعقاب ثابت ہے، اور عقل تقاضہ کرتی ہے کہ عذاب وثواب اور راحت وتکلیف کے لئے ادراک اور حس کا ہونا لازمی ہے اور حس وادراک کے لئے حیات لازمی ہے اور نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب اور ثواب کے لئے زندگی لازم ہے لیکن دنیوی زندگی پر قیاس کرتے ہوئے اس کے لئے بھی وہی لوازمات اور قیودات منطبق نہیں کر سکتے جو کہ دنیوی زندگی میں بنیادی اور ترکیبی عناصر کا رول ادا کرتے ہیں جیسے طعام وشراب اور روح کے لئے جسم وغیرہ' میں نے ابتداء ہی میں وضاحت کر دی تھی کہ یہ زندگی عقل وادراک کے دائرہ سے خارج ہے مگر جب زبان نبوت سے اس اخروی زندگی کی وضاحت ہو رہی ہے' تو لامحالہ تسلیم کے سوا کوئی سبیل ہی نہیں ورنہ انکار کی صورت میں آخرت کے سارے منازل ناقابل حل چیستان بن سکتے ہیں۔

جب عام انسانوں کے لئے اس قسم کی زندگی ثابت

ہوسکتی ہے تو انبیاء شہداء اور صالحین کے لئے بدرجۂ اولیٰ ہے مسلم شریف کی یہ حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کے لئے واضح تفسیر ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں، مجھے انبیاء کی جماعت دکھلائی گئی، اچانک میری نگاہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پہ جم گئیں، وہ محو نماز تھے، اور وہ ایسے لگ رہے تھے گویا قبیلۂ شنوءۃ کے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو بھی میں نے حالت نماز میں دیکھا۔ وہ عروہ بن مسعود ثقفی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میں نے دیکھا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور وہ تمہارے صاحب کے مانند ہیں (صاحب سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابراہیم آنحضورؐ سے مشابہت رکھتے ہیں) نماز کا وقت قریب آپہنچا۔ میں نے ان لوگوں کی امامت فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے کہا، اے محمد انہیں سلام کیجئے، یہ دوزخ کے مالک ہیں، میں ان کی جانب متوجہ ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً انہوں نے سلام میں پہل فرمایا۔

حضرت انس رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نماز پڑھتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں، میں موسیٰ کی قبر کے پاس سے گذرا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ابو داؤد میں ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پہ حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

ان کے علاوہ واقعہ معراج کی تفصیلات فراہم کرنے والی ساری حدیثیں جن کے مضامین سے حضورؐ کا انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان سے گفتگو کرنا اور انبیاء کا حضور سے گفتگو کرنا اور حضورؐ کا انبیاء کی امامت کرنا اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا ثابت ہے اور یہ ساری باتیں حیات انبیاء پہ دلالت کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں واقعۂ معراج حالت بیداری میں وقوع پذیر ہوا تھا اور اسی پہ جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے۔ ولو بالفرض اس کو منام یا رؤیا پہ بھی محمول کیا جائے تب بھی انبیاء کا خواب حق ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اور یہی شواہد حیات محمدیؐ کے لئے بھی کافی ہیں۔ مزید براں یہ حدیث آپ کے حیات کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ روئے زمین پہ فرشتوں کو پھیلا دیا ہے کہ وہ میرے امتی کے بھیجے ہوئے صلوٰۃ و سلام مجھ تک پہنچا سکیں۔ جو شخص میری قبر کے قریب آکر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اس کو میں خود ہی سن لیتا ہوں۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعی رح حیات نبوی پہ مفصل بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔ حضورؐ کی حیات پہ شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ آپ پہ جو موت طاری ہوی تھی وہ عارضی اور غیر استمراری تھی بلکہ اس کے بعد آپ زندہ کئے گئے۔ اگر موت استمراری تسلیم کیا جائے تب بھی حیات اخروی ثابت ہوجاتی ہے اور یہ زندگی حیات شہید سے بھی اعلیٰ و افضل ہے۔

اس کے بعد علامۂ موصوف صاحب "تلخیص" اور امام الحرمین کے بیانات نقل فرماتے ہیں۔

فعد صاحب التلخیص من الشافعیۃ فے

خصائصه ان ماله بعد موته قائم علی نفقته وملکه وقال امام الحرمین ان ماخلفه بقی علی ما کان فی حیاته فکان ینفقه ابوبکر منه علی اهله وخدمه وکان یری انه باق علی ملك رسولﷺ فان الانبیاء احیاء۔

صاحب "تلخیص" لکھتے ہیں کہ حضورﷺ کے وصال کے بعد آپ کا مال نفقہ اور ملکیت پر ویسے ہی باقی رہے گا۔

امام الحرمین فرماتے ہیں۔ حضورﷺ کا مال جو آپ کی حیات ظاہری میں صرف کیا جاتا تھا ایسے ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی صرف کیا جائیگا۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ آپ کے خدام اور اہل پر خرچ کیا کرتے تھے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ مال جو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے اب بھی حضورﷺ ہی کی ملکیت پر برقرار ہے۔ اس لئے کہ انبیاء زندہ ہیں اور ملکیت کا تبادلہ موت کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مردے زندوں سے اور زندے مردوں سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ احادیث اور ائمہ سلف کے اقوال اور تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایکدوسرے سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انبیاء صلحاء اور اولیاء کے فیوضات روحانی سے زندوں کو افادہ اور اسی طرح زندوں سے مردوں کو استفادہ ہوتا ہے اور اہل عالم کیلئے بزرگان دین کے فیوضات حیات وممات دونوں حالتوں میں برابر جاری رہتے ہیں۔ علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جن افراد سے ان کی زندگی میں استعانت طلب کی جاتی رہی ہے ان سے بعد ممات بھی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

علامہ موصوف کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ بعد ممات بھی زندوں کی مدد فرما سکتے ہیں۔

"تذکرۃ الاولیاء" میں حضرت فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت ہے جسکو "اویسیانؒ" سے تعبیر کیا جاتا ہے انہیں شیخ کامل کی ضرورت نہیں بلکہ نبیؑ ہی سے بلاواسطہ شیخ کامل تربیت کا شرف حاصل ہوتا ہے جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، اگرچہ کہ آپ نے بظاہر حضورﷺ کو نہیں دیکھا لیکن بالراست حضورﷺ سے پرورش پانے کی سعادت حاصل ہے۔

یہ چیزیں اس حقیقت کی غمازی ہیں کہ انبیاء اور صالحین دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنے تصرفات باطنیہ اور فیوضات روحانیہ سے اہل عالم کو مستفیض فرماتے ہیں۔

اسی طرح زندوں سے مردے بھی مستفیض ہوا کرتے ہیں۔ حضورﷺ فرماتے ہیں میت کی مثال قبر کے اندر ایک غوطہ کھانے والے شخص کی طرح ہے جو کسی کی مدد کا انتظار کرتا رہتا ہے ایسے ہی مردہ بھی اپنے بھائی، باپ، ماں یا احباب کی جانب سے دعائے مغفرت کا انتظار کرتا رہتا ہے وہ دعا جب اس کو پہنچتی ہے تو یہ اس کے نزدیک دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاؤں سے قبروالوں پر پہاڑ کے مثل اپنی رحمت نچھاور کر دیتا ہے۔ یقیناً زندوں کی جانب سے بہترین تحفہ اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ "شرح عقائد نسفی" میں رقمطراز ہیں وفی دعا الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات!

مُردوں کے حق میں زندوں کے دُعا کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

علامہ تقی الدین شافعی نے زیارت قبور پہ سیر حاصل بحث کرنے کے بعد زیارت کی چند قسمیں شمار کی ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ زیارت مستحب ہے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد دہانی ہو جاتی ہے، خواہ زائر صاحب قبر سے متعارف نہ ہوا ور اس کے دُعائے مغفرت بھی نہ کیا ہو۔

دوسری قسم اپنے اہل وعیال ورخویش واقارب کے لئے دعائے مغفرت کی خاطر زیارت کرنا جیسے حضورؐ کا اہل بقیع کی زیارت کرنا۔ یہ ہر مسلمان میت کے حق میں مستحب ہے۔

اور تیسری قسم صاحب مزار سے فیضان حاصل کرنے کی نیت سے زیارت کرنا بشرطیکہ صاحب قبر صالح اور نیک آدمی ہو، علماء کے ایک طبقہ نے اس نوعیت کی زیارت کو ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ انہوں نے یہ حصر کیا ہے کہ تحصیل فیضان و برکات اور استفادہ کی نیت سے صرف قبر انور صلی اللہ علیہ وسلم، اور دیگر انبیاء او رمرسلین کے مزارات کی زیارت کرنا درست ہے لیکن جمہور کے نزدیک ہر صالح اور نیک آدمی کی زیارت اس نیت سے کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

آمدم برسر مطلب! زیارت نبی کریمؐ کے جواز میں معاذ اللہ عدم رضا پہلو کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ نہ صرف مستحب بلکہ احب مستحبات اور افضل عبادات میں شامل ہے۔ حتیٰ کہ بعض مالکی علماء نے آنحضورؐ کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے اور اکثر و بیشتر فقہاء کے نزدیک حضورؐ کی زیارت کرنا سنت، مندوب اور مستحب ہے۔ اور حضورؐ کی زیارت کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور اجماع امت سے ہے۔ قرآن کریم ناطق ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

یہ آیت پاک مسلمانوں کے ذہن کو اس امر کی جانب پھیر رہی ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضری دیں اور آپ سے شفاعت کی درخواست پیش کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور حضورؐ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں، تو ضرور مسلمان اللہ کو توبہ قبول کرنے اور رحم وکرم کرنیوالا پائیں گے۔

جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں اس آیت کریمہ کا حکم رہا ہے ایسے ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی برقرار ہے کیونکہ حضور کی شفاعت اور استغفار ہر امتی کے حق میں ثابت ہے، چنانچہ مذکورہ آیت اور یہ چھوٹی سی آیت واستغفر لذنبك و للمومنين والمومنات (اے نبی) اپنے لئے اور مومنین و مومنات کے لئے استغفار فرماتے رہیئے) اور یہ حدیث شریف اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ آنحضورؐ قیامت تک اسلام میں داخل ہونے والوں کیلئے استغفار فرماتے رہینگے۔

عن بكر بن عبد الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حياتى خير لكم تحدثون ويحدث لكم فاذا مت كانت وفاتى خير الكم تعرض على اعمالكم فان رأيت خيرا حمدت الله وان رأيت غير ذلك استغفرت الله لكم بکر بن عبد اللہؓ کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لئے میری حیات باعث خیر ہے جس میں تم

مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں بھی تم سے کلام کیا کرتا ہوں اور جب میں اس دار فانی سے کوچ کر جاؤں تو میری وفات تمہارے لئے خیر واحسان ثابت ہوگی۔ میرے سامنے تمہارے اعمال پیش ہوتے رہینگے۔ اگر وہ اچھے ہوں تو میں خدا کا شکر ادا کرتا رہوں گا اور اگر نیک نہیں ہیں تو میں تمہارے لئے شفاعت کرتا رہوں گا۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں حضورؐ کی عیادت پرسی کیلئے کاشانۂ نبوت پہ حاضری دیا۔ اسوقت سرور کونینؐ تنہا تشریف فرما تھے۔ میں سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کبیدہ خاطر نظر آرہے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا وجہ ہے کہ آپ رو رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت کیلئے آنسو بہا رہا ہوں۔ اب تک میری موجودگی میں ان سے جو غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہو رہا تھا میں ان کی شفاعت کیا کرتا تھا لیکن میں اب انہیں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں ابھی حضور یہ بات کر ہی رہے تھے آپ کے چہرۂ انور پہ تبسم کے آثار نمایاں ہونے لگیں۔ میں فوراً پوچھ بیٹھا یا رسول اللہ کیا بات ہے آپ خوش خوش نظر آرہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے انہوں نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ کے وصال کے بعد جو بھی آپ کے قبر کی زیارت کرے گا میں اسکو بخش دوں گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی بلند پایہ تصنیف "جذب القلوب الی دیار الحبیبؐ" میں دیا[illegible] بحث فرماتے ہوئے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس کی روایت حافظ ابو عبداللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی ہے۔

حضورؐ کی رحلت کے تین دن بعد ایک اعرابی آپ کی زیارت کے لئے آیا اور قبر انور کی خاک اپنے سر پہ ڈالتے ہوئے التجا کرنے لگا۔ یا رسول اللہؐ آپ نے جو کچھ خدا سے سنا اس کو ہم نے آپ سے سنا۔ اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا اس کو ہم نے آپ سے یاد کیا۔ آپ پہ نازل شدہ آیات میں سے ایک یہ بھی ہے ولو انھم اذ الخ یا رسول اللہ آپ میرے لئے دُعائے مغفرت فرمائیں۔ میں نے بھی اپنے نفس پہ ظلم کیا ہے اعرابی کا اتنا عرض کرنا ہی تھا قبر انور سے صدا بلند ہوئی، قد غفر اللہ لک اللہ نے تمہیں بخش دیا۔

علامہ ابن کثیر اپنی معرکۃ الآرا تفسیر میں آیت ولو انھم اذ ظلموا کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد ابن حرب ہلال کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں قبر انور کے زیارت سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہیں بیٹھا رہا۔ اسی اثنا میں روضۂ اقدس پہ ایک اعرابی کا ورود ہوا۔ وہ حضورؐ سے مخاطب ہوکر عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ خدا نے آپ پہ سچی کتاب نازل فرمائی جس کے اندر یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب مسلمان اپنے اوپہ ظلم کرکے تمہاری بارگاہ میں آپہنچیں، اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور آپ بھی ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور مسلمان اپنے پروردگار کو تو بہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا پائیں گے۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ اللہ سے میری

شفاعت فرمائیں۔ یہ معروضہ پیش کرنے کے بعد اعرابی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اسکی زبان سے مدحت پیمبرؐ میں یہ موتیاں جھڑنے لگیں:۔

یا خیر من دفنت بالبقاع اعظمه
فطاب عليهمن البقاع والاكم
نفسي الفداء القبر انت ساكنه
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

اے وہ مبارک و مسعود ذات جس کی ہڈیاں ہموار زمین سے پیوست ہیں اور جنکی کیف آور خوشبو سے یہ زمین ہموار اور اطراف واکناف کے ٹیلے مہک رہے ہیں میں اپنی جان اس قبر انور پر نثار کرتا ہوں جو جود و کرم اور عفاف کا منبع و مخزن ہے اور جس میں آپ جلوہ افروز ہیں۔

محمد ابن حرب کا کہنا ہے کہ وہ اعرابی روضہ شہ کونین سے واپس چلا گیا۔ میں بدستور وہیں بیٹھے یہ سب دیکھ رہا تھا اتنے میں مجھ پہ غنودگی چھا گئی خواب میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضور مجھ سے کہہ رہے ہیں جاؤ اس اعرابی کو خوشخبری سنا دو کہ اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیا ہے۔

ان واقعات اور احادیث کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ آیت ولو انهم ظلموا کا حکم صرف عہد نبویؐ سے منسلک نہیں ہے بلکہ تا قیامت اس کا حکم جاری ہے اور جب بھی کوئی مسلمان کاشانۂ نبوت پہ حاضر ہو کر حضور سے شفاعت کا طلبگار ہو تو یقیناً حضور کا دریائے رحمت و شفقت موجزن ہو جائے گا اور وہاں سے بامراد واپس ہوگا۔

سنت رسولؐ سے زیارت قبر انور کا نہ صرف جائز ہونا ثابت ہے بلکہ استحباب اور بعض مواقع پہ وجوب بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میرے قبر کی زیارت نہیں کی تو گویا اس نے مجھ پہ بہت بڑا ظلم کیا۔ اس حدیث سے ایک حاجی کے لئے زیارت لازمی اور ضروری ہے۔ اسی طرح آپ کی یہ حدیث زیارت کو لازم کر دیتی ہے۔ میری امت میں سے جس آدمی کو وسعت اور قدرت میسر ہو لیکن اس کے باوجود وہ میری زیارت کے لئے نہ آئے تو اس کے لئے کوئی عذر اور بہانہ نہیں ہے۔ حضورؐ کے اس تہدید آمیز قول کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ بارگاہ خیر الانام میں زیارت کیلئے حاضری دے۔

قرآن اور حدیث کے علاوہ حضورؐ پرنور کی زیارت پر امت کا اجماع ہو چکا۔ اگر یہ فعل ناجائز اور بدعت ہوتا تو یقیناً حضورؐ کی امت اس مسئلہ پہ متفق نہیں ہو سکتی۔ بعض علماءؒ نے محض زیارت قبر انور کے ارادے سے سفر اختیار کرنے کو ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے قول کی بنیاد اس حدیث پہ رکھی ہے جس میں حضورؐ صرف تین مساجد مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی کے سوا سفر اختیار کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

احادیث اور صحابہ کی مقدس زندگیوں کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض زیارت ہی کی نیت سے سفر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص میرے قبر کی زیارت کرے اس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔ دوسری حدیث ہے جو شخص صرف میری زیارت کے قصد سے آئے گا وہ قیامت کے روز میرے

پہلو میں ہوگا۔ ایک اور حدیث ہے جو شخص بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لئے آجائے تو مجھ پر بھی یہ حق ہو جاتا ہے کہ قیامت کے روز میں اس کے لئے شفاعت کروں، ان کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں بہت ساری حدیثیں ہمیں ایسی ملتی ہیں جو زیارت کے حکم کو عمومی طور پر بغیر کسی قید سے ثابت کرتی ہیں۔

اور صحابہ کا طرز عمل بھی رہا ہے کہ وہ مطلق زیارت اور اس کے خاطر سفر اختیار کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی وہ سفر کے لئے نکلتے تو بارگاہِ نبوی پر حاضری دیا کرتے، اور صلوٰۃ و سلام کا تحفہ پیش کرتے تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ۔ صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر اور صدیق اکبر اور میرے ابا جان پر) فتح بیت المقدس کے بعد حضرت عمر فاروق رض ملک شام چلا گئے تا کہ صلح نامہ پر اپنی دستخط ثبت کریں۔ اس لئے کہ اہل شام نے خواہش ظاہر کی تھی، کہ خلیفۃ المسلمین بذاتِ خود تشریف لائیں تو ہمیں خوشی و مسرت ہوگی۔ اس سفر کی واپسی کے بعد حضرت عمر رض کا پہلا کام یہ رہا کہ وہ روضۂ اقدس پر زیارت کے لئے حاضر ہوے۔

حضرت بلال رض کا فعل ثابت ہے کہ آپ نے محض زیارت نبی کریم ص کی خاطر سفر اختیار کیا ہے۔ حضرت بلال رض فراق محبوب کا غم نہ سہہ کر مدینہ چھوڑ دئے اور شام میں رہائش پذیر رہے۔ ایک روز خواب دیکھتے ہیں کہ حضور ص آپ سے مخاطب ہیں اور کہہ رہے ہیں اے بلال رض! یہ کیا جور و جفا ہے کوئی ہماری زیارت کے لئے نہیں آرہا ہے۔ خواب سے بیدار ہو کر سوئے مدینہ چل پڑے اور قبر انور کی زیارت سے مشرف ہوے، فرط عقیدت و محبت اور جذبۂ عشق سے لبریز ہو کر پھوٹ پھوٹ کر قبر انور کے پاس رونے لگے۔

علاوہ ازیں سلف صالحین نے بھی محض قبر انور کی زیارت کیلئے سفر اختیار کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مطلق زیارت کے لئے مدینہ طیبہ چلا جانا ایک امر مستحسن ہے۔

دربار رسالت کی حاضری خود ایک سعادت عظمیٰ ہے اور اس کے ساتھ مزید براں بے پایاں خوش بختی اور سعادت مندی یہ ہوتی ہے کہ ایک ایسی سرزمین میں ورود کا شرف حاصل ہوتا ہے جو بقول حضور علیہ السلام جس کے اندر اگر موت آجائے تو آدمی قیامت کے روز امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا اور جو شخص اس سرزمین کی تکلیف اور شدت پر صبر کرے، قیامت کے روز میں اسکا شافع ہوں۔

جس طرح بارگاہِ رسالت کی تعظیم و تکریم اہم ہے، ایسے ہی دیارِ حبیب ص کا احترام بجالانا ضروری ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، دیارِ رسول ص کا اس درجہ ادب و احترام کیا کرتے تھے کہ آپ اپنے پیروں میں جوتا پہن کر اس زمین پر نہیں چلتے تھے۔ اور مدینہ سے آپ کو اتنا عشق تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے دوری پسند نہ تھی اور محبت والفت کا یہ عالم تھا کہ اسی رحمت کدہ میں رہتے ہوے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دیں اور اپنا جسم اسی مبارک خاک کی نذر ہو جاوے، اسی شوق و آرزو کی تکمیل کے لئے زندگی بھر آپ نے

مدینہ سے باہر قدم نہیں رکھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدینہ کے باہر موت کا حملہ ہو جائے اور دیارِ رسول ﷺ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب نہ ہو اور کمال آرزو یہ کہ فریضہ حج بیت اللہ کو بھی ایک ہی مرتبہ ادا فرمایا۔ آخر کار خدائے تعالیٰ نے اس آرزو کو پورا فرمایا۔ آپ مدینہ طیبہ ہی میں دفن ہو گئے۔

فقہ اسلامی کے روشن مینار حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ چلے گئے۔ زیارت کے مشرف ہونے کے بعد جب مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو اہل مدینہ نے بے حد اصرار کیا کہ آپ چند دن اور اقامت پذیر رہیں تو ہمیں بے پایاں مسرت ہوگی۔ اہل مدینہ کے پیہم اصرار پر امام موصوف رک گئے لیکن جب عازم سفر ہوئے اس وقت بھی لوگ بدستور آپ کی رہائش کے خواہاں رہے۔ تو مجبوراً کہا اب مجھ میں قوت برداشت نہیں ہے۔ لوگوں نے تعجب کیا کہ امام صاحب کو یہاں ٹھہرنے میں ایسی کیا تکلیف ہو رہی ہے جو ناقابل برداشت ہے۔ جب معاملہ کی تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ جب سے امام صاحب کا ورود مسعود مدینہ طیبہ میں ہوا ہے آپ پیشاب اور پاخانہ رکے ہوئے ہیں۔ اہل مدینہ جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو کمال ادب و احترام کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور مجبوراً امام صاحب کو وداع فرمایا۔

یہ ہے امت کے جلیل القدر فقہائے کرام کا ادب و احترام دیارِ رسول کے ساتھ تو ہمارا اور شما کا عالم کیا ہونا چاہیئے! حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حج بیت اللہ کے پہلے مکہ مکرمہ نہ جائیں بلکہ مدینہ طیبہ پہنچیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد نبوی ﷺ میں دو رکعت نماز ادا کریں پھر اس کے بعد روضہ شاہ دو عالم پر حاضری اور زیارت سے مشرف ہونے کے بعد اس مقام پر احرام باندھیں جہاں سے حضور علیہ السلام حج کو تشریف لے جاتے وقت احرام باندھا تھا۔

مقام عشق اور اتباع سنت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ سب سے پہلے محبوب کی بارگاہ میں حاضری دیں تاکہ سنت کی بھی تکمیل اور پیروی ہو جائے اور حضور ﷺ کی نگاہِ کرم اور آپ کے فیضان سے کعبہ کی تجلیات اور انوارِ الٰہی سے سرشار ہونے کے قابل بن جائیں۔

زیارات کے آداب اور مستحبات یہ ہیں کہ حج سے فراغت پانے کے بعد مدینہ جائیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد بہترین لباس اور خوشبو کا اہتمام کریں اور مسجد نبوی ﷺ کے اس گوشہ میں نماز ادا کرنے کی کوشش کریں جس کو حضور جنت کی کیاری کہا کرتے تھے۔ اس کے بعد آستانہ فخر رسالت پر حاضری دیں۔ اس وقت ہر مسلمان اپنے ذہن میں یہ بات محفوظ کر لے کہ وہ ایک ایسے شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے جس کے بارے میں دشمن بھی یہ اعتراف کرتے تھے۔ قیصر و کسریٰ جیسے شاندار درباروں میں بھی ہم جاتے تھے لیکن محمد ﷺ جیسا دربار کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ ان کے اصحاب اتنی تعظیم و تکریم کرتے ہیں کہ اپنے نبی سے آنکھ ملا کر گفتگو تک نہیں کرتے۔ اور گفتگو اتنی تعظیم اور ادب کے ساتھ کرتے ہیں کہ آواز بھی بلند ہونے نہیں پاتی۔

لہٰذا زائرین پر فرض ہے کہ وہ بھی صحابۂ کرام کی طرح حضور کا ادب و احترام کریں۔ جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں صحابہ کیا کرتے تھے۔ حضور کے روضۂ اقدس میں بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔ حتیٰ کہ صلوٰۃ و سلام کے وقت بھی آواز پست

بقیہ بر صفحہ ۹۳

صحابۂ کرام کا مقام اور ان کی چند خصوصی کرامتیں

عالیجناب حضرت مولانا
ابوالحسن صدرالدین
سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ
قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطبؒ ویلور

حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصنیف لطیف "انشائے عقائد ذوقی" ہے۔ اس نادر تصنیف میں آپ نے خلفائے راشدین کے فضائل اور بے مثال کرامتوں کو سپردِ قلم فرمایا ہے۔ جن کے مطالعہ سے عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے ان میں سے چند روحانی کمالات کو ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا آج کی رات امرِ خلافت تفویض و تسلیم کے متعلق میں نے بارہا استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کیا کہ مجھکو اپنی مرضی پر اطلاع کی توفیق عطا کرے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا اور کون عقلمند ہے جو اللہ تعالےٰ سے ملاقات کے وقت اس پر افترا و بہتان کو جائز سمجھے گا۔ سب حاضرین نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ کسی کو آپ کے صادق القول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا آخر شب میں جب نیند نے مجھ پر غلبہ کیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو سفید لباس میں ملبوس تھے۔ میں ان کپڑوں کے کناروں کو سمیٹتا تھا کہ اچانک وہ دونوں سفید کپڑے سبز رنگ میں تبدیل ہو کر اسطرح چمکنے لگے کہ اس کے نور سے دیکھنے والے کی آنکھ چکا چوند

ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قامت انسان تھے جو بہت حسین و جمیل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کر کے مصافحہ سے مشرف فرمایا اور اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا جس سے میری دھڑکن اور اضطراب کو سکون حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ تمہاری ملاقات کو ہمارا اشتیاق بہت زیادہ ہے اب ہمارے پاس آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں خواب میں اس قدر رویا کہ میرے اہل و عیال اس سے آگاہ ہو گئے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ سے ملاقات کا مجھے کس قدر شوق ہے حضور نے فرمایا کہ مختصر وقفہ رہ گیا ہے کہ تمہاری ملاقات ہجر و فراق کے اندیشہ کے بغیر ہو گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کی تفویض میں تمہیں اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ منتخب فرمائیں۔ آپ نے فرمایا رعیت کا والی

عادل صادق فاروق کو بناؤ۔ عمر ابن الخطاب زمین و آسمان میں پسندیدہ اور زمانے میں سب سے پاکیزہ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا یہ دونوں شخص تمہارے معاون و مددگار ہیں۔ حالتِ حیات اور حالتِ ممات میں اور بہشت میں تمہارے ہمسایہ ہیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے بھی مجھے سلام کیا اور کہا تم دنیا کے رنج و غم سے نجات پا گئے۔ تم آسمان میں ملائکہ، زمین میں اور مخلوق کے درمیان صدیق ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ دونو شخص کون ہیں کہ ان کا مثل میں نے نہ دیکھا۔ فرمایا یہ دونوں بزرگ فرشتے جبرئیل و میکائیل ہیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اور میں بیدار ہوا اس حال میں کہ رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور میرے اہل بیت میرے سرہانے گریہ کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ ابوبکر کو شہیدوں کے درمیان ہم دفن کریں گے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بقیع میں دفن کریں گے۔ میں نے کہا اپنے حجرہ میں اپنے محبوب کے سامنے دفن کروں گی۔ اسی کشمکش میں ہم تھے کہ خواب مجھ پر غالب ہوا، اسی حال میں میں نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ دوست کو دوست سے ملا دو۔ جب میں بیدار ہوئی تو معلوم ہوا کہ سب نے وہی آواز سنی تھی، یہاں تک کہ مردوں نے مسجد میں بھی سنا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے وصیت کیا کہ میرا جنازہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لے جا کر سلام کر کے عرض کرو، یہ ابوبکر کا جنازہ آپ کے آستانہ پر آیا ہے اگر اجازت عطا ہو اور دروازہ کھل جائے تو اندر لے جاؤ ورنہ بقیع میں واپس لے جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابوبکر کی وصیت کے مطابق ہم نے عمل کیا، ابھی وہ کلمات ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ پردہ دور ہو گیا اور آواز ہمارے کان میں پہنچی کہ حبیب کو حبیب کی طرف لاؤ۔

منقول ہے کہ ایکدن ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر کے ستون ٹوٹ گئے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں گئی اور یہ خواب بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تیرا شوہر مر جائے گا۔ عورت آپ کے پاس سے جانے لگی۔ راستے میں حضرت صدیق اکبر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت صدیق نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے۔ عورت نے حقیقت حال ظاہر کیا۔ فرمایا تمہارا شوہر صحیح و سلامت آئے گا۔ عنقریب اس کا شوہر صحت و سلامتی کے ساتھ آ گیا۔ عورت یہ دیکھ کر حیران ہو گئی، اپنے دل میں کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہتے ہیں حق کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات جو آپ کے قول کے خلاف ظاہر ہوئی اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت اس کلام کو سن کر خاموش رہے۔ اسی درمیان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ، جو کچھ علی نے کہا لوح محفوظ میں اسی طرح مقرر تھا۔ لیکن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آج تک سوائے سچ بات کہنے کے کوئی غلط بات زبان سے نہ کہی تھی لہٰذا ان کے کلام کو سچ کرنے کیلئے اس شخص کو زندہ کر کے ہم لے آئے۔

منقول ہے جس وقت ملک مصر فتح ہوا عمرو بن العاصؓ وہاں کے حاکم تھے۔ کسی مہینہ میں اہل مصر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے کہ اس کے بغیر وہ جاری نہیں ہوتا اور اس کا پانی

خشک ہو جاتا ہے۔ عمرو بن العاص نے پوچھا وہ عادت کونسی ہے۔ لوگوں نے کہا وہ عادت یہ ہے کہ جب اس ماہ رواں سے بارہ دن گذریں گے ہم ایک لڑکی کو حاصل کریں گے، اور اس کے والدین کو اسقدر مال و دولت دینگے کہ وہ راضی ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس کو عمدہ و خوبصورت لباس و زیورات سے آراستہ کریں گے اور دریائے نیل میں ڈال دیں گے۔

حضرت عمرو نے کہا یہ ایسا واقعہ ہے کہ اسلام میں ہرگز اس کا مثل نہیں ہوگا۔ بے شک اسلام ان تمام برُے قاعدوں کو اور رسموں کو جو اس سے پہلے تھیں ویران اور ختم کرتا ہے۔ جب اس تاریخ سے تین ماہ گذر گئے تو دریائے نیل کا پانی بالکل خشک ہو گیا اور اہل مصر نے شہر بدر ہونے کا قصد کیا۔ حضرت عمرو نے جب صورتِ حال کا مشاہدہ کیا تو اس کیفیت کو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس لکھ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا جو کچھ تم نے کیا ہے ٹھیک ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک کاغذ پر میں نے خط لکھا ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ جب حضرت عمرؓ کا مکتوب حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کاغذ کو کھولا اس میں لکھا ہوا تھا "یہ خط اللہ کا بندہ عمر ابن الخطاب امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے۔ بعد حمد و صلاۃ کے مدعا یہ ہے کہ اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوتی ہے تو جاری مت ہو۔ تیرے جاری ہونے کی ضرورت نہیں، اگر اللہ واحد و قہار رب تجھے جاری کرتا ہے تو ہم اللہ واحد و قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کردے۔" حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کاغذ کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے دن بوقت صبح سولہ۱۶ گز اونچا پانی دریائے نیل میں جاری تھا اور اس وقت سے ہمیشہ کے لئے یہ عادت بد مصریوں سے ختم ہوگئی۔

اکابر سلف میں سے ایک بزرگ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ملک شام کا سفر کیا۔ فجر کی نماز ایک مسجد میں ادا کی۔ جب امام نماز سے فارغ ہو گیا تو شیخین کے لئے دعائے بد اور برُا بھلا کہنے لگا۔ جب آئندہ سال دوبارہ ملک شام پہنچا تو اتفاقاً فجر کی نماز میں نے اسی مسجد میں ادا کی۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو حضرات شیخین کے لئے دعائے نیک کی۔ اہل مسجد سے میں نے کہا کہ گذشتہ سال یہ شخص ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے لئے بد دعا کرتا تھا اور اس سال دعائے خیر کیا ہے اس کا سبب کیا ہے۔ لوگوں نے کہا گذشتہ سال کے امام کو تم دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی مجھ کو ایک گھر میں لے گئے وہاں ایک کتا بندھا ہوا تھا اور اس کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا کیا تو وہی امام ہے جو گذشتہ سال ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے لئے دعائے بد کرتا تھا۔ اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں میں وہی امام ہوں۔

منقول ہے کہ اس رات میں جسکی صبح کو عثمان غنیؓ شہید ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمانؓ ہمارے پاس تم افطار کرو گے۔ لہٰذا دوسرے دن حضرت عثمانؓ نے اپنے طرفداروں کو اس کا موقع نہ دیا کہ وہ مخالفوں سے

مقابلہ کریں۔ اس طرح انہوں نے شہادت کی سعادت حاصل کیا۔

ایک مستند راوی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ ایک نابینا کو دیکھا جو طواف کی حالت میں کہہ رہا تھا "اے خداوند تو مجھے بخش دے لیکن مجھے یہ گمان نہیں کہ تو مجھے بخشیگا"۔ میں نے تعجب سے کہا "سبحان اللہ! ایسی جگہ میں تم اس طرح کی بات کرتے ہو"۔ اس نے کہا "مجھ سے گناہِ عظیم صادر ہوا ہے" میں نے کہا کونسا گناہ ہے؟

اس نے کہا: "جس دن حضرت عثمانؓ کا محاصرہ لوگوں نے کیا تھا میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے ساتھ تھا۔ ہم نے قسم کھائی کہ اگر عثمانؓ مقتول ہونگے تو ان کے برہنہ چہرے پہ طمانچہ مارینگے! ۔ جب ان کو لوگوں نے قتل کیا تو ہم حضرت عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کا سر مبارک ان کے خاتون کے آغوش میں تھا۔ میرے ساتھی نے ان کے خاتون سے کہا کہ ان کے چہرے کو برہنہ کرو۔ خاتون نے کہا تمہارا مقصد کیا ہے؟ میرے ساتھی نے کہا کہ میں نے قسم کھایا ہے کہ انکے برہنہ چہرے پہ طمانچہ ماروں گا"۔

انکے خاتون نے کہا "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے حق محبت کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دو صاحبزادیوں کا ان کے ساتھ نکاح کرنے کا کچھ بھی لحاظ نہ کروگے"۔ اسی طرح ان کی خاتون نے آپ کے اور بھی فضائل شمار کئے۔ یہ سن کر میرے ساتھی نے شرم کیا اور واپس ہوگیا۔ لیکن میں نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کیا اور طمانچہ آپ کے چہرے پہ لگا دیا"۔

ان کے خاتون نے کہا "خداوند تعالیٰ تمہارے گناہ معاف نہ کرے، تمہارے ہاتھ کو خشک کرے اور تمہارے آنکھ کو اندھا کرے"۔ خدا کی قسم کہ ابھی آپ کے آستانے سے باہر نہ ہوا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہوگیا اور میری آنکھ اندھی ہوگئی اور مجھے گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ بھی نہ بخش دیگا۔

منقول ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو لوگوں نے شہید کیا تو تین روز تک جن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سطح مسجد پہ نوحہ کرتے رہے اور آپکے مرثیہ میں اشعار پڑھتے رہے۔

منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جس وقت حضرت علیؓ بابل کی طرف روانہ ہوئے اور چاہا کہ فرات سے گذریں تو نماز عصر کا وقت تھا اپنے رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ نماز عصر وقت پہ ادا کیا۔ باقی رفقاء اپنے چوپایوں کے چرانے میں مشغول تھے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہوگیا اور نمازِ عصر ان سے فوت ہوگئی۔ اس بارے میں لوگ چہ می گوئیاں کرنے لگے، جب امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ، نے اس کو سنا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کیا کہ آفتاب کو واپس لوٹا دے تاکہ آپکے اصحاب نماز وقت پہ ادا کرسکیں، حق تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول فرمایا اور آفتاب نماز عصر کی جگہ آگیا۔ جب قوم نے سلام کیا

آفتاب غروب ہو گیا۔

منقول ہے کہ جنگ صفین کے لئے روانگی کے وقت آپ کے رفقاء پانی کے محتاج ہوئے۔ ہر چند وہ دائیں بائیں دوڑے لیکن پانی نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو راستے سے تھوڑی دور دوسری طرف موڑا۔ ایک بتخانہ ظاہر ہوا۔ اس دیر کے رہنے والے سے پانی کا سوال کیا گیا، اس نے کہا یہاں سے پانی تک دو فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین اجازت دیجیئے تاکہ ہم وہاں جائیں۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا اسکی حاجت نہیں ہے اور اپنے گھوڑے کی لگام قبلہ کی جانب پھیر دیا اور ایک جگہ کھودنے کا اشارہ کیا۔ جب مٹی کی ایک معتدبہ مقدار لوگوں نے ہٹایا تو ایک ایسا پتھر ظاہر ہوا تو جسپر کوئی آلہ اثر نہیں کرتا تھا۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کوشش کر کے اٹھاؤ کیونکہ یہ پتھر پانی کے اوپر ہے۔ ہر چند سب نے متفق ہو کر کوشش کی مگر اٹھا نہ سکے۔ تب امیر المومنین بذات خود گھوڑے سے اتر کر آستین کلائی سے اوپر چڑھا کر انگلیاں پتھر کے نیچے داخل کر کے زور کرنے لگے اور پتھر کو پانی کے اوپر سے ہٹا دیا۔ نہایت لطیف شیریں اور ٹھنڈا پانی کہ کبھی اس سفر میں اس سے بہتر نہ پیا تھا ظاہر ہوا۔ تمام لوگوں نے پانی پیا اور جسقدر چاہا پانی اپنے ساتھ لیا۔ پھر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے اس پتھر کو اٹھا کر پانی کے چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو مٹی سے پاٹ دیں۔

جب اس گرجا کے راہب نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے سامنے آیا اور دریافت کیا کیا آپ رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے پوچھا آپ کیا فرشتۂ مقرب ہیں؟ تو آپ نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا پیغمبر مرسل محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا وصی ہوں۔ پادری نے کہا ہاتھ لائیے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے ہاتھ کو اسکی طرف بڑھایا۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔

تب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے ایمان لانے کے سبب کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ اس جگہ پانی کا چشمہ ہے اور اسکے اوپر پتھر ہے کہ نہ کوئی اسکو جانتا ہے نہ کھود سکتا ہے سوائے پیغمبر یا وصی پیغمبر کے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے یہ کام سرانجام دیا تو میں اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس چیز کا انتظار کر رہا تھا اسے پالیا۔

امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو میں، نے ایک کہنے والے کو سنا جو کہتا ہے لوگو! باہر جاؤ اور اس خدا کے بندے کو ہمارے پاس چھوڑ دو، ہم باہر نکل گئے۔ گھر کے اندر سے آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے۔ آپ کے وصی شہید ہو گئے۔ اب امت کی

نگہبانی کون کریگا۔ دوسرے نے جواب دیا جو شخص ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کریگا وہی اُمت کا نگہبان ہوگا۔ جب آواز بند ہوگئی تو ہم اندر داخل ہوئے۔ آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن میں لپٹا ہوا ہم نے پایا پھر ہم نے آپ پر نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

حضرت حسن ابن علی بن الحسین رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم ابن ہشام مخذومی والی مدینہ تھا۔ ہر جمعہ کے دن ہم کو منبر کے پاس جمع کرتا، اور امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کو بُرا بھلا کہتا۔

ایک جمعہ میں وہ جگہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں منبر کے متصل بیٹھکر خواب میں مشغول تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو دیکھا کہ وہ شق ہوگئی ہے، اور ایک شخص سفید لباس زیبِ تن کئے ہوئے وہاں سے نکلے اور مجھ سے فرمایا، اے ابوعبداللہ! جو کچھ یہ شخص کہتا ہے کیا یہ باتیں تمہیں غمناک نہیں کرتیں؟ میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں، آپ نے فرمایا اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ شخص حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے منبر سے گر پڑا اور مر گیا۔ حضرات خلفائے اربعہ کے فضائل اور کرامات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔

ے زباں راچہ یارا کہ با نطق ناقص
بیان کمالات ایشاں نماید

زباں کی کیا مجال کہ اپنی ناقص قوتِ گویائی کے ساتھ ان کے کمالات کا اظہار و بیان کر سکے۔

وما علینا الا البلاغ

حیاتِ مومن اور آخری سفر

از جناب
مولوی محمد نعیم اختر صاحب
اعجازی مبارکپوری
مدرس دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

روح اور جسم کا مزاج ہم آہنگ نہیں ہے۔ جسم کا مزاج اور ہے، روح کا مزاج اور۔ اس لئے کہ زندگی کے لوازمات جب تک روحانیت کے محور پہ چکر لگاتے ہیں تو فاسد افکار کا وجود نہیں ہوتا۔ جبتک زمامِ اقتدار روحانیت کے ہاتھ رہتی ہے تو انسانوں کے خیالات پہ کنٹرول قائم رہتا ہے۔ غلط تصورات جنم نہیں لیتے لیکن جیسے ہی روحانیت سے ربط ختم ہوا روحانیت کے اثرات کم ہونے لگے۔ لوازماتِ جسمانی روحانیت کے حدود سے نکل گئے اور اقتدار کی طاقت و قوت محض جسم کے ہاتھ آجاتی ہے تو پھر انسان لذت پسندی اور خواہش نفسانی کی راہ پر اپنے وجود کو ڈال دیتا ہے۔ اپنے افکار و احساسات کی کشتی نفس پرستی کے دھارے پر بہا دیتا ہے کسی بات کے حسن و قبح پر غور کرنے سے پہلے نفس کی بارگاہ سے اجازت طلب کرنا ضروری سمجھتا ہے، جس کا ردعمل ظاہر ہے۔ اگر بیماری یا کسی اور مصیبت نے اسکی تلذذ پسندی کی راہ میں روڑہ اٹکایا تو وہ نازیبا الفاظ کی ادائیگی میں کوئی جھجک شرم حجاب محسوس نہیں کرتا۔ کاش شکوہ کرنے سے پہلے اپنی حیثیت پر نظر رکھ لیتا۔ خواہش نفس کی حکمرانی کو قبول کرنے سے پہلے خالق و مخلوق کے تعلق کو دیکھ لیتا۔

خالق و مخلوق، رب اور بندہ کے درمیان ایک ایسا ربط و تعلق ہے جس کی باریکی کو سمجھنے کے لئے کوئی کسوٹی یا اساس ہمارے پاس نہیں ہے جس سے ہم آشنا ہیں۔ اگر ہم زیادہ سے زیادہ کہینگے تو یہی کہ خالق رحیم و کریم، منعم و فیاض مالک ہے۔ اور مخلوق محتاج و فقیر، مفلس، عاجز درماندہ مالک کے رحم و کرم کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ بندہ جان و دل سے اسکی رضا پہ قربان ہو جائے۔ اس کے ہر موئے بن سے یہ صدا ابھرے "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے کبھی بھی اس فانی دنیا پہ اعتماد نہیں کیا۔ آخرت کا تصور ان کے رگ و ریشہ میں پوری طرح سرایت کر گیا تھا۔ وہ جہاں کہیں ہوتے جس حال میں ہوتے آخرت کا تصور ہمہ وقت پیش نظر رہتا۔ انہوں نے کلمۂ شہادہ پڑھتے وقت یہ اقرار کر لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی مستعار دی ہوئی اور ودیعت کی ہوئی چیز جب چاہے لے لے۔ یہ اس کے ہاتھوں بکی ہوئی شئی ہے جس کو وہ ہر وقت حاصل کر سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم بلاشبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانوں کو خرید لیا ہے اسی لئے وہ لوگ اگر مبتلاء الم ہوتے ہیں تو آہ و بکا نہ کرتے، نالہ و شیون نہ ہوتا، گلہ و شکوہ نہ کرتے۔ آج بھی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے اسی مرکز سے روشنی حاصل کرنی ہوگی جہاں سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے حاصل کی تھی۔ یعنی قوانین فطرت، اسلام کا

پیش کردہ نظام حیات۔

چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ کو کوئی تکلیف کم و بیش اگر پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کی وجہ سے۔ اور اللہ رب العزۃ معاف فرما دیتا ہے، وہ بہت زیادہ ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر جس مصیبت میں تم گرفتار ہوا ہے تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے اور اللہ بہت سی مصیبتوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یہ کتنی بڑی معصیت ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو مصیبتوں میں گرفتار کریں اور شکوہ خدا سے کریں۔ امراض جنہیں زہر معصیت کیلئے تریاق قرار دیا گیا ہے اس کے بارے میں گلہ کریں۔ احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض بھی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ امام احمد شداد بن اوس رضی اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "جب میں اپنے مومن بندہ کو بلاء (آزمائش) میں ڈالوں اور وہ اس ابتلا پر میری حمد کرے تو وہ اپنی خواب گاہ سے گناہوں سے ایسا منزہ و پاک ہو کر اٹھے گا کہ جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے" اس کے لئے ویسا ہی عمل جاری رکھو جیسا صحت میں تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ اُمیہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان دو آیتوں کا مطلب دریافت کیا ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ جو تمہارے نفس میں ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لیگا اور من یعمل سوءً یجز بہ جو کسی قسم برائی سے اپنا دامن آلودہ کریگا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ جب ہر برائی کی جزاء ہے اور جو خطرہ دل میں گذرے اس کا بھی حساب ہے تو بڑی مشکل ہے کون اس سے بچ سکیگا؟ حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ جب میں نے اس کا سوال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کسی نے مجھ سے نہ پوچھا حضور نے فرمایا کہ اس سے مراد عتاب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بندوں پر نازل کرتا ہے اسے بخار اور تکلیف پہنچاتا ہے یہاں تک کہ مال جو کرتے کی آستین میں ہو اور گم ہو جائے اور اسکی وجہ سے گھبرائے (اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے تو) ان امور کی وجہ سے وہ بندۂ مومن ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے بھٹی سے سونا میل سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔ حدیث پاک میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ مبتلاء بلا (یعنی جنہیں دنیا میں آزمائشوں سے سابقہ پڑا تھا) کے ثواب کا نظارہ کریں گے تو تمنا و حسرت کی اتاہ گہرائی میں ڈوب کر پکاریں گے کہ اے کاش-! ہمیں بھی دنیا میں بلاؤں اور بیماریوں سے سابقہ پڑا ہوتا' ہمیں بھی مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا ہوتا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو اپنی کتاب جامع ترمذی میں جگہ دی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور نے ارشاد فرمایا "جب قیامت کے دن اہلِ بلاء کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے (یعنی جو دنیا میں بیمار نہیں ہوئے تھے) تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹی جاتیں۔

ابو داؤد نے عام الرام سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر فرمایا کہ مؤمن جب بیمار رہو پھر اچھا ہو جائے پھر بیمار رہو پھر اچھا ہو جائے تو اس کی بیماری گناہوں سے کفارہ ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لئے صحت اور منافق (جس کی محض زبان پر کلمۂ اسلام ہے لیکن دل میں نہیں اترا ہے) جب بیمار ہوا پھر اچھا ہوا تو اسکی مثال اونٹ کی ہے کہ مالک نے اسے باندھا پھر کھول دیا تو اسے یہ نہیں معلوم کہ کیوں باندھا اور کیوں کھولا؟ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بیماری کیا چیز ہے؟ میں کبھی بیمار نہ ہوا۔ فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، ہم سے دور ہو جاؤ کہ تم ہم سے نہیں ہو۔

سوچیئے! وہ لوگ جو اس نعمت سے محروم رہے جن کا دامن زندگی امراض کی صعوبتوں سے خالی رہا۔ جن کے افق حیات پر بیماریوں کی گھٹا نہ چھائی ہو، جو تکلیف امراض سے نا آشنا ہوں انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم ہم سے نہیں"۔ تو پھر وہ لوگ جن کو یہ نعمت ملتی ہے لیکن صبر کے بجائے آہ و نالہ بلند کرتے ہیں، شکوہ و گلہ کا دفتر کھولتے ہیں بلکہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، تو پھر کل میدان محشر میں ان کی کیا حالت ہوگی؟

جس طرح بیماری کی فضیلت پر احادیث کریمہ دلیل ہیں، اسی طرح عیادت کے متعلق بھی حدیثیں وارد ہیں۔ عیادت کو بھی ثواب کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ عیادت مریض کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے ہمارے اردگرد ثواب و اجر کا ایک عظیم جال پھیلا دیا ہے۔ عبادت وہی نہیں ہے جسے ہم ارکان کے نام سے جانتے ہیں بلکہ مرد مؤمن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت سے تعبیر کیا جائے گا اگر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر گذارا ہے خود قرآن نے انسان کی تخلیق کا سبب عبادت بتایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم نے انسان اور اجنہ کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ عبادت کریں۔

مریض کی عیادت جیسے آجکل ترقی یافتہ سوسائٹی میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی قانون قدرت نے اسے بڑی اہمیت دی ہے۔ مریض کی عیادت کو جانا سنت ہے۔ بخاری و مسلم و ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مسلمانوں پر مسلمانوں کے پانچ حقوق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا

(۲) مریض کی عیادت کے لئے جانا

(۳) جنازہ کے ساتھ جانا

(۴) دعوت قبول کرنا

(۵) چھینکنے والے کا جواب دینا (جبکہ الحمد للہ کہے)

بخاری و مسلم نے ثوبان سے روایت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کو گیا تو واپس ہونے تک ہمیشہ وہ جنت کے پھول چننے میں رہا۔ یعنی اللہ کے رحم و کرم کو جمع کرتا رہا۔ لیکن افسوس کہ ہم نے فطرت کی اس تعلیم کو فراموش کر دیا جسے اللہ کی تائید حاصل ہے کتنا عبرت کا مقام ہے کہ مریض کی عیادت کو قدرت نے اپنی عیادت سے تشبیہ دیا ہے۔ ہم اس اہمیت کے باوجود اس سے بے اعتنائی برتتے

ہیں صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" اللہ قیامت کے روز فرمائے گا' اے بنی آدم میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کریگا۔ تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے۔ (خدا کیسے بیمار ہوسکتا ہے کہ اسکی عیادت کی جائے) رب ذوالجلال فرمائے گا۔ تجھے معلوم کہ مرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اسکی عیادت نہ کی، کیا تو نہیں جانتا کہ اگر اسکی عیادت کو جاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

حضور نے معاشرہ کے سدھار کیلئے غم خواری کی حیثیت اور اہمیت اتنی زیادہ بلند کی' اس سے بلند کسی اور معیار کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اس میں کوتاہی و سستی کرنے والا گویا خاص خدا کی نافرمانی کرنے والا ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے اس سے بڑھ کر غم خواری کیا ہوسکتی کہ آپ نے ارشاد فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (بخاری)

لہٰذا مسلمان ان افکار و تصورات سے پرہیز کریں جو اسلام سے دوری کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ جس پہ مغربی رجحان نے رنگ روغن چڑھایا ہے اور جس سے مسلم معاشرہ میں اخلاقی پستی اور روحانی گراوٹ پیدا ہوتی جارہی ہے اور نفس پرستی کا عفریت تہذیب اسلام کو نگل رہا ہے ؎

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

موت برحق ہے۔ موت کے چنگل سے آجتک کسی نے بھی اپنے وجود کو محفوظ نہیں رکھا۔ کل نفس ذائقۃ الموت تو جب موت کا فاصلہ کم ہوجائے اور موت کی علامتیں پائی جائیں تو سنت ہے کہ داہنی کروٹ پہ لٹاکر قبلہ کی طرف منہ کریں۔ صاحب ہدایہ نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ قبر میں میت کو اسی ہیئت اور اسی حالت میں رکھا جاتا ہے' اور میت کے لئے اشرف یہی ہے کہ موت کے وقت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ رہے' انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے شہر میں چت لٹانے کا رواج ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ روح کے نکلنے میں آسانی اور سہولت ہوتی ہے۔ چت لٹانے میں پیر قبلہ کی طرف رکھیں، مگر سر کو قدرے اونچا رکھیں لیکن اگر منہ کو قبلہ کی سمت کرنا دشوار و مشکل ہو جس سے تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت میں ہے چھوڑ دیں۔ جانکنی یعنی نزاع کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں۔
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ
اس لئے کہ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' لقنوا موتاکم شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ یاد رکھئے یہ ایک ایسی ہستی کا فرمان ہے جس کے سامنے خدا کی عظمت و جلال ہر وقت عیاں تھا اور یوم آخرت پہ ہر وقت اسکی نظر رہتی تھی یوم لا ینفع مال و بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم جس دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد' مگر ہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے۔ بہرکیف حضور کے قول کے مطابق اور قرآن کی ہدایت کی روشنی میں اسے تلقین کریں اور جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کردیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں تاکہ اس کا آخری کلام کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ ہو (فتاوی عالمگیری)۔ میں لکھا ہے کہ تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو۔ ایسا نہ ہو جسکو اس کے مرنے کی خوشی ہو۔ اور اس وقت اس کے پاس نیک اور پرہیزگار و متقی افراد کا ہونا بہت اچھی بات ہے۔ اور اس وقت وہاں سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب ہے۔ مثلاً لوبان اگر کی بتیاں سلگا دیں۔ اور جب موت واقع ہو جائے، رُوح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پہ لیجا کر گرہ دیں تاکہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھ کو بند کر دیں۔ حاشیہ ہدایہ میں یہ ہے کہ:۔

اذا ترکہ مفتوح العین یصیر کریہ المنظر ویقبح صورتہ اگر آنکھ کھلی چھوڑ دیں گے تو شکل ڈراؤنی و خوفناک ہو جائیگی۔ میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں۔ میت کے پاس تلاوت قرآن پاک جائز ہے، جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو۔ اور تسبیح و اذکار میں مطلقاً حرج نہیں (ردالمحتار) غسل و کفن و دفن میں جلدی کرنی چاہیئے۔ کہ حدیث پاک میں ان کی بہت تاکید آئی۔ پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو خبر کر دیں، کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی اور وہ لوگ میت کے لئے دعا کرینگے، اس لئے کہ میت کا ان پہ حق ہے کہ اسکی نماز پڑھیں۔

غسل میّت

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو فرض ہر ایک کے ذمّے سے ساقط ہو گیا۔ نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تختہ پہ نہلانے کا ارادہ ہو تو پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنے جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اُسے تین یا پانچ یا سات بار چارپائی یا جس پہ میت کو نہلانا ہو اس کے گرد گھومائیں۔ اس دھونی کے عمل سے مقصد میت کی تعظیم ہے۔ لیکن کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ وتر ہی کیوں؟ اس کیوں کا جواب حدیث مقدس ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ وتر یحب الوتر بیشک اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ تختہ وغیرہ پہ غسل دینے میں مصلحت یہ ہے کہ پانی نیچے بہہ جائے گا۔ مردے کے تمام کپڑوں کو نکال دیں مگر شرم گاہ پہ کپڑا رکھیں اسلئے کہ شرم گاہ کا چھپانا واجب ہے، دوسرے کپڑوں کے نکالنے کا حکم اس لئے ہے کہ غسل سے مقصود تطہیر و پاکی ہے اور جب تک کپڑوں کو جسم سے جدا نہ کریں گے پاکی حاصل نہ ہوگی، تو بدن بھی نجس ہوگا۔ اس لئے کپڑے کا اتارنا واجب قرار دیا گیا ہے۔ نہلانے والا اپنے ہاتھ پہ کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجاء کرائے۔ پھر وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں کے ساتھ ہاتھ دھوئے پھر سر کا پھر پاؤں دھوئے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وضو غسل کرانے کے لئے سنت ہے۔ کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے میں تکلیف ہوگی اس لئے اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہاں! کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں مسوڑوں ہونٹوں اور نتھنوں پہ پھیریں، پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں ورنہ پاک صابون استعمال کریں اور ان چیزوں سے دھونے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں زیادہ نظافت و پاکیزگی ہے ورنہ خالی پانی سے دھونا کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ لٹا کر سر سے پاؤں تک پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے۔

پھر داہنی کروٹ پر لٹاکر یوں ہی کریں۔ داہنے سے ابتداء کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ابتداء داہنے سے کرنا سنت ہے۔ ترمذی نسائی نے حضور کے اس قول کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یحب التیامن فی کل شئی حتی النعل والترجل اللہ تعالیٰ تیامن (یعنی داہنے جانب سے ابتداء) کو ہر شئی میں پسند کرتا ہے حتیٰ کہ جوتا پہننے اور کنگھا کرنے میں۔ اسی لئے فقہاء کرام نے غسل میت میں بھی داہنے سے ابتداء کو سنت قرار دیا ہے۔ پھر ٹیک لگا کر میت کو بٹھائیں اور نرمی و آہستگی کے ساتھ نیچے کی جانب پیٹ پر ہاتھ پھیریں، تاکہ جو کچھ ہو نکل جائے اور کفن کا گندگی سے ملوث ہونے کا خطرہ دور ہو جائے۔ اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالیں اور غسل و وضو کا اعادہ نہ کریں، اس لئے کہ غسل نص سے ایک ہی بار ثابت ہے۔ آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر کسی کپڑے سے اس کے بدن کو آہستہ سے پونچھ لیں۔ سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والے اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کرکے جو آسان ہو اس پر عمل کریں۔ (عالمگیری)

صاحب ہدایہ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ پھر پاک کپڑے سے پانی خشک کرلیں، تاکہ کفن نہ بھیگے۔ نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ باقاعدہ طور سے غسل دے۔ جو اچھی بات دیکھے مثال کے طور پر میت کا چہرہ چمک اٹھا یا بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرہ کا رنگ سیاہ ہوگیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضاء میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہوگیا تو اسے بیان نہ کرے اور ایسی بات کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔ عالمگیری کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی بدمذہب مرا اور اس کا رنگ سیاہ ہوگیا یا اور کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو اس کو بیان کرنا چاہئے، تاکہ اس سے لوگوں کو عبرت ہو۔ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ میت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا گوندھنا، یا ناخن تراشنا یا کسی بھی جگہ کے بال اکھاڑنا یا مونڈھنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، بال میں کنگھا کرنا یا گوندھنا یہ سب چیزیں زینت و خوبصورتی کے لئے کی جاتی ہیں اور میت کی ذات ان چیزوں سے بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔ اسے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں، سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری) میت کے سر اور داڑھی میں عطر لگائیں اور پیشانی پر کافور رکھیں، اسلئے کہ خوشبو سنت ہے۔ اور پیشانی پر خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ موضع ہے سجدہ کے لئے جسے زیادہ عظمت ملی ہے۔ یہ پیشانی بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوتی ہے (ہدایہ)۔

کفن میت

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لئے تین کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار

قمیص - حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس حدیث کی روایت صحاح ستہ میں موجود ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ عمومی طور پر انسان عادۃً جتنے کپڑے اپنی حیات میں استعمال کرتا ہے اتنا ہی بعد ممات بھی اسے دیا جائے (ہدایہ)۔ اور اگر محض دو کپڑے یعنی ازار و لفافہ پر ہی اختصار کیا جائے تو وہ کفن، کفن کفایت کہلائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ اغسلوا ثوبی ھذین وکفنونی فیھما اور عقل کا بھی مقتضاء یہ ہے کہ یہ دو کپڑے ادنیٰ لباس ہیں آدمیوں کے لئے۔ اس لئے اسے کفن کفایت کہا جائے کفن سنت اور کفن کفایت کے بعد کفن کا ایک اور درجہ ہے جسے کفن ضرورت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو میسر ہو۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ عورت کے لئے سنت پانچ کپڑے ہیں۔ لفافہ - ازار - قمیص - اوڑھنی - سینہ بند - ان کے لئے کفن کفایت تین ہیں۔ لفافہ - ازار - اوڑھنی، یا لفافہ - ازار - اوڑھنی - یا لفافہ - قمیص - اوڑھنی۔ اور ان کے لئے بھی کفن ضرورت وہی ہے جو مرد کیلئے ہے۔ لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔ ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کے لئے زیادہ تھا۔ قمیص جسکو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے پیچھے دونوں طرف برابر ہو۔ چاک اور آستین نہ ہو۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پہ چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف پھاڑیں۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہیئے یعنی ڈیڑھ گز۔ سینہ بند پستان سے ناف تک، اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (عالمگیری رد المحتار) در مختار میں ہے کہ بلا ضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ کفن اچھا ہونا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مردوں کو کفن اچھا دو۔ اس لئے کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر اور خوش ہوتے ہیں۔ سفید کفن بہتر ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو سفید کپڑے میں کفناؤ۔ (غنیہ رد المحتار)

کفن پہنانے کا طریقہ

میت کو غسل دینے کے بعد بدن کو کسی کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں تاکہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہ بند، پھر کفنی، پھر میت کو اس پہ لٹائیں اور کفنی پہنائیں۔ داڑھی اور تمام بدن پہ خوشبو لگائیں اور مواضع سجود یعنی پیشانی ناک، ہاتھ گھٹنے قدم پہ کافور لگائیں۔ پھر ازار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنے طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے۔ سر اور پیر کی طرف باندھ لیں۔ تاکہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پیٹھ کے نیچے بچھا کر سر پہ لاکر منہ پہ مثل نقاب ڈال دیں۔ تاکہ

پر پردہ رہے۔ اس کا طول نصف پُشت سے سینہ تک ہے۔ اور عرض کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے پھر بدستور ازار ولفافہ لپیٹیں۔ پھر سب کے اوپر سینہ بند باندھیں پستان سے ران تک لاکر باندھیں (عالمگیری درمختار وغیرہما)

کفن وغیرہ پر عہد نامہ لکھنا۔ کفن پیشانی اور سینہ پر عہد نامہ کے مقدس کلمات لکھنے پر کچھ لوگوں کو اعتراض ہے بعض نے اس اعتراض کی بنیاد اس نظریہ پر قائم کی ہے کہ چونکہ کفن وغیرہ پر اسماء ادعیہ (دعائیہ کلمات) لکھے جاتے ہیں اور میت کا بدن شق ہوتا ہے۔ اس سے ریم پیپ وغیرہ نکلتا ہے تو نجاست سے وہ کلمات ملوث ہوں گے اور صورت میں کلماتِ مقدسہ کی بے حرمتی ہو گی جسے ایک مومن کا ضمیر قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے کلمات کے لکھنے سے بچنا ضروری ہے۔ حالانکہ اگر علماء محققین کی کاوشوں کا جائزہ لیا جائے اور انکی تحقیقات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے اعتراضات کی بنیاد میں تزلزل نظر آئے گا اور یہ امر بالکل واضح اور آشکارا ہو جائے گا کہ ہمارے اسلاف کرام نے کفن و پیشانی اور سینہ اسمائے اُدعیہ لکھنے کی وصیت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس امر کی جانب دعوت دیتے تھے۔ ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے میت کے لئے امید مغفرت ہے چنانچہ اس امر کی تائید میں چند علماء محققین کا ذکر ضروری ہے۔

(۱) امام ابوالقاسم صفار نے جو امام نصیر بن یحیٰی کے شاگرد ہیں جو شیخ المذہب سیدنا امام ابو یوسف و محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے تلمیذ ہیں مذکورۂ بالا نظریہ کی تصریح و روایت کی ہے۔ کتاب الاستحسان میں ہے " ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھۃ المیت او علی عمامتہ او کفنہ عھد نامہ یرجی ان یغفر اللہ تعالیٰ للمیت ویجعلہ آمنًا من عذاب القبر" (ترجمہ) امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذاب سے مامون و محفوظ رکھے۔

(۲) ابو نصیر نے فعل امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قول کی تائید و تقویت دی ہے۔

(۳) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اس پر استناد فرمایا ہے۔

(۴) امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کفن پر عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت ان کے کفن پر لکھا گیا۔

(۵) حضرت کثیر ابن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زادے ہیں انہوں نے خود اپنے کفن پر کلمات شہادت لکھا۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی اور ان کے طریق سے حلیہ ابو نعیم میں ہے۔ : حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوایا۔ پھر غسل فرمایا اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر مولیٰ علی کو وصیت فرمائی کہ مرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفنا دی جائیں۔ پھر لکھتے ہیں :-

فقلت لہ ھل علمت احدًا فعل ذالک

قال نعم كثير بن عباس وكتب في اطراف الكفانه
يشهد كثير بن عباس ان لا اله الا الله يعني
میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا کہا ہاں! کثیر بن عباس نے
اور اُنہوں نے اپنے کفن کے کناروں پہ لکھا۔ کثیر بن عباس لا
اِلٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ درمختار میں ہے کتب علی
جبهة الميت او عمامته او كفنه عهد نامه يرجى
ان يغفر الله للميت اوصى بعضهم ان يكتب في جبهة
وصدره " بسم الله الرحمٰن الرحيم" ففعل ثم
رؤي في المنام فسئل فقال لما وضعت في القبر
جاءتني ملائكة العذاب فلما رأو مكتوبا على جبهتي
" بسم الله الرحمٰن الرحيم" قالوا امنت من عذاب الله
(ترجمہ) مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے
اسکی بخشش کی امید ہے کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی
پیشانی و سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں تو وصیت کے مطابق
لکھ دیا گیا۔ پھر وہ صاحب خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر
فرمایا جب میں قبر میں رکھ دیا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے۔ لیکن
جب مری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا دیکھا تو کہا تجھے عذاب
الٰہی سے امان ہے۔ متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو صحابۂ کرام جان سے زیادہ عزیز
رکھتے تھے اور پھر قبل موت وصیت کرتے تھے کہ میں نے اس تبرک
کو آج ہی کے دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ اس لئے اسے مری
لاش کے ساتھ رکھا جائے۔ جیسے حضرت امیر معاویہ حضرت
انس بن مالک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وصیتیں اسی
تصور کو پیش کر رہی ہیں۔

حضرت امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ نے کتاب الاستیعاب
فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ نے وصیت کی
جب میں اس دنیا سے جانے لگوں تو میرے پاس حضور کا کرتہ و ناخن
و موئے مبارک ہے۔ قمیص سراپا تقدیس کو مرے کفن کے نیچے بدن
کے متصل رکھنا۔ موئے مبارک و ناخنہائے مقدسہ کو میرے منہ میں
آنکھوں اور پیشانی وغیرہ پر رکھنا۔ ابن السکن نے بطریق صفوان
بن ھبیرہ اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ثابت بنانی فرماتے ہیں'
مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' نے فرمایا۔ یہ موئے مبارک
سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے' اسے مری زبان کے نیچے رکھ دو۔
میں نے رکھ دیا وہ یونہی دفن کر دئے گئے کہ موئے مبارک ان کی
زبان کے نیچے تھا۔

حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبد الرحمان روسی
روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ' نے وصیت کی' فرمایا
کہ مرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشک (خوشبو) کا
کچھ حصہ بچا ہوا ہے اسے میرے جنازے کے ساتھ جب خوشبو استعمال
ہو اس میں ملا کر استعمال کریں۔ ان روایتوں کے علاوہ اور بہت
سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضور کے تبرکات سے صحابۂ
کرام انتہائی انسیت و محبت کرتے تھے۔

اور یہ بالکل تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جیسے نقوش آیات
و احادیث کی تعظیم فرض ہے یوں ہی حضور کے تبرکات واجب الاحترام
ہیں اور صحابۂ کرام کا یہ عمل یعنی جنازہ کے ساتھ تبرکات رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا استعمال کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے' کہ

ناپاکی کی علت سے اسماء اُدعیہ کو ناجائز رکھنا باطل ہے، بلکہ ان کے عمل سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ اسماء ادعیہ لکھ کر رحمتِ خداوندی اور فضلِ ربانی کی امید رکھنا جائز و درست ہے۔

کفن پر اسماء ادعیہ لکھنے میں جو شبہ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ میت کا بدن شق ہوتا ہے تو اس سے پیپ وغیرہ نکلتا ہے، جس سے کلمۂ مقدس کا نجاست سے ملوث لازم آئے گا۔ لیکن یہی شبہ آیاتِ ربانی لکھ کر پینے میں موجود ہے۔ کیونکہ پانی کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمام جزوِ بدن بن جاتا ہے تو لامحالہ مثانہ سے گذر کر آلاتِ بول سے نکلیگا۔ حالانکہ قرآنِ عظیم مثلاً سورۂ فاتحہ و آیاتِ شفا لکھ کر بغرض شفا پینا سلفاً خلفاً بلا انکار رائج ہے۔ ثبوتی طور پر دو ایک روایت پیش ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دردِ زہ کے لئے فرمایا "تکتب لہا شیئ من القرآن وتسقی" قرآن مجید سے کچھ لکھ کر پلائیں۔ امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیث عباس، دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے "لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب اللہ رب العرش العظیم الحمد للہ رب العالمین کانہم یوم یرونہا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰہا کانہم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعۃ من نہار۔" ان کے صاحبزادے جلیل امام عبداللہ ابن احمد ان کلمات کو زعفران سے لکھتے۔ امام حافظ ثقہ امام احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا کہ میں نے بارہا لکھتے دیکھا ہے۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے پانی جزوِ بدن نہیں بنتا اور اس سے مثانہ سے گذر کر آلاتِ بول سے نکلنا ضروری ہے بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک و مقدس نہیں، اسی لئے تو اس سے استنجا کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

درمختار میں "یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الا غسلًا" ردمحتار میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذالک اور اسی آبِ زمزم کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت ہے۔ بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی نشانی ہے۔ تاریخ بخاری، سنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"آیۃ ما بیننا وبین المنافقین انہم لا یتضلعون من زمزم" (ترجمہ) ہم میں اور منافقوں میں فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ آبِ زمزم کو کوکھ بھر کر نہیں پیتے۔ تو معلوم ہوا جب تعویذ لکھ کر پینا۔ آبِ زمزم پینا جائز و درست ہے، اور علماء وصلحاء نے اسے مستحسن قرار دیا ہے تو نجاست کی علت لیکر عہد نامہ لکھنے کو ممنوع قرار دینا بے جا ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ کفن پر اسماء ادعیہ لکھنا فقہاً و حدیثاً جائز ہے تو شجرۂ شریف کا میت کے ساتھ قبر میں رکھنا اس باب سے ثابت ہے کہ اسمائے محبوبانِ خدا علیہم السلام سے توسل و تبرک بلا شبہ محمود و مندوب ہے۔ تفسیر طبری پھر شرح مواہب لدنیہ للعلامۃ الزرقانی میں ہے اذا کتب اسماء اہل الکہف فی شیئ والقی فی النار اطفئت جب اسماء اصحاب کہف لکھ کر آگ میں ڈال دیئے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔ تفسیر نیشاپوری علامہ حسن ابن محمد ابن حسین نظام الدین میں ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے اسماء تحصیل نفع وضرر اور آگ بجھانے کے ہیں۔ غور فرمائیے وہ لوگ (اصحاب کہف) امت عیسوی کے اولیاء ہیں تو پھر اولیاء امت محمدیہ کا کیا کہنا۔ ان کے اسماء کرام کی برکت کیا شمار میں آسکتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ کفن پیشانی سینے پر اسماء ادعیہ لکھنا شجرہ شریف کا قبر میں رکھنا برکت سے خالی نہیں۔ (فتاوی رضویہ)

جنازہ لے چلنا

جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ عبادت میں سبقت کرے۔ کوتاہی و سستی کی بنا پر اس عبادت کو ترک نہ کرے۔ خود سرکار کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا ہے۔ (جوہرہ) سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں۔ ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے (اسکی روایت ابوداؤد (ابن ماجہ) و بیہقی نے کی ہے (ہدایہ) اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا۔ ایک سرہنے اور ایک پائینتی۔ تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت کی وجہ سے ہو تو مثلاً جگہ کی تنگی ہو تو حرج نہیں (عالمگیری) جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو، اسے بغیر نماز پڑھے واپس ہونا نہ چاہیئے اور نماز کے بعد اولیاء میت سے اجازت لیکر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (عالمگیری)

نماز جنازہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ ایک نے بھی پڑھ لی تو ہر ایک کا دامن گناہ سے بچ گیا۔ ورنہ جسکو خبر پہنچی تھی اور نماز نہ پڑھی تو گنہگار ہوا (عامۂ کتب) اس کی فرضیت کا جو انکار کرے وہ کافر ہے۔ نماز جنازہ واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو نماز کیلئے ہیں۔ قادر۔ بالغ عاقل مسلمان ہونا۔ ایک بات جس میں تائید ہے۔ یعنے موت کی خبر ہونا (رد المحتار) نماز جنازہ میں دو رکن ہیں۔ چار بار اللہ اکبر کہنا۔ قیام، بغیر عذر بیٹھکر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوئی (در مختار۔ رد المحتار) اس نماز میں تین چیزیں سنت موکدہ ہیں۔ اللہ عزوجل کی حمد و ثنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود۔ میت کے لئے دعا۔ طریقہ یہ ہے:۔

کان تک ہاتھ اٹھاکر اللہ اکبر کہتا ہوا نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے۔ اور ثنا پڑھے: یعنے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناؤک ولا الٰہ غیرک پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے، بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی کوئی حرج نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے میت اور تمام مومنین کے لئے دعا کرے۔

چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔ سلام میں میت و حاضرین، فرشتوں کی نیت کرے۔ (در مختار، رد المحتار)

مستحب یہ ہے کہ وہ شخص نماز پڑھائے جس سے وہ راضی تھا (ہدایہ) میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ میت کو زمین پہ رکھدیں اور چاروں طرف سے دیوار قائم کرکے بند کر دیں۔ (عالمگیری) قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم از کم نصف قد کی اور بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینہ تک ہو۔ (رد المحتار)

قبر کی دو قسم ہے۔ لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت رکھنے کی جگہ کھودیں۔ اور صندوق وہ جو ہندوستان میں

عموماً رائج ہے۔ لحد سنت ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا (اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے (ہدایہ) قبر میں اترنے والے دو تین ہوں۔ کوئی تعداد اس میں خاص نہیں اور یہ بہتر ہے کہ قوی نیک ہوں کہ کوئی بات نامناسب دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں (عالمگیری) جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔ یوں نہیں کہ قبر کی پائنتی رکھیں اور سر کی جانب سے (درمختار) میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور ایک روایت میں بسم اللہ وفی سبیل اللہ بھی آیا ہے (عالمگیری ردالمحتار) میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں۔ اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا بھول گئے اور تو تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رو کریں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

تختہ لگانے کے بعد مٹی دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں پہلی بار کہیں منها خلقناکم دوسری بار وفیها نعیدکم تیسری بار ومنها نخرجکم تارۃ اخریٰ باقی بیٹوں کو دوسرے آلات جس سے ممکن ہو یا ہاتھ ہی سے قبر میں ڈالیں جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے (جوہرہ عالمگیری)

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھیں۔ سرہانے الٓمّٓ سے مفلحون تک اور پائنتی آمن الرسول سے ختم سورۃ تک (جوہرہ) دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ کہ ان کے رکنے سے میت کو انس ہوگا اور منکرین کا جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی۔ اور اتنی دیر تک تلاوت قرآن اور میت کے لئے دعا و استغفار کریں اور یہ دعا کریں کہ سوال نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہے۔ (جوہرہ وغیرہ)

خدا تمام مومنین و مومنات کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

منقبت

پیشکش:-
عبد المجید منیار، زمرۂ ثالثہ
متعلم دار العلوم لطیفیہ عربی کالج مکان حضرت
قطب ویلور قدس سرہ

سرکارِ دو عالم کے رخِ پر انوار کا عالم کیا ہوگا
جب زلف کا ذکر ہے قرآں میں رخسار کا عالم کیا ہوگا

محبوبِ خدا کے جلوؤں سے ایمان کی آنکھیں روشن ہیں
بے دیکھے ہی جب یہ عالم ہے دیدار کا عالم کیا ہوگا

جب انکے گدا بھر دیتے ہیں شاہانِ زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

ہے نام میں انکے اتنا اثر جی اٹھتے ہیں مردے بھی سن کر
وہ حال اگر خود ہی پوچھیں، بیمار کا عالم کیا ہوگا

جب ان کے غلاموں کے در پہ جھکتے ہیں سلاطینِ عالم
پھر کوئی بتائے آقا کے دربار کا عالم کیا ہوگا

جب سنکے صحابہ کی باتیں کفار مسلماں ہوتے تھے،
پھر دونوں جہاں کے سرور کی گفتار کا عالم کیا ہوگا

طیبہ سے ہوا جب آتی ہے بیکل کو سکوں ملجاتا ہے
اس یاد کا جب یہ عالم ہے اس یار کا عالم کیا ہوگا

اللطیف ١٣٩٥ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہ بارگاہِ غوثیت مآب محبوبِ سبحانی معشوقِ ربانی حضرت مخدوم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید مرتضیٰ حسین بریچی نگری اللطیفی ویلوری

شاہ غوث الوریٰ سلام علیک ۔۔۔ نائبِ مصطفیٰ سلام علیک
مظہرِ کبریا سلام علیک ۔۔۔ مصدرِ اولیاء سلام علیک
معاف ہو ہر خطا سلام علیک ۔۔۔ دُور ہو ہر بلا سلام علیک
کوئی سمجھیگا کیا کوئی جانیگا کیا ۔۔۔ مرتبہ آپ کا سلام علیک
گلشنِ دینِ اسلام تازہ ہُوا ۔۔۔ تم سے یا سیّدا سلام علیک
تا قیامت چمکتا رہے گا حضور ۔۔۔ آفتاب آپ کا سلام علیک
نیّرِ بختِ اسلام گردش میں ہے ۔۔۔ ہے یہ وقتِ دُعا سلام علیک
اپنی سرکار سے اب بھر و جھولیاں ۔۔۔ کھولو بابِ عطا سلام علیک
دونو عالم میں کافی ہے سب کیلئے ۔۔۔ بھیک دو تم ذرا سلام علیک
تم جسے بھی ذرا چاہو یا سیّدا ۔۔۔ ہو بُرا بھی بھلا سلام علیک
دیجے ایسی دُعائیں خدا خوش رہے ۔۔۔ خوش رہیں مصطفیٰ سلام علیک
پورا مقصد ہو الطاف سے آپ کے ۔۔۔ حاضرِ حضار کا سلام علیک

آپ کے جد کے صدقے میں مقبول ہو
یہ سلام آج کا سلام علیک

ایک اہم فتویٰ

آج سے چندسال پیشتر مندرجۂ ذیل استفتاء کا جواب دیا گیا تھا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

ادارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ نماز کے بعد دعا اور وظائف کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر بہت دیر تک دعا مانگتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد سجدہ نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ وتر کی نماز کے بعد کرتے ہیں بلکہ یہاں تو نماز و وظائف کے بعد سجدہ کر کے عاجزی و انکساری سے دعا مانگتے ہیں۔ اس قسم کا سجدہ فجر اور عصر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں کے کچھ دیر بعد اور فجر میں طلوع آفتاب کے بعد کرنا جائز ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک سجدۂ شکر مکروہِ تنزیہی ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے فضل و عطا پر جیسے رزق، فرزند، مال، دفع بلا، بیمار کی تندرستی یا گم شدہ چیز کے ملنے پر یا اسی قسم کی نعمت جو مصیبت نہیں ہے باطہارت قبلہ رخ ہو کر سجدۂ تلاوت کی طرح ایک شکر کا سجدہ حمد و ثنا کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے۔

چونکہ سجدۂ شکر میں عبادت اور عاجزی ہے لہٰذا لوگوں کو اس سے روکا نہ جائے — السراج الوہاج

جو سجدہ بے سبب ہو وہ قربت نہیں مگر وہ مکروہ بھی نہیں ہے لیکن ادائے نماز کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں، اس وجہ سے مکروہ ہے کہ کہیں عام لوگ اور جاہل اس کو سنت نہ سمجھ بیٹھیں۔ جو بھی نفل کام اس قسم کا شبہ پیدا کرنے والا ہوتا ہے، وہ مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(دستخط) (مولانا مولوی) ابوالمعالی علوی عفی عنہٗ

مدرس دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ

(دستخط) (مولانا مولوی) سید شہاب الدین صاحب قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جینا نہیں آتا تو مر کیوں نہیں جاتا

از مولانا پروفیسر
الحاج محمد جلال صاحب گڈلوی M.A
صدر شعبۂ عربی و فارسی و
اردو اسلامیہ کالج وانمباڑی

جو کام ہیں کرنے وہ کر کیوں نہیں جاتا
کچھ اپنے تغافل سے مگر کیوں نہیں پاتا؟

ہے صرف بکھرنا ہی ترا مقصدِ ہستی
افلاک ترقی پہ بکھر کیوں نہیں جاتا؟

اعجازِ براہیم کو دہرانے کی خاطر
تو نارِ حوادث سے گزر کیوں نہیں جاتا؟

دُنیا کی کسوٹی پہ کھرا اُترا ہے لیکن
قرآں پہ کھرا آج اتر کیوں نہیں جاتا؟

ملکر تو مسِ خام سے کیوں خام بنا ہے؟
اے جوہرِ اسلام نکھر کیوں نہیں جاتا؟

ٹکڑوں پہ خودی بیچ کے کیا خاک جئے گا؟
جینا نہیں آتا تو مر کیوں نہیں جاتا؟

کب تک ترے ہی بگڑی ہوئی قسمت کا یہ رونا
دن آئے سنورنے کے سنور کیوں نہیں جاتا؟

روباہوں کے چنگل میں گرفتار ہوا کیوں؟
تو اے اسد اللہ! بپھر کیوں نہیں جاتا؟

موجوں کی شکایت ہے تھپیڑوں کا گلہ کیوں؟
تو پستیٔ ساحل سے اُبھر کیوں نہیں جاتا؟

اللہ کے پرستار کا سر! غیر کے در پر!
صد حیف! یہ سر تن سے اُتر کیوں نہیں جاتا؟

تو جامِ شہادت کا اگر دل سے ہے خواہاں
ٹیپو کی طرح شوق سے مر کیوں نہیں جاتا؟

کب تک جلالؔ اپنا یہ ہنگامِ غلامی؟
کہتے ہیں کہ جاتا ہے مگر کیوں نہیں جاتا؟

آفتاب رسالت کی نورانی لہریں

مولوی محمد نعیم اختر صاحب
اعجازی مدرس
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان
ویلور

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس سے خدا کی معرفت کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب متقیوں کے لئے سرچشمۂ ھدایت ہے اسکی تعلیمات اہل علم کے دل کی آواز ہیں۔

علم نفسیات کا یہ اصول ہے کہ عقل اور جذبات دو مختلف کیفیتیں ہیں، جن کا یکجا ہونا ممکن نہیں مگر قرآن اس قید سے آزاد ہے۔ قرآن کا طرز تخاطب آسان بالراست ہے۔ نہ اس میں تصنع و بناوٹ کا کوئی عنصر ہے اور نہ پیچیدگی و الجھاؤ کا کوئی حصہ ہے۔ قرآن عقل انسانی اور جذبات و تخیل کو بیک وقت اپیل کرتا ہے۔ اس پہ نفسیات کا قانون اس لئے لاگو نہیں ہوتا کہ اسکی تخلیق ایک مافوق البشر ہستی کے دستِ قدرت نے کی ہے۔ قرآن میں متعدد جگہوں پہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ و فضائل حسنہ بیان کئے گئے ہیں لیکن ذیل کی آیت مبارکہ میں ایک ایسے لفظ سے حضور کا تعارف کیا گیا ہے جو اپنے دامن میں انگنت نکات پوشیدہ رکھتا ہے۔ ان میں سے چند نکات کو صفحۂ قرطاس پہ بکھیرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

رب کائنات نے ارشاد فرمایا "قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین" (رب العزت) قرآن کی اس مقدس آیت میں اس ذات گرامی کی بعثت کو بیان فرما رہا ہے جو کائنات کے درد کا درماں بنکر آیا ہے لیکن تخاطب کا انداز بیان یہ نہیں ہے کہ بطن آمنہ سے نور محمدیؐ کا ظہور بخشا۔ اگر کلام کا یہ لہجہ ہوتا تو عقل کے پردہ پہ یہ بات ثبت ہو سکتی تھی کہ دنیائے فانی میں تشریف لانے سے پہلے سرور کونین کا وجود گرامی نہ تھا لیکن ارشاد ربانی ہے "آیا اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب" اس سے معلوم ہوا کہ نور کی تخلیق پہلے ہو چکی تھی شمس و قمر سے پہلے شجر و حجر سے پہلے، خشک و تر سے پہلے خیر البشر پیدا ہو چکے تھے۔ ابوالبشر سے پہلے جیسا کہ خود اس ذات مقدس نے ارشاد فرمایا جس کے لبوں سے کلام الٰہی کے نغمے ابھرتے تھے "واول ما خلق اللہ نوری" الخ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو ظہور بخشا اور پھر میرے نور سے ساری کائنات کو وجود بخشا۔ اصل کائنات نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی جو کچھ ہے اسی کے عکوس و ظلال ہیں، چاہے ستاروں کی ضیا باریاں ہوں یا شمس و قمر کی تابانیاں، شفق کی رنگینی ہو یا نسیم صبح کی دلفریبی، پھولوں کا تبسم ہو یا کلیوں کا تکلم، بھولوں کی گنگناہٹ ہو یا غنچوں کی سرگوشی، جبین شب کی افشاں ہو یا نمود مہر تاباں، آبشاروں کی صدا ہو یا سکوت صحرا، غرضیکہ کائنات میں

جو کچھ ہے اسی نور درخشاں کا پرتو ہے۔ عقلیں حیران وششدر رہیں کہ ایک ہی نور اپنے دامن میں اتنی تجلیاں کیونکر سمیٹ سکتا ہے۔ ایک نور کی یہ ساری تابانیاں کیسے ہو سکتی ہیں، لیکن نظام عالم کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس راز سے پردہ یقیناً اٹھ سکتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک دانہ کے وجود کو خاک کے دامن میں چھپا دیا۔ ابھی چند ہی روز گذرتا ہے کہ زمین کا سینہ چاک کر کے ایک پودا نمودار ہوتا ہے، پھر وہی پودا اپنی شاخوں کو مختلف سمتوں پھیلا دیتا ہے۔ پھر ان ڈالیوں میں کلی کی نمود ہوتی ہے۔ پھر جنبش موج نسیم سے کلی نشۂ ہستی میں جھومنے لگتی ہے اور جب شبنم کی خنکی پاتی ہے، کلی آنکھ کھول دیتی ہے اور مسکرانے لگتی ہے۔ اور پھر گل خنداں پر آپ کہہ اٹھتے ہیں پھول کھل گیا۔ ذرا غور وفکر کی مشعل سامنے رکھ کر سوچئے کہ وہی ایک دانہ کبھی آغوش زمین میں روپوش رہا کبھی درخت کی صورت اختیار کر گیا کبھی کلیوں کو نمودار کیا اور کبھی متبسم پھول کو وجود بخشا۔ بلا تمثیل اصل کائنات نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کبھی آغوش رحمت میں روپوش رہا۔ کبھی جبین عرش کا ستارہ بن کر چمکا۔ کبھی پیشانیٔ آدم میں سجود ملائک ہوا کبھی فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت بن کر طلوع ہوا ؎

یہی نور ازل ہر دم نئے سانچوں میں ڈھلتا ہے
نمودِ صبح نو بن کر بہار کہکشاں بن کر

اور اعلان کر دیا گیا قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین سرور کونین (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں یہ مسئلہ ہر قسم کے شکوک سے بالاتر ہے، کیونکہ آیت مذکورہ میں آپ کو واضح انداز میں نور فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا 'میں نے حضور سے زیادہ حسین وخوب رو کسی اور کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا گویا آفتاب چمک رہا ہے۔ ربیع بنت معوذ نے کہا "اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کرتے تو یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ سورج طلوع ہو گیا" حضرت جابر بن سمرہؓ نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا "ایک مرتبہ رات میں جبکہ چاند کی جبین پر چاندنی مکمل طور سے پھیل چکی تھی، میں حسن ازل کے شاہکار کو دیکھ رہا تھا جس کے جسم نازپر سرخ جوڑے تھے۔ میں کبھی چاند کی محفل فروزاں کو دیکھتا اور کبھی محمد رسول اللہ کے حسن لازوال کو بالآخر مری چشم بینا نے یہ فیصلہ کیا کہ حضور چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ کعب بن مالک نے کہا 'سرور وانبساط کے کیف میں حضورؐ کا روئے زیبا ایسا چمکتا گویا مہر تاباں کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپ کی خوشیوں کا اندازہ کرتے تھے'۔

ہند ابی ہالہ نے کہا "حضور کے چہرے پر چاند کی سی چمک تھی"۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا "حضور کا جسم انور گویا چاندی سے ڈھلا ہوا ہے"۔ حضرت انس نے فرمایا "سرور کونینؐ گفتگو فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی ہوئی معلوم ہوتی" ابو قرصافہ کی والدہ اور خالہ جن کے احساسات فطرت کے اصول سے ناآشنا ہیں۔ جنکی حیات کے خدوخال کفر کی

تاریکی میں چھپے ہوئے ہیں جو ابھی ایمان کی دولت لازوال سے محروم ہیں ابو قرصافہ کے ساتھ ایمان کی دولت سمیٹنے کے لئے اس رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں جن کے ہونٹوں سے ہر ایک کے لئے مہر و محبت کے میٹھے بول نکلتے ہیں جن کی گفتگو میں نغموں کا آبشار ہے۔ پھر اس رسول کی بارگاہ سے ایمان کی ایک تابندہ کرن لپکی اور کفر کی تیرگی دور کر گئی بیعت اسلام سے فارغ ہو کر جب لوٹنے لگیں تو اپنے ضمیر کی آواز کو ان الفاظ میں ادا کیا "ہم نے ایسا حسین و جمیل شخص کہیں اور نہیں دیکھا، اس کے منہ سے روشنی سی نکلتی دیکھی ہے"۔ یہ تمام تاثرات جن کا اوپر بیان ہوا ان کے ہیں جو توحید کے رشتہ سے منسلک ہو چکے ہیں جن کے گردنوں میں اسلام کا قلادہ پڑ چکا تھا۔ ایسا قلادہ جس نے ہر قلادے سے آزادی دے دی۔ شعر

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

لیکن! اب میں ایک ایسی معزز خاتون کا تاثر پیش کروں، جن کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں، تاکہ کوئی تنگ نظر یہ نہ کہے کہ یہ سب ایمان کی شعلہ بیانیاں ہیں، مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا اور اس نے اپنا پڑاؤ شہر کے باہر رکھا، اتفاقاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف سے ہوا، جہاں یہ قافلہ قیام پذیر تھا۔ حضور نے اہل قافلہ سے ایک اونٹ کا سودا کر لیا اور یہ کہہ کر اونٹ ساتھ لے آئے کہ ابھی قیمت بھجوا دیتا ہوں۔ بعد میں قافلہ والوں کو تشویش ہوئی کہ جان پہچان کے بغیر سودا کر لیا۔ اس پریشانی پر سردار قافلہ کی خاتون نے کہا "اپنے دلوں کو اطمینان دو، میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کی طرح درخشاں تھا وہ کبھی تمہارے ساتھ بدعہدی نہ کریگا۔ ایسا شخص بے وفائی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا شخص (اونٹ کی رقم) ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کروں گی" الفضل ما شہدت بہ الاعداء معلوم ہوا کہ رخ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حسن و نور ہے۔ جس نے بھی نظر ڈالی اس کے سامنے سے رنگین چلمن اٹھی اور وہ حقیقت کا اظہار کر بیٹھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایکمرتبہ سوت کات رہی تھی اور شہنشاہ دو عالمؐ نعلین مبارک سی رہے تھے جبین اقدس پر پسینے کے چند قطرے نمودار ہوتے ہیں، میں نے دیکھا ان سے ضیاء پھوٹ رہی ہے۔ میں اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئی ؎

دلیل صبح فقط نور آفتاب نہیں
کبھی کبھی دل شبنم سے پھوٹتی ہے کرن
برگ گل پہ رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حضورؐ بھی نور ہیں اور انبیائے کرام بھی نور ہیں لیکن ان دونوں کا تناسب کیا؟ یہ خدا ہی سمجھے۔ چاہیے یوں کہہ لیجئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب ہیں، اور انبیائے کرام ستارے جیسا کہ حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

فانہ شمس فضل ہم کواکبھا

یظھرن انوارھا للناس فی ظلم

(ترجمہ) آپ علم و فضل کے آفتاب ہیں اور انبیائے کرام ستارے جو تاریکی میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

اگر آپ آفتاب کی تجلیوں کو دیکھنا چاہتے ہوں تو خبردار آفتاب سے آنکھیں نہ لڑائیے آنکھیں خیرہ ہوکر رہ جائیں گی۔ اگر مقصد آفتاب کی تابانیوں کا دیکھنا ہی ہے تو در و دیوار پر بکھرے ہوئے جلووں کو دیکھئے۔ جمالِ یوسفی کا نظارہ کرنے کے لئے بازار مصر کا جائزہ لینا ہوگا۔ ید بیضا کی شعاعیں وادیٔ ایمن میں نظر آئیں گی، لیکن جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک جگہ مقید نہیں، جس طرف نظر اٹھائیے انہیں کے جلوے نظر آئیں گے۔ علم و دانش کی جو بھی روشنی نظر آرہی ہے وہ بلاشبہ سبز گنبد کی سنہری جالیوں سے چھن کر آرہی ہے، بلکہ اب تک دنیا میں جتنے بھی اُجالے ہویدا ہوئے سب اسی نورِ درخشاں کے کرشمے ہیں۔

کہاں کا دشتِ ایمن، طور کیا برق بھی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفےٰ کی پرتوافشانی

۱) آفتاب کی تجلیوں کے مشاہدہ کا طریقہ تو ایک یہ ہے کہ در و دیوار پر بکھری ہوئی شعاعوں کو آنکھوں میں اُتار لیا جائے

۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ظرف میں پانی بھر کر اس میں آفتاب کا عکس دیکھا جائے۔ اگر آپ آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کرنا چاہتے ہیں، مہرِ رسالت کا عکس دامن دل پہ اتارنے کی خواہش ہے تو دل کے پیمانہ کو لبریز کرلیجئے اور سر جھکا لیجئے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

جب خضر علیہ السلام نے حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں موجود تھا ایک محدث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے، لوگوں کی قوت سماعت محدث کی آواز کو جذب کر رہی تھی مگر اسی مسجد میں ایک شخص تنہا ایک گوشہ میں سر جھکائے بیٹھا تھا، میں نے اس سے سوال کیا کہ تم دریائے خموشی میں غوطہ زن کیوں ہو؟ اس کلام کی سماعت میں شریک کیوں نہیں ہوتے جس میں زندگی کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ تو اس نے جواب دیا" لوگ محدث حدیث رسولؐ سُن رہے ہیں اور میں صاحب حدیث سے

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ایک نابینا محدث حدیث پاک کی تعلیم دے رہے تھے، اور موضوع حدیثوں پر کلام بھی کرتے جاتے تھے اور بتائے جاتے تھے کہ فلاں حدیث صحیح اور فلاں حدیث سرورِ کائناتؐ کی طرف غلط منسوب ہوگئی ہے۔ ایکبار ایک ہونہار طالب العلم نے سوال کیا آپ نابینا ہوتے ہوئے یہ کیسے معلوم کرلیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور یہ غلط ہے، ان باتوں کو پرکھنے کے لئے تو دیدۂ بینا چاہئے، استاد نے جواب دیا۔ حدیث بیان کرتے وقت میری نگاہیں سرورِ کونینؐ کے روئے زیبا پہ جمی رہتی ہیں۔ جب چہرۂ انور پہ تبسم پنہاں کی شعاعیں دیکھتا ہوں تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ یہ حضورؐ کی حدیث ہے اور جب روئے انورؐ پہ غیظ و غضب کے آثار دیکھتا ہوں تو یہ سمجھ لیتا ہوں کہ یہ مرے سرکارؐ کی حدیث نہیں ہوسکتی۔

یک لمحہ دلا غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

آفتاب کی ضیا باریاں دیکھنے کا تیسرا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی آئینہ پر حسین انداز میں کالک لگا دی جائے پھر اس پر آفتاب کا عکس دیکھا جائے۔ آفتاب رسالت کو بے حجابانہ کون دیکھ سکتا ہے۔ ایک ذراسی نقاب اٹھی تھی کہ دشت ایمن میں قیامت برپا ہو گئی۔ الامان الامان کی صدا بلند ہونے لگی۔ خدائے ذوالجلال نے جب چاہا کہ دنیا والوں کو اپنے رسولؐ کے جلوؤں کو دکھائے تو لباس بشریت پہنایا۔ کالی کملی اوڑھا دی، سیاہ زلفیں بکھیر دی۔ شعر

دستار سبز کملی سیہ زلف مشکبو
ہستی حضور کی ہے کہ حاصل بہار کا

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات کھٹکے کہ جب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سارے انبیاء کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو بعد میں کیوں جلوہ گر ہوئے۔ حالانکہ یہ محاورہ ہر ایک زبان پر جاری ہے الفضل للمتقدمین بزرگی اور بڑائی اگلوں ہی کے لئے ہے۔ امام آگے رہتا ہے اور مقتدی پیچھے۔ تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یقیناً امام کا بلند مقام ہے۔ امام آگے رہتا ہے اور مقتدی پیچھے۔ لیکن آفتاب کی عظمت شان ہی نرالی ہے۔ اس کے جلوے آگے آگے چلتے ہیں۔ آفتاب افق سے نیچے ہی رہتا ہے لیکن صبح صادق بساط کائنات پر پھیل جاتی ہے اور خبر دیتی ہے کہ اصل آنے والا بعد میں آرہا ہے۔ اس کے آجانے کے بعد ظلمت شب کی پناہ کے لئے کوئی گوشہ نہیں۔ انبیاء کرام آتے رہے اور ہر ایک یہ اعلان کرتا رہا۔ اصل آنے والا بعد میں آرہا ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوں گے جن کا اسم گرامی احمد ہو گا (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری وجہ یہ ہے کہ ؎ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

مبدءٔ فیاض معاذ اللہ جلوہ دکھانے میں بخیل نہیں لیکن دیکھنے کی قوت بھی تو ہو۔ فلسفیانہ طور سے نظام عالم پر نگاہ دوڑائیے کہ جب جبین شب کی افشاں ماند پڑنے لگتی ہے اور رات کا آنچل سرکنے لگتا ہے تو فوراً آفتاب اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔ تھوڑی دیر کے لئے اختر صبح درخشاں رہتا ہے پھر شفق مسکراتی ہے تاکہ دیکھنے والوں کی نگاہیں عادی ہو جائیں ورنہ یک بیک نگاہ پڑنے سے آنکھیں بصارت کا پورا سرمایہ کھو بیٹھیں گی۔ پھر اس کے بعد شہزادۂ خاور پرتو فگن ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلے حسن یوسفی کی شمع جلا دی گئی۔ ید بیضا کی لو اکسا دی گئی۔ جمال عیسوی سے نگاہوں کو عادی بنا لیا گیا، اس کے بعد فاران کی چوٹی سے آفتاب رسالت کو طلوع کیا گیا کہ دنیا کی نگاہیں اب اس قابل ہو چکی ہیں کہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس بشریت میں دیکھ سکیں قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور کی ذات آفتاب ہدایت ہے تو آپ کی آمد کا اعلان اس طرح کیوں ہوا کہ قد جاءکم من نور اللہ وکتاب مبین بے شک آگیا اللہ کی جانب سے نور اور روشن کتاب، آفتاب آمد دلیل آفتاب

آپ کا اعتراض تسلیم لیکن یہیں پر یہ بھی سوال ہے کہ کن لوگوں کو طلوع خورشید کی خبر نہیں دی جاتی — ان کو جو بیدار ہوتے ہیں۔ مگر جن پر غفلت کی نیند کی حکمرانی ہو۔

انہیں جگانا پڑتا ہے۔ انہیں جھنجھوڑنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اے غفلت وشرمساری کی نیند میں مست انسان آنکھیں کھول، دیکھ آفتاب عالمتاب بالائے بام آگیا۔ دیکھ اسکی آتشیں کرنیں تیرے بے حس وحرکت جسم پہ تازیانے برسا رہی ہیں۔ یہ مت سوچیئے کہ صرف جسم سوتا ہے، روح کے لئے نیند نہیں۔ جسم کی نیند کو آسانی سے توڑا جا سکتا ہے۔ آپ نے غور نہیں کیا کہ نسیم سحری کی ہلکی سی تحریک سے خوابیدہ سبزے کروٹیں بدلنے لگے۔ سوئی ہوئی کلیوں نے آنکھیں کھول دیں۔ غنچے مسکرا اٹھے مگر روح سوتی ہے تو بہت گہری نیند سوتی ہے۔ اس کے بیدار کرنے کے لئے آندھیاں چلتی ہیں، بادل گرجتے ہیں بجلیاں کڑکتی ہیں، زلزلے آتے ہیں، جب کہیں جاکے روح انسانی بیدار ہوتی ہے، ورنہ پیوندِ خاک ہو کے رہ جاتی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت جن کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جو بیدار تھے ان کے لئے لفظا قدؔ کی ضرورت نہ تھی۔ ان کا ایمان لانا معجزۂ شق القمر پہ موقوف نہ تھا۔ ان کے لئے چہرۂ انور کا دیدار ہی کافی تھا۔ کیا تاریخ بتا سکتی ہے کہ صدیق اکبرؓ اور ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہما نے کوئی معجزہ طلب کیا؟ —

آقائی ومولائی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر میں خدا کا رسول ہوں۔ حضرت ابوبکر عرض کرتے ہیں صدقت یا رسول اللہ سچ فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم اس بات کی تصدیق کیوں کر کر رہے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ، یہ چہرہ بھلا جھوٹے کا ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن سلام خدمت پاک میں حاضر ہوئے، روئے انور پہ نگاہ پڑی پکار اٹھے:۔

"یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا"

معلوم ہوا کہ قدؔ کی ضرورت ان کیلئے نہ تھی، جو بیدار تھے، بلکہ ان کیلئے تھی جو غفلت کی نیند سو رہے تھے، انہیں بیدار کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ ایک پرجلال آواز کی جو جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے گونجے لیکن اسکی صدائے بازگشت دیوار چین میں پیدا ہو، انہیں کو ہوشیار کرنے کے لئے کہا گیا قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب رسالت تو اس سلسلے میں دو نکتے جو ذہن کے دریچے سے جھانک رہے ہیں اسے آپ کے سامنے رکھ دوں تاکہ موضوع تشنہ نہ رہ جائے۔

ایک یہ کہ جب آفتاب اپنا چہرہ دکھاتا ہے تو اس کی شعاعیں صرف سربفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پہ نہیں پڑتی، بلکہ زمین کا پست ترین حصہ بھی اسکی ضیا کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے، اگر آفتاب کی تجلی ایک سرمایہ دار کے ایوان کو رونق بخشتی ہے تو دوسری طرف بلاتفریق ایک مفلس ونادار غریب انسان کا جھونپڑا بھی اس کی کرنوں میں نہا جاتا ہے ۔۔ بعثتِ رسولؐ سے ایمان کی نورانی ضیاء کا استقبال اگر عثمان غنی اور عبدالرحمان بن عوف کے گھروں نے کیا تو بلال وعمار کے جھونپڑے بھی اس سے محروم نہ رہے۔ غرضیکہ جس طرح یہ آفتاب امیر وغریب غنی وفقیر کے درمیان کمی وبیشی کی

دیوار کھڑی کئے بغیر سارے عالم کو روشنی بخشتا ہے، یونہی پیغمبر رسالت کی برکتیں بھی گھر گھر عام ہوگئیں۔

دوسرا نکتہ قابلِ غور یہ ہے کہ جب آفتاب اپنا چہرہ دکھاتا ہے تو آسمان کے ستارے اپنا منہ ڈھانپ لیتے ہیں، لیکن زمین کے ذرات ان کی کمی پوری کر دیتے ہیں۔ آفتاب رسالت کی بعثت سے ایک طرف تو آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے روپوش ہوگئے، ان کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور دوسری طرف خاک کے جس ذرے نے قدمِ مبارک کو چوما چمک گیا، کوئی صدق و صفا پہ صدیق و عتیق بنکر چمکا، کوئی فرقِ انسانیت پہ فاروقِ اعظم بن کر نمایاں ہوا۔ غرضیکہ جس ذرہ پر پرتوِ جمال پڑ گیا وہ چمک اٹھا۔ حبشی نوائیت کی ایک مثال پیش ہے۔

ساقیِ کوثر شہنشاہِ بحر و بر ایک پہاڑ کے دامن میں جلوہ افروز ہیں۔ گرمی اپنا پورا زور صرف کر رہی ہے۔ حرارت پورے شباب پر ہے۔ صحابۂ کرام پیاس کی شدت سے مضطرب ہیں۔ یکایک زبانِ رسالت حرکت میں آتی ہے اور مہر و محبت کی اتاہ گہرائی میں ڈوب کر ایک آواز گونجتی ہے کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک حبشی غلام پانی لئے جا رہا ہے بلاؤ۔ دو صحابی روانہ ہو جاتے ہیں۔ ذرا رک جائیے اور سوچئے کہ رسول نے پہاڑ کے پیچھے کی خبر دی تھی، لیکن صحابہ کی اس بھری بزم میں کسی نے بھی یہ سوال نہ کیا، حضور آپ پہاڑ کے پیچھے کی خبر کیوں دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ جب یہ رسول زمین پہ رہتے ہوئے آسمان کی خبر دیتا ہے تو کسی نگاہ بصیرت کیلئے پہاڑ حجاب نہیں ہو سکتے۔ بہرحال حسبِ ارشاد غلام ملتا ہے اور پانی بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیتا ہے۔ سرورِ کونین اپنا دستِ شفقت غلام کے سر پہ رکھ دیتے ہیں۔ کہاں تو حبشی غلام جس کے جسم پہ سیاہی کی حکمرانی تھی اور اب سرورِ کونین کے دستِ کرم کے فیض سے سرخ و سپید چمک اٹھا۔ تمتماتے ہوئے چہرے پہ گلزار کا گماں ہونے لگا۔ غلام کچھ دیر سخت حیران رہا۔ کانوں میں سہمی ہوئی سرگوشیاں تھیں۔ ذہن پہ ماضی کے افکار سرد لاشے کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ سوچنے لگا یہ عظیم انقلاب کیوں برپا ہوگیا۔ ابھی دل میں ہلکی ہلکی خلش تھی، میٹھی میٹھی کسک تھی کہ یک بیک چہرے پہ ایک مبہم مسرت کی نمود ہوتی ہے اور وہ غلام سمجھ جاتا ہے کہ میں جس کی بارگاہ میں ہوں وہ ہم انسانوں جیسا انسان نہیں، پکار اٹھتا ہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ الخ

غلام جب اپنے یہودی آقا کے پاس پہنچا تو وہ بے حد حیران ہوگیا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ سوال کیا تم کون ہو؟ غلام نے جواب دیا میں ہوں تو وہی لیکن ایک تبدیلی مجھ میں ضرور ہوگئی ہے۔ پہلے میں تمہارا غلام تھا اب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ پہلے میرے افقِ حیات پہ کفر و شرک کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں اور اب اس پہ آفتابِ رسالت کی کرنیں پڑ رہی ہیں۔

جگمگا اٹھی مری دنیا کسی کے نور سے
مرے گردوں پہ مرا ماہ تمام آ ہی گیا

ضو سے اس خورشید کے اخترِ مرا تابندہ ہے
چاند جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

اور یہ تم مرا ظاہری انقلاب دیکھ رہے ہو، تمہاری نظر وقت کے ماتھے پہ ایک اجلی چمک دیکھ رہی ہے۔ ارے مرے پاس تو والہانہ عشق کی ایک غیر فانی یادگار ہے۔ (بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نتیجۂ فکر: شمس آزادی

پیشکش: حافظ سید الطاف احمد سوئی بلیہ، متعلم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

کارواں حاجیوں کا اگر دیکھ کر، اشک آنکھوں میں آئے تو میں کیا کروں
خواہش دید طیبہ تو مدت سے ہے، لیکے قسمت نہ جائے تو میں کیا کروں

اک طرف خلد ہے اک طرف ان کا در، میں نے طیبہ کو جنت پہ ترجیح دی
اپنی اپنی پسند اپنی اپنی نظر، شیخ جنت میں جائے تو میں کیا کروں

میں نے سرکار کو اپنا آقا کہا، اسلئے میں نے جو مانگا مجھکو ملا،
جو سمجھتا نہیں اُن کو مختار کُل، وہ اگر کچھ نہ پائے تو میں کیا کروں

یا محمدؐ پکارا جو منجدھار میں، خود ہی ساحل پہ موجوں نے پہنچا دیا
شرک سمجھے جو امداد سرکار کو، وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

ہے یہی روز و شب شمسؔ میری دعا، کوئے سرکار میں موت آئے مجھے،
آپ سے دُور رہ کر میرے مصطفےٰ، چین مجھکو نہ آئے تو میں کیا کروں

بیعت کی حقیقت اور اسکی فضیلت

از
افضل العلماء ابو المکارم مولوی
سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری
فاضل دار العلوم لطیفیہ جنرل سکریٹری
انجمن دائرۃ المعارف
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

مُبارک ہیں وہ لوگ جو دنیاوی عیش و راحت پر آخرت کی ابدی و سرمدی زندگی کو ترجیح دیتے ہوے اس کو عمدہ و بہتر بنانے کے لئے اپنے تمام تر وسائل و ذرائع کو لگا دیتے ہیں، جن کو ہمیشہ حصولِ مقصد کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ عبادتوں، ریاضتوں مجاہدوں اور محاسبوں کے ساتھ شیخ طریقت کا وسیلہ پاکر برسوں کے مراحل لمحوں میں طے کر لیتے ہیں، اور انہیں صحبت شیخ کی برکت سے آن کی آن میں منزل مقصود مل جاتی ہے۔ لہٰذا جو خوش نصیب یہ چاہتے ہیں کہ زمین کی پستیوں سے اٹھ کر عرش کی وسعتوں میں پہنچ جائیں، ناسوت کی کثافتوں سے نکل کر ملکوت کی لطافتوں میں چلے آئیں، اتنا ہی نہیں بلکہ محبوب حقیقی کی وصل کی لذتوں سے سرشار ہو کر حیات جاودانی حاصل کریں ان کے لئے ضروری ہے کہ شریعتِ غرّہ پر گامزن ہو کر بھرپور عقیدت و محبّت کے ساتھ کسی مردِ کامل کی صحبت اختیار کرتے ہوے اس کے دستِ حق پرست پر اپنے ارادت کے ہاتھ کو دے دیں، جسکو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں بیعت کہتے ہیں۔

بیعت عہد و پیمان کا نام ہے۔ یہ لفظ بیع سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے خرید و فروخت، جس میں ایجاب و قبول یعنی عہد و پیمان ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں کہ لفظ بیعت بیع سے مشتق ہے۔ جس نے بیعت کی گویا اس نے اپنی ذات کو کامل ارادے کے ساتھ مرشد کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

زبدۃ العارفین شاہ سید عبد اللطیف قادری المشہور بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ بیعت کا لغوی معنی کسی کے ساتھ کسی کام میں عہد و پیمان کرنا اور اصطلاح شریعت میں کسی کے ساتھ کسی کام میں قربت حق اور عبادتِ الٰہی کے لئے عہد کرنا ہے۔ صاحب فتاویٰ عزیزی شاہ عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لُغتہً بیعت کا معنی عہد و پیمان ہے۔ متکلّمین کی اصطلاح میں عہد کے لئے ہاتھ پھیلانا اور صوفیاء کرام کے نزدیک عقیدت کے ہاتھ کو مرشد کے ہاتھ میں دینا بیعت ہے۔

بیعت لینا، بیعت کرنا اور اس پر ثابت رہنا نصِّ قطعی سے ثابت ہے، چنانچہ ارشادِ باریتعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

(حٰم ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱)

یعنی جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ بے شک اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے، جو عہد شکنی کرتا ہے وہ یقیناً اپنی ذات کے نقصان پر ایسا کرتا ہے۔ جو آدمی اللہ سے کئے وعدہ کو پورا کرتا ہے عنقریب اللہ اس کو اجرِ عظیم عنایت کریگا۔ نیز ارشاد ربانی ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

(قد سمع اللہ سورۂ ممتحنہ رکوع ۲)

یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ایمان والیاں اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنے، چوری نہ کرنے، زنا نہ کرنے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنے گھڑی ہوئی تہمت نہ لگانے اور احکامات میں آپ کی نافرمانی نہ کرنے کا عہد کرنے آئیں تو آپ ان سے بیعت لیجئے اور اللہ کے پاس ان کی مغفرت چاہیئے، بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔

نیز مشہور احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے ارکانِ اسلام جیسے نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ادا کرنے، کافروں کے ساتھ جنگ کی سختیوں میں ثابت قدم رہنے، سنت کو مضبوطی سے تھامنے، بدعت سے احتراز کرنے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ انصاری عورتوں سے نوحہ نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ نیز آپ علیہ السلام نے بعض صحابہ سے سوال نہ کرنے کی بیعت لی تھی۔ چنانچہ ابن ماجہ سے روایت ہے انہ بایع الناس من فقراء المھاجرین علی ان لا یسئلوا الناس شیئا فکان احدھم یسقط سوطہ فینزل عن فرسہ فیاخذہ ولا یسئل احدا یعنی آپ علیہ السلام نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرینگے جس کا اثر یہ ہوا کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ صاحب کسی سے طلب کئے بغیر خود گھوڑے سے اتر کر اٹھا لیتے تھے۔ حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے والد فرماتے ہیں بایعنا رسول اللہ علی السمع و الطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لا ننازع الامر اھلہ وان نقول بالحق حیث کنا ولا نخاف فی اللہ لومۃ لائم یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگی و فراخی، راحت و مصیبت میں فرماں بردار رہنے کی بیعت کی۔ نیز اس بات کا بھی عہد کیا کہ حاکموں سے جھگڑا نہ کریں گے۔ جہاں بھی رہیں گے سچ کہینگے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی بھی طعنہ زن کی ملامت سے خوف نہ کریں گے۔ حضرت عوف ابن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تم اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرو گے۔

ہم نے ہاتھ پھیلا دئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کس امر پر آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرینگے، پانچوں وقت کی نمازیں ادا کریں گے۔ احکامات سنینگے اور فرماں برداری کریں گے (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

مذکورۂ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے جو بیعت لی تھی، وہ بیعت اسلام نہیں بلکہ جہاد، تقویٰ اور پرہیزگاری کی بیعت تھی۔ لہٰذا مذکورہ آیات واحادیث سے مشائخ کرام کے نزدیک جو بیعت رائج ہے اس کے جواز کا واضح اور کھلا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ "قول جمیل" میں بیعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی فعل بطریق عبادت واہتمام کے ساتھ صدور پذیر ہوا ہے، وہ یقیناً دین میں کسی طرح سنت سے کم ہو نہیں سکتا۔ چونکہ آپ علیہ السلام زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے، قرآن وحکمت کے عالم ومعلم اور مزکی امت تھے، لہٰذا آپ علیہ السلام سے کتاب وحکمت کی تعلیم اور تزکیہ کا جو بھی فعل صادر ہوا وہ علماء راسخین کے لئے سنت ہو گیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بیعت کا انحصار قبول خلافت اور سلطنت پر ہے ۔۔ اور صوفیائے کرام جو بیعت لیتے ہیں شرعاً اس کی کچھ اصل نہیں بالکل غلط اور لغو ہے۔

مقتدیان شریعت وطریقت کے نزدیک بیعت کے سنت، واجب اور فرض ہونے کے متعلق اختلاف ہے، جو اس کی فرضیت اور وجوب کے قائل ہیں وہ حدیث طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ سے استشہاد کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بیعت کو سنت قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں بیعت واجب نہیں بلکہ سنت ہے کیونکہ اصحاب کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے ذریعہ خدا سے قریب ہو گئے۔ کوئی دلیل شرعی ایسی نہیں جو تارک بیعت کو گنہگار قرار دیتی ہو۔ نیز ائمہ دین نے بھی تارک بیعت پر انکار نہیں کیا ہے۔ گویا ان کا یہ انکار نہ کرنا ان کے عدم وجوب پر اجماع ہو گیا۔" مگر علماء مشائخین کے اقوال واحوال کے جائزے اور ان برگزیدہ شخصیتوں نے اسکی اہمیت وضرورت کو جس انداز سے پیش کیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض ہے اور وجوب سے کسی طرح کم نہیں۔

زبدۃ العارفین رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی قادری قدس سرہٗ "رسالۂ حق المعرفت" میں بیعت کی فرضیت کے بارے میں فرماتے ہیں" بیعت با خاصان الٰہی کہ صفت شان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ وعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل والعلماء ورثۃ الانبیاء آمدہ فرض ست جہت حصول معرفت خاص الٰہی کہ سینہ بسینہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا بخاصان ایں وقت رسیدہ یعنی خاصان خدا جن کی شان میں یہ حدیثیں جیسے "شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ میری امت کے علماء وارثین انبیا ہیں" آئی ہیں ان کے دست حق پرست پر خصوصاً اس معرفت الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اس وقت کے خاصان الٰہی تک سینہ بسینہ پہنچی ہے بیعت کرنا فرض ہے۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں شرائط ارادت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مرید کے لئے ایک شیخ ایک استاد کی نہایت ضرورت ہے جس کی مرید اقتداء کرے اور شیخ اس کی رہنمائی کرے۔ کیونکہ دین کی راہ باریک اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف شیطان کے

بے حساب ور واضح ہوتے ہیں جس آدمی کا کوئی شیخ نہیں، جو اسے سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرے شیطان اس کو اپنے راستوں پہ کھینچ لاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی سید شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا ارشادِ گرامی ہے جس کا کوئی پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہے۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کا فرمان ہے من لم یکن له استاذ فامامه الشیطٰن یعنی جس کا کوئی استاد نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

حضرت ابن ماجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتةً جاهلیة یعنی جس نے اس حالت میں جان دی کہ اس کی گردن میں بیعت کا ہار نہیں تھا وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمہ "فقرات" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ پیر کا سایہ ذکر الٰہی سے بڑھکر ہے۔ حضرت عبدالوہاب ثقفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کوئی انسان لاکھ علوم کو جمع کرلے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے مگر وہ کسی شیخ کامل یا امام مصلح کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ و ریاضت کرے بغیر خاصانِ خدا کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو شخص کسی ایسے استاد کی خدمت میں رہ کر تعلیم وادب حاصل نہ کرے، جو اسے اس کے اعمال کے عیوب و نفس کی رعونت سے آگاہ کرادے، اپنے معاملات کی تصحیح و درستگی کے لئے اس کی اقتدا جائز نہیں۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ فرماتے ہیں، کہ شیخ کی مثال ایک آئینہ ساز استاد کی سی ہے جس طرح آئینہ سازی کے تمام مرکبات کی موجودگی کے باوجود استاد کی عدم موجودگی سے آئینہ تیار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح شیخ کے بغیر مرید مرتبۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔

غرض ایک شیر خوار بچے کے لئے ماں کی اور ایک طالب علم کیلئے استاد کی جتنی ضرورت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ ایک مرد عاقل و بالغ طالب حق کے لئے شیخ طریقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنے حقیقی مقصود و مطلوب تک رسائی نہیں کرسکتا۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو پیر کامل کی توجہ و تصرف سے الحاد کا شکار ہونے سے بچ گئے۔

یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایکدن حضرت نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوے اپنے چلو میں پانی لیا اور سورۂ اخلاص پڑھ کر پانی کو اچھال دیا۔ اس طرح آپ نے اس عمل کو تین مرتبہ دہرایا۔ مریدین و خادمین آپ کے اس غیر معمولی عمل سے متعجب ہوے۔ اور آپ سے اسکی حقیقت دریافت کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ امام رازی رح کا آخری وقت تھا۔ بستر مرگ کے قریب سے شیطان کھڑا ہوکر امام صاحب سے خدا کے ایک ہونے کی دلیل طلب کر رہا تھا۔ امام صاحب جو بھی دلیل دیتے تھے اس کو رد کردیتا تھا۔ امام صاحب نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پہ ننانوے دلائل کو قائم کیا جن کو شیطان نے رد کردیا۔ قریب تھا کہ وہ عاجز ہوجاتے۔ میں سورۂ اخلاص پڑھ کر پانی کو پھینکا اور کہا کہ اللہ ایک ہے کہئے اور اس کو بلا دلیل، کے ایک مانئے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی شیطان بھاگ گیا۔ امام صاحب نے کلمہ پڑھا اور با ایمان دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں، میں نے اکثر

مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے من لم یر مفلحا لا یفلح یعنی جس کا کوئی خیر خواہ نہیں وہ کامیاب نہیں۔ طالب حق کے لئے دانا و بینا استاد کی ضرورت ہے، جو اسے آفاتِ نفس، فساد اعمال اور شیطان کے در آنے کے مقامات سے مطلع کرے۔ اگر ایسا شیخ مل جائے تو اس سے چمٹ جائے۔ اس کے آداب اور طور طریقے سیکھے تاکہ حال قوی اس کے باطن سے اپنے باطن میں چلا آئے جیسا کہ چراغ سے چراغ روشن ہوتے ہیں، اور اپنے ارادے کو پوری طرح ختم کر دے، کیونکہ شیخ کی فرماں برداری اللہ و رسول کی فرماں برداری ہے، اس لئے کہ یہ سپردگی کا سلسلہ رسول خدا اور خدا تک پہنچتا ہے۔ ملا جلال الدین دوانی علیہ الرحمہ لوامع الاشراق للمشہور بہ اخلاقِ جلالی میں لکھتے ہیں کہ طالب حق کی راہ میں لغزشوں اور ہلاکتوں کا کوئی شمار نہیں شیطانی و نفسانی وسوسے بیکار قسم کے سوالات، غلط خیالات سالک کو میدانِ طلب میں حیران و پریشان کر دیتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سالک تھوڑی سی نمائش پر راستہ سے بھٹک کر طلب و جستجو سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ قریب پہنچ کر دیکھتا ہے تو معاملہ صفر ہوتا ہے۔ جب یہ حقیقت اس پر منکشف ہوتی ہے تو حسرت و یاس کا شکار ہو جاتا ہے اسی لئے ایک طالب حق کے لئے اس راستہ کی پیچیدگیوں سے واقفیت رکھنے والے مرشدِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے۔

صاحب روح البیان وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آیت کریمہ نے طلب وسیلہ کی وضاحت کر دی ہے کہ وسیلہ لازمی و ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تک صرف وسیلہ کے ذریعہ ہی پہنچ سکتے ہیں۔ وسیلہ سے مراد علماء حقیقت اور مشائخ طریقت ہیں۔ اس مقام پر حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کا واقعہ نہایت ہی قابل غور ہے کہ آپ چھتیس سال تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی عبادت پسند آگئی۔ آپ سے کہا کہ اے فرید! میں نے تمہیں کن فیکون عطا کیا۔ حضرت نے فرمایا خداوندا! مجھے کن فیکون نہیں بلکہ تیرا وصال مقصود ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا اگر تم کو میرا وصال درکار ہے تو پیر کامل کو تلاش کرو۔ اس کے بغیر مجھ کو نہیں پا سکتے۔ لہٰذا آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر واصل بحق ہوئے

بیعت کی فضیلت میں ۔۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں، جو شخص ایک قدم بھی راہِ حق میں رکھتا ہے وہ طالبین حق سے ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کا مرید ہو گیا تو گویا وہ راہِ حق میں قدم رکھ دیا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب تک تم اپنے معاملات کو کسی برگزیدہ شخصیت کے حکم پر موقوف نہ کرو گے ساری عمر مجاہدہ و ریاضت میں لگا دینے کے باوجود حرص و ہوا کے جال سے نکل نہیں سکتے۔ اگر تمہیں کوئی ایسی برگزیدہ شخصیت مل جائے جس کی تعظیم و تکریم کی طرف دل خود بخود مائل ہونے لگے تو اس کی خدمت کو لازم کر لو اور خود کو اس کے سپرد اس طرح کر دو جیسا کہ میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شیخ جس طرح چاہے تم پر تصرف کرے۔

ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے شیخ کے وسیلہ سے نفس امارہ، جو بذات خود خبیث و ناپاک ہے، اپنی امارگی

کر حقیقی اسلام میں آجاتا ہے۔

صاحب روح البیان یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، صادقین سے مراد وہ حضرات ہیں جو وصول الی اللہ کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ اگر سالک راہ خدا ان کے چاہنے والوں میں سے ہو کر ان کے آستانوں کا خادم ہو جائے تو اس کو ان کی محبت حاصل ہوگی اور ان کے دائرۂ تربیت میں آکر سیر الی اللہ اور ترک ماسوی اللہ کے مقام تک پہنچ جائے گا۔

حاصل کلام شیخ کی مثال چاند کی سی ہے جو سورج سے روشنی لیتا ہے اور دنیا کو منور کرتا ہے۔ اسی طرح شیخ کامل مبدأ فیاض سے فیضیاب ہو کر اپنے مریدوں پر فیضان عام کرتا ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں عشق الٰہی کی چنگاریاں دمک اٹھتی ہیں اور انہیں حیات جاودانی حاصل ہو جاتی ہے۔

ع ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہمارے سامنے قرآن مجید و احادیث پاک اور کتب فقہ موجود ہیں تو پھر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک یہ تمام چیزیں تو ہمارے سامنے موجود ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ان کے معانی۔ مطالب استاد کے بغیر بھی سمجھ میں آجاتے ہیں؟ جواب نفی کے علاوہ اور کیا ہوگا۔ جب ان کے ظاہری معانی و مطالب استاد کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے تو بھلا ان کے اسرار و نکات بلا استاد کے کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کے اسرار و دقائق بیان کرنے والے استاذ ہی کو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں شیخ کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مجرد فقیہ اور صوفی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اول الذکر کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔ وہ نماز پڑھنے والے کی ظاہری حرکات و سکنات پر اس کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرتا ہے مگر اس کے برخلاف موخر الذکر کی نظر نمازی کے قلب و باطن کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسکی حقیقت کو پالیتی ہے۔ یہی چیز اہم ہے کیونکہ ظاہر لاکھ تباہ و برباد ہو لیکن اصل کامیابی تو قلب و باطن کا کمال ہے۔ شیخ کی ذات عبادت میں پائی جانے والی باطنی خامیوں کی اصلاح اور افعال میں معنویت پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے کرام نے باطنی اصلاح کے لئے شیخ کامل کے آگے دوزانو تہ کیا اور علوم معرفت سے بہرہ مند ہوئے۔ مسلک حنفی کے بانی اور پیشوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ آپ کے تلمیذ عزیز امام محمد ابن حسن شیبانی نے آپ ہی سے بیعت کی، اس طرح سے یہ دونوں حضرات استاد و شاگرد اور پیر و مرید ہوتے ہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے عرفان کا یہ عالم تھا کہ آپ نے خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار کیا اور بسا اوقات بحر توحید و مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کی عظیم شخصیت ظاہر و باطن شریعت و حقیقت کی جامع تھی۔ مقام فکر ہے کہ اتنے بڑے جلیل القدر فقہائے کرام جن کی جلالت علمی کے چرچے آج بھی چار دانگ عالم میں ہو رہے ہیں اور جن کے متبعین سو دو سو نہیں بلکہ کروڑہا کی تعداد میں مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں، امت کا سواد اعظم

جن کا ممنون و مشکور ہے' ایسی برگزیدہ اور مقدس شخصیتوں کا بیعت کرنا یقیناً ہمارے لئے ایک مستقل اور مضبوط دلیل ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ اکابرین امت کی اقتداء و پیروی کرتے ہوئے کسی ایک سلسلہ سے وابستہ ہو جائیں۔ خصوصاً سلسلۂ عالیہ قادریہ جو تمام سلاسل میں بحیثیت کلی افضل و اکمل ہے اور جو بہا و نورانیت میں سلک مروارید کی طرح ہے' اس میں داخل ہو کر اپنی عاقبت کو آراستہ کریں کیونکہ یہ سلسلہ بے انتہا خوبیوں اور عظیم الشان خصوصیتوں کا حامل ہے حضرت پیران پیر غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ' سے کسی نے پوچھا کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کی فضیلت کیا ہے۔ تو آپ نے اس طرح گہرباری فرمائی۔ "ہمارے سلسلہ کا انڈا ہزار مرد جو کمال کو پہنچے ہیں ان کے برابر ہے اور ہمارے سلسلہ کا چوزہ' جو کہ فنا و بقا کے درجہ کو پہنچ گیا ہے اس سے بڑھ کر ہے اس کو مول ہی نہیں"

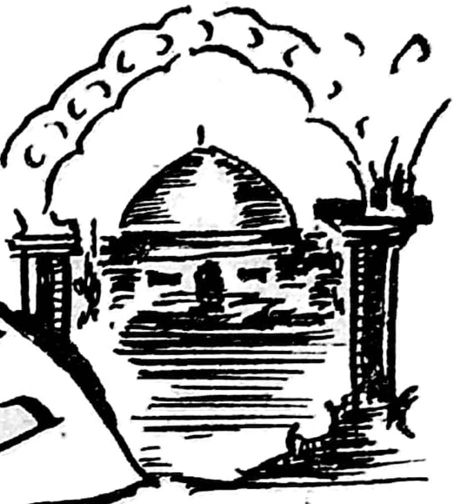
اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا طریق دین کے مطابق ہے اور یہ تمام سلاسل سے افضل و بہتر ہے۔ نیز اولیائے کرام کے دوسرے تمام سلاسل اس سلسلہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ؎

طریق اس کا نبیؐ کے دین کے مانند
بھی افضل سب طرق سے اے خردمند
تمامی اولیاء کے ہیں سلاسل
کئے اس سلسلہ سے فیض حاصل

اس سلسلہ میں داخل ہونے والا دنیا سے با ایمان رخصت ہوتا ہے۔ نیز اس سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایک خوبی اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اپنے تمام مریدین و معتقدین پر ابر کی طرح سایہ فگن رہتے ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کو بیعت جیسی نعمتِ عظمیٰ سے مشرف و مکرم فرمائے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



حضرت شیخ امام ربانی قدس سرہ العزیز

مولوی محمد انوار اللہ
سر قاضی قادری
لطیفی
فاضل لطیفیہ مدرس
دار العلوم لطیفیہ و ٹرسٹ
گورمنٹ قاضی ضلع شمالی ارکاٹ
حضرت مکان ویلور

آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے اکبر کے عہد حکومت میں اسلام اور امت مسلمہ کو اس ملک میں کتنے ہی ناموافق حالات کا سامنا تھا۔ مہیب فتنوں کو کیسی یلغار تھی۔ دین و حاملان دین کے لئے حالات کس قدر خطرناک تھے، کسقدر کفر و الحاد کو فروغ اور دین اسلام پر جو ضعف و انحطاط چھا گیا تھا محتاج بیان نہیں۔

دربار کے آداب میں سے سجدہ بھی تھا۔ شاہی سکہ پر جلّ جلالہ، ما اکبر شانہ، مرقوم تھا۔ نیز اکبری دربار میں یہ رائے عام تھی کہ ملّت اسلام جاہل بدوؤں میں پیدا ہوی تھی، کسی مہذب و شائستہ قوم کے لئے وہ موزوں نہیں، اسوقت یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایک ہزار سال گذر چکے ہیں اور اس دین کی مدت ایک ہزار سال ہی تھی، اسلئے اب وہ منسوخ ہوگیا۔ اس جگہ اب نئے دین کی ضرورت ہے۔ اس نظریہ کو سکوں کے ذریعہ پھیلایا گیا، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کا قوی ذریعہ یہی تھا۔ اور جب اکبر بادشاہ نے نیا دین ایجاد کیا تو

اسکی تائید و ہمنوائی کرنے والے درباری علمائے سُوء ہی تھے، اور مسلمانوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام سے ہٹانے کی کیسی دجّالی سازشیں ہو رہی تھیں اور حکومت کی سرپرستی میں اہل اسلام کو ہندوستان سے جلاوطن کرنے اور مسلمانوں میں نئے دین کو زبردستی و طاقت کے بل بوتے پر مقبول بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ حد یہ کہ وزیر ابو الفضل نے ایک کتاب اکبر بادشاہ کو لاکر دی اور کہا کہ آسمان سے آپ کے واسطے فرشتہ لایا ہے تاکہ اس پر عمل کریں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ قدرت ہے کہ بے بو الفضل مردک
فرشتہ نے نہ پائی راہ شہ تک
کتاب اتری تو ایسی لغو و مہمل
ہر یک فقرہ ہے بے معنی و معضل

چنانچہ اس کتاب میں ایک آیت بھی تھی یا ایھا البشر لا تذبح البقر وان تذبح البقر فماواك سقر اے بشر گائے کو ذبح مت کرا اور جو گائے تو ذبح کرے گا تو تیرا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ بہائی نظریہ کی بنا بھی دراصل اکبری عہد میں پڑی تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ وقت کے خلاف آواز اٹھائی اور انسانیت کی رہنمائی اور اس کی فلاح و بہبود کا سارا کام وقت کے ایک شیخ، ایک صوفی کی حیثیت سے انجام دیا اور سلسلۂ تصوف ہی کو اپنی اس پوری مہم کا ذریعہ بناتے ہوئے اپنی جدوجہد اور طریقۂ کار سے تجدید و احیائے دین کی پوری تاریخ میں ایسا عظیم و کامیاب انقلاب برپا کیا کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ر شوال المکرم ۹۷۱ھ شب جمعہ نصف رات کے بعد ہوئی۔

آپ کی ولادت کے وقت آٹھ عجیب و نادر واقعے پیش آئے جس کی تفصیل "روضۂ قیومیہ" میں درج ہے ان میں سے دو واقعے یہ ہیں:۔

ایک یہ ہے کہتے ہیں کہ کل اولیا و امت نے جمع ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کو مبارکباد دی اور آپ کے مدارج عالیہ بیان کیا۔

دوسرا یہ کہ آپ کی ولادت کے دن اکبر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا تھا۔ ہر چند سیدھا کیا گیا مگر سیدھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا ہیبت زدہ ہو کر معبروں سے بیان کیا انہوں نے تعبیر دی کہ کسی بزرگ کے ظہور سے آپ کے آئین میں تزلزل واقع ہو گا چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ نے عام بچوں کی طرح کبھی نہیں رویا ہمیشہ خندہ جبیں رہتے۔ نیز کبھی برہنہ نہیں ہوئے۔

آپ کا نام و لقب

آپ کا اسم گرامی احمد، لقب بدرالدین کنیت ابو البرکات ہے، لیکن آپ امام ربانی مجدد الف ثانی سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مذہب حنفی، اور طریقہ مجددیہ ہے۔ آپ کا نسب عالی ۲۷ر واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے اور وطن سرہند ہے۔

آپ کے آمد کی خبریں

قرآن مجید کی اس آیت شریفہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الاٰخرین معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں بھی تھوڑے بزرگ مقربین بارگاہِ الٰہی میں مثل اولین کے ہوں گے۔ آپ اور آپکے خلفاء متاخرین اولیاء سے ہیں۔ اور بہ سبب اتباع سنت سنیہ آپکا طریق مماثل طریقۂ اولین یعنی اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی وغیرہ مفسرین نے لفظ آخرین سے آپ کی ذات گرامی اور آپ کے خلفاء مراد لیتے ہیں اور بعض احادیث بھی اس تفسیر کی حمایت ہوتی ہے۔

جیسا کہ سنن ترمذی میں مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولھا خیر ام آخرھا۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت مثل بارش کی ہے نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخر کا۔ جامع الدرر میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ من یجدد لھا امر دینھا ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے شروع میں اس امت میں اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیجتا رہیگا جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہیگا۔ جمع الجوامع میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون رجل فی امتی یقال لہ صلۃ یدخل الجنۃ بشفاعتہ کذا وکذا۔ ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک شخص صلہ ہو گا (یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے والا) شریعت کو طریقت کے ساتھ جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے بے شمار آدمی جنت

ہیں داخل ہوں گے ۔

مذکورہ معنوں کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات مصداق حدیث ہے، دوسری حدیث روضۂ قیومیہ میں ہے کہ یبعث رجل علی احد عشر مائة هو نور عظیم اسمه اسمی بین السلطانین الجابرین ویدخل جنة الوفا ۔

گیارہویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجا جائے گا، وہ میرا ہمنام نور عظیم ہوگا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیگا۔

جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ، نے آپ کی آمد کی خبر دی اور فرمایا آپ نے، ظہور ہوئیگا ایک دن مجدد الف ثانی کا ! چنانچہ روضۂ قیومیہ میں دیگر کتب معتبر سے منقول ہے کہ ایکروز حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، کسی جنگل میں مراقبہ فرمارہے تھے، یکایک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا اس سے تمام عالم منور ہوگیا اور القا ہوا کہ آپ سے پانچسو سال کے بعد جبکہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی ایک بزرگ وجیدامت پیدا ہوگا وہ دنیا سے شرک الحاد کے نام کو نیست و نابود کردے گا ۔ دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا ۔ اسکی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی ۔ اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہِ احدیت کے صدرنشین ہوں گے ۔

اس کے بعد آپ نے اپنے خرقۂ خاص کو اپنے کمالات سے بھر کر اپنے صاحبزادے سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ، کے تفویض کیا ۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو، یہ ان کے حوالہ کرنا، اس وقت سے صاحبزادے صاحب کی اولاد میں خرقہ یکے بعد دیگرے، اسی طرح سپرد ہوتا رہا، حتی کہ سنہ ۱۰۱۳ھ آپ کے پوتے سید شاہ سکندر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حوالہ کیا ۔

مقامات شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ العزیز میں مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا میرے بعد ستر آدمی میرے ہمنام ہوں گے، ان سب سے آخر کے صاحب جو مجھ سے (۴۰۰) سال بعد پیدا ہوں گے وہ سب سے افضل ہوں گے ۔

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے بھی شیخ احمد جام کا مقولہ نقل کیا ہے اور شیخ کی سن وفات سنہ ۵۳۶ھ تحریر کی ہے ۔

چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانۂ شیخ کے پورے چار سو سال بعد ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں ۔

حصول علم شریعت و طریقت

ابتداءً آپ نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ حافظ ہوگئے ۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبد الاحدؒ سے علم ظاہر کی تحصیل شروع کی، اور خوب تحقیق و تدقیق کے ساتھ علم ظاہر حاصل کیا اور مسائل مشکلہ بآسانی حل فرمانے لگے اور دلکش عبارت میں بعض کتب پر حاشئے تحریر فرمائے ۔ آپ کے اساتذہ میں علماء فحول مولانا کمال کشمیری سے سیالکوٹ جاکر عضدی وغیرہ چند کتب مشکلہ کا مطالعہ فرمایا اور کشمیر میں شیخ یعقوب صرفی سے جو قطب وقت شیخ خوارزمی کے خلیفہ تھے آپ نے کتب احادیث سناکر حدیث اور اجازت سہروردیہ حاصل فرمائی ۔ اور ۱۷ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوگئے ۔ اور بشارت ہوئی کہ آپ طبقۂ محدثین میں داخل کئے گئے ۔ بعدازاں آپ مسند رشد وھدایت پر متمکن ہوگئے ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ

کہ خصوصیت کے ساتھ شیخ احمد سرہندی کو سب سے زیادہ فیض حضرت باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے پہنچا تھا جو اپنے وقت کے ایک باکمال بزرگ تھے۔

اولاً آپ اپنے والدِ ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے۔ پھر آپ کی انمول صلاحیتوں کو پاکر آپ کے پدرِ بزرگوار نے پندرا سلاسل میں آپ کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی رح سے سندِ مصافحہ بھی حاصل کیا۔ امام ربانی نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا اور ان سے خلافت حاصل کی۔

(۱) حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری رح

(۲) حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی رح

(۳) حضرت مخدوم عبدالاحد رح آپکے والدِ ماجد

(۴) حضرت خواجہ باقی باللہ رح ۱۰۰۸ھ م ۲۴ جولائی ۱۵۹۹ء میں طریق نقشبندیہ میں۔

(۵) حضرت سید شاہ سکندر رح ان سے حضرت غوث پاک اعظم رضی اللہ عنہ کے خرقۂ خاص اور طریق قادریہ میں خلافت پائی۔

اکبر بادشاہ کی بے راہ روی کے سدِ باب کیلئے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے حضرت خواجہ احرار رح کے طریقے کو استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ امراء اور وزراء کو راہ راست پہ لانے کی سعی فرماتے تھے۔ یہ عظیم و مشکل کام بھی مجدد الف ثانی ہی کے سپرد ہوا اور آپنے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ اس امرِ مشکل کو پورا کیا و نیز جاہل صوفیوں نے طریقت وحقیقت کو شریعت سے علیحدہ کرکے بلند مقام دے رکھا تھا۔ آپ نے ایسے افراد کی تردید کرتے ہوئے صاف طور پہ فرمایا کہ طریقت و حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ شریعت کے احکام سے قلب کو پورا تعلق ہو جائے، بجائے تکلیف کے راحت محسوس ہو اور الم یأنِ للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ' ان کا مقصد حیات ہو یعنی کیا ایمان والوں کے لئے وقت نہیں آیا ہے کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل میں خشوع پیدا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگ ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس کرتے ہیں حالانکہ نماز کے آداب کو صحیح طور پہ بجالانے کی برابر کوئی ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہوسکتا (زبدہ) اور دفتر اول کے مکتوب ۵۲ میں لکھتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانیہ کے دور کرنے کے واسطے شرائع کا ورود ہوا ہے۔ شریعت کے تقاضوں پہ جتنا بھی عمل کیا جائے گا اسی قدر نفسانی خواہشات روبہ زوال ہوں گی۔

لہٰذا نفسانی خواہش کے ازالہ کیلئے شریعت کے ایک حکم پہ عمل کرنا، ایکہزار سال کی ان ریاضتوں اور مجاہدوں سے بڑھ کر ہے جو اپنی خواہش سے کی جائیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز نے شریعتِ مطہرہ اور طریقۂ حضرات صوفیہ کی جو بے لوث خدمت کی ہے نہایت عظیم الشان اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے لقب کو مقبولِ خلائق کردیا ہے۔ آپ نے مسائل تصوف میں اکابر علماء اور بالخصوص حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ جماعت مقبولین میں سے نظر آتے ہیں۔ وہ متقدمین کے لئے برہان اور متاخرین کے لئے حجت ہیں اور حضرت شیخ اکبر رح پر طعن کرنے والے صواب سے دور ہیں۔

دفتر اول کے مکتوب ۲۹۰ اور دفتر دوم کے مکتوب ۳۴ کو پتہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ وحدت الوجود کے

قائل تھے۔ البتہ بعض مسائل وحدت الوجود سے اختلاف کیا ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ ان افراد میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے علم ظاہر اور علم باطن کے ابواب کھول دئے تھے۔ آپ اسرار دینیہ اور احکام شرعیہ سے کما حقہٗ واقف ہونے کے ساتھ طریقت اور حقیقت کے رموز سے بھی پوری طرح باخبر تھے اور آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا ہے جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

وصال آپ کا وصال باختلاف تاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ ر سنہ ۱۰۳۴ھ روز سہ شنبہ مطابق سنہ ۱۶۲۵ء بوقت اشراق اپنے ہی شہر سرہند میں ہوا۔ آپ کی تدفین بڑے صاحبزادے حضرت محمد صادق کے مزار کے پہلو میں ہوئی جو سرہند کی جانب شمال ایک میل تقریباً ڈیڑھ کیلومیٹر پر واقع ہے۔

تصانیف علوم شریعت اور معارف طریقت میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں ان میں سے صرف وہ تصانیف جنکی مسودہ باقی رہ گئے تھے وہ مرتبۂ شہرت کو پہنچیں تقریباً ۶۰ سے زائد ہیں اور آپ کے کل مکاتیب ۵۳۶ ہیں جو تین جلدوں میں منقسم ہیں۔ جلد اول کا نام "درالمعرفت" اس میں ۳۱۳ مکتوب ہیں۔ اسکو آپکے خلیفہ حضرت مولانا یار محمد "الجدید بدخشی" سنہ ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔

اور جلد ثانی کا نام نورالخلائق اس میں صرف ۹۹ مکتوب ہیں اس کو آپکے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحی حصاریؒ نے سنہ ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا۔

جلد ثالث کا نام معرفۃ الحقائق اس میں ۲۲۲ مکتوب ہیں اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا خواجہ محمد ہاشم برہان پوری نے سنہ ۱۰۳۰ھ میں جمع کیا۔ ان مکتوبات میں حقائق و معارف بڑے عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ عرب و عجم کے علماء و مشائخ نے ان کو ملاحظہ کرکے آپ کی مجددیت کی تصدیق کی ہے۔ آپ کی تصانیف کی توصیف میں تقریظیں اور رسالے تحریر کئے گئے اور چودھویں صدی میں بھی آپ پر اور آپ کی تصانیف و خدمت خلائق پہ کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

کرامات آپ کی ذات بہت سی فضیلتوں کی حامل تھی اور آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں چند ملاحظہ ہوں!-

جس وقت مجدد الف ثانی کا شہرۂ کمال درجۂ کمال تک بلند ہو گیا تھا تو ایک جماعت آپ کی شدید مخالفت پہ پوری طرح کمربستہ ہو گئی جس کی انتہا یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگ کو بھی زیادہ مدت تو نہیں مگر کچھ دنوں تک آپ سے اختلاف رہا۔ اس میں آپ کو نہایت اذیتیں پہنچیں مگر آپ صبر و استقلال و ہمت کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اور مردانہ وار تمام مخالفتوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ گرفتار ہو کر آگرہ پہنچے اور قید کردئے گئے۔ دو برس تک آپ جیل خانے میں رہے اور مصائب قید و بند آپ نے پوری طرح برداشت کیا۔

آپ بزرگ تھے، اللہ کے دوست تھے، آپ کی ایک بددعا میں قید کرنے والوں کا کہیں ٹھکانا نہ رہ سکتا تھا۔ مگر آپ نے کبھی بددعا نہ کی اور بددعا نہ کرنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔

مریدوں نے ہر چند اصرار کیا کہ آپ بادشاہ کے لئے بددعا کریں مگر آپ نے بددعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے، بلکہ دعا ہی کرتے رہے۔ جانتے اور سمجھتے تھے کہ جہانگیر عادل فرماں روا ہے اور اس قید میں اس کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ غلط فہمیوں کا شکار رہے ہے۔

جیل خانہ میں آپ نے اصلاح و تبلیغ کا کام شروع کیا دو برس کی قلیل مدت میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں غیر مسلم قیدی آپ کی سعی سے مسلمان ہوئے نیز مسلمان قیدیوں نے گناہوں سے توبہ کی۔

خاندان تیموریہ کے اکثر سلاطین فقیر دوست رہے ہیں یہ محض اتفاق تھا کہ جہانگیر کے ہاتھوں آپ کو پابند سلاخ ہونا پڑا لیکن جب آپکی بے گناہی کا راز فاش ہوا تو جہانگیر اس سے فوراً آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا اور آپ کو اپنے سامنے بلاکر بر سر دربار آپ سے اپنے خطاؤں کی معذرت چاہی جو اس کے ہاتھوں آپ کو برداشت کرنی پڑی تھیں۔ جہانگیر آپ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ نیز اس نے اپنے نوجوان فرزند ولیعہد سلطنت شہزادہ خرم کو جو آگے چل کر شاہجہاں کے لقب سے فرماں روائے ہندوستان ہوا آپکا مرید بنا دیا۔ اس نے اسطرح اپنی غلطیوں کی تلافی کرنے کی کوشش کی۔

حضرت سید غلام علی شاہ دہلوی قادری رح کا بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنے مریدوں کے حلقے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا میرے ایک مرید کے گلے میں شرک کا طوق پڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ مگر انشاء اللہ وہ راہ راست پہ آجائے گا۔ جتنے مرید تھے یہ سن کر خوف زدہ ہوگئے کہ خدا جانے وہ کون سا مرید ہے اور یہ بلا کس پہ مسلط ہونے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی فرمایا وہ مرید شیخ طاہر ہیں۔ یہ سن کر حاضرین مجلس کو اور زیادہ حیرت ہوی لیکن آپ نے جو فرمایا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔ کچھ روز بعد شیخ طاہر ایک پری جمال غیر مسلمہ عورت پر فریفتہ ہوگئے تھے۔ حتیٰ کہ جوش عشق میں اسلام بھی ترک کر دیا۔ ہمہ وقت وارفتگی عشق مسلط رہتی تھی۔ شیخ طاہر آپ کے دونوں صاحبزادوں کے استاد بھی تھے اور آپ بھی ان کے ساتھ زیادہ محبت تھی۔ اس لئے ان کے مرتد اور مجنوں ہوجانے کا افسوس ہوا۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں نے حاضر ہو کر عرض کیا حضرت ہمارے استاد شرک کر کے دریا میں ڈوب رہے ہیں انہیں سنبھال لیجئے۔ بہت اصرار پہ آپ نے دعا کی کہ یا الٰہی حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کام دشوار معلوم ہوا اور اس کو کرنے کی قدرت نہ ہو تو میرے توسل سے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کرے اللہ تعالیٰ ضرور پورا کر دے گا۔ لہٰذا میں حضرت کے وسیلہ کو درمیان میں لاکر تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو شیخ طاہر کو اس بلائے بزرگ سے نجات دیدے۔ آپ کی دعا قبول ہوی اور اسی وقت شیخ طاہر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ اور خلافت پاکر درجۂ کمال کو پہنچے۔

حضرت سید محمد صالح رح کو صبح روانہ کرتے وقت آپنے ھدایت کی کہ سورۂ قریش پڑھتے ہوئے جانا اور کوئی مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرلینا۔ وہ رستہ بھول گئے اور سامنے سے ایک شیر نکل آیا۔ آپ کو یاد کیا تو بذات خود سامنے آکر شیر کو بھگادیا۔

نظم

۸۶/۹۲

از: علامہ اقبال

پیشکش:۔
سید عطاء اللہ عرف الیاس پاشا
۔ زمرۂ دوم ۔
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان قطب ویلور

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

یہ عقل و دل ہے شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کیلئے ہے یہ نیستاں کے لئے

مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیر گل کیلئے ہے نہ آشیاں کے لئے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کبتک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لئے

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے

میرے گلوں میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خوارق حیدریہ

ترجمہ
از
افضل العلماء جناب مولوی
پی محمد ابوبکر صاحب ملیباری قرئی
استاذ دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور
قدس سرہٗ العزیز

الحمدللہ والمنۃ ایک نادر و نایاب کتاب "خوارق حیدریہ" کی دوسری قسط جو پہلے اور دوسرے خرقہ پر مشتمل ہے مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے، مذکورہ کتاب مستطاب حضرت مولانا سید شاہ حیدر ولی اللہ نبیرہ قادری قدس سرہٗ العزیز کے حیرت انگیز و ولولہ انگیز خوارق پر مشتمل ہے جو شروع سے آخر تک دلچسپ و مؤثر اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے انشاء اللہ "خوارق حیدریہ" کے خرقے سلسلہ وار آئندہ قسطوں میں ھدیۂ ناظرین ہوتے رہیں گے۔

پی۔ محمد ابوبکر ملیباری قرئی

روایتہ ہمائے نشر پرواز اندیشۂ آں شاہ سرفراز در فضائے خاطر پاک و دل ادراک چناں پر و بال زدنی گرفت کہ ایں زمانہ ہست ناہنجار و دوریست ناساز گار، اغلب مردان درون خود را از جادہ طلبی وحق شناسی دُور اند در ورطۂ طلب الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب افتادہ اندیش دریغ باشد کہ حیدر اوقات عزیز خود را درمیان ایں ناکساں ضائع کند۔ و از طعام و شراب ایشاں بکار برد، بمقالات بے ہودہ و لایعنی ایشاں مشغول باشد۔ پس ہماں بہتر کہ رخت در گوشۂ کہ دراں جا ہیچ نشانے از آدمی و آدمی زادگان یافتہ نشود و بردہ نفس را از طعام و شراب و نعمتہائے شک آمیز بکلی باز دارد و چند روز خوردنی و نوشیدنی اورا مغلوب کند

روایت ہے کہ شاہ سرفراز کی فکر ہما پرواز نے ضمیر و دل کی فضائے بسیط میں اپنے بال و پر کو یوں مارنا شروع کیا کہ یہ زمانہ خراب اور وقت ناساز گار ہے۔ اکثر و بیشتر لوگ اپنے قلب و باطن کو تلاش راہِ حق اور خداشناسی سے دُور کرتے ہوئے مُردار دنیا کی محبّت کے بھنور میں غرق کر دئے ہیں، حیدر کے لئے افسوس کی بات ہوگی کہ وہ بھی اپنے عزیز اوقات کو ان ناکسوں کے درمیان ضائع کرے اور ان کے کھانے پینے کی اشیاء کو استعمال کرے اور ان کی بیہودہ و لایعنی گفتگو میں مشغول رہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی ایسے مقام کا سفر اختیار کیا جائے کہ جہاں آدمی اور آدم زاد نہ ہو۔ وہاں جاکر نفس کو کھانے، پینے اور مشکوک نعمتوں سے پوری طرح باز رکھا جائے چند دن تک کچھ نہ کھانا اور پینا اس کو مغلوب کرکے رکھ

او ہمیں اندیشہ قطع راہ کردن گرفت، دراین اثنأ درختے دید درمیان بادیہ ضررودراز کہ بداں صفت موصوف بود بلند وبالاراست قد کہ شاخش بالائے چرخ بریں و بیخش برسر شاخ گاؤ زمین بجستی کہ طول وعرض شاخ وتنہ آواز ورع افزوں وبالائے آں جائے وسیع وفراغ وموزوں ۔ شاہ راازاں جائے وسیع بغایت خوش آمد ازیں عزم وعہد بالائے درخت سوار شد وگوشہ آں بر یک شاخے ماوا ومسکن خود اختیار فرمود ولوح دل پاک راازاندیشہ ماسوی المحبوب محو کرد بفراغت وجمعیت تمام درانجا نشست ۔ چوں چندبریں برآمد ناگاہ آواز پر زدن جانورے درگوشش رسید، نظر بالاکرد دید درہوائے مرغ عظیم وجسیم در طیرانست ودرچنگل او حمل گراں باربود کہ ازجامہ سفید مربع وعقد محکم بروزدہ ودرچنگل دیگر مشکے پُرآب آویختہ شدہ، ناگاہ برشابے پر زدن گرفت وخودرا درخدمت آنسرور رسانید وآں حمل گراں بار ومُشکے پُرآب پیش آں حضرت رہا کرد وباز ازانجا پریدن آغاز کرد ۔ شاہ ذیجاہ از دست مبارک چوں آں عقد حمل مذکور باز کرد، دید کہ درو قند اعلیٰ وسپید وکباب بریاں وداناہائے ارز بریاں کہ بہندی پھوا می گویند موجود ست

دیگا۔ آپ اسی خیال میں راہ طے کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ اسی اثناء بیچ جنگل میں ایک بہت بڑا درخت دکھائی دیا جس کی شاخیں آسمان سے باتیں کررہی تھیں اور جڑ تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی تھیں ۔ اس کا طول وعرض اوراس کا تنہ وشاخ پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر ایک وسیع کشادہ اور موزوں ومناسب جگہ تھی۔ حضرت کو وہ کشادہ جگہ بہت اچھی اور بھلی معلوم ہوئی۔ اسی عزم وارادہ کے ساتھ درخت پر چڑھ گئے اور ایک گوشۂ شاخ میں اپنا مسکن بنالیا اور قلب مقدس کی تختی سے ماسوائے محبوب کے خیال کو مٹاتے ہوئے فراغت وجمعیت خاطر کے ساتھ وہاں بیٹھ گئے۔ جوں ہی تھوڑی دیر گذری آپ کے کان میں کسی جانور کے پر مارنے کی آواز سنائی دی اُوپر نظر کی تو دیکھا کہ ایک بڑا جسیم پرندہ فضا میں پرواز کررہا ہے۔ اس کے ایک چنگل میں سفید کپڑے میں لپیٹی ہوئی اور گھاٹی لگی ہوئی چوکونی گٹھڑی ہے اور دوسرے چنگل میں پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ پھر اچانک اس پرندے نے زور زور سے اپنے پروں کو حرکت دینا شروع کیا اور پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اور وزن دار گٹھری کو حضرت کی خدمت میں لاکر رکھتے ہوئے وہاں سے اڑ گیا۔ شاہِ ذی جاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس گٹھری کی گرہ کھولی اور دیکھا کہ اس میں اعلیٰ قسم کی سفید مصری، تلے ہوئے کباب اور تلے ہوئے چاول کے دانے جسکو ہندی میں "پھوا"

از دل الیقین منزل معلوم فرمود کہ ایں از کجا آمد
پس تناول کردن گرفت و بعد از تناول آبے، کہ
دراں مشک بود نوش کرد۔ آبے یافت بغایت بامزہ
وشیریں بلکہ آبے بود از جوئے یار فیہا انہار
من ماء غیر آسن بس شکر حق بجا آورد و
اندیشہ کرد کہ حیدر چند روز بر سر ایں درخت
دریں بادیہ کہ ہیچ نشان افراد آدمی و آدمیاں نیابد
واز طعام وشراب بکلی احتراز نماید نشستہ نفس
را ادبے نماید و رام کند فاما حق تعالیٰ نمی خواہد کہ
حیدر بایں تکلیف مکلف شود۔ پس یقین ہست کہ چند روز
دریں جا اقامت کنم۔ وقت بوقت قسمت ما بدیں منوال
دریں حال خواہد فرستاد و بطریق وظیفہ ومعتاد
ہر روز فراموش نخواہد کرد۔ پس ایں روش ہم از
قاعدۂ توکل دور ست بجرد اندیشہ از انجا برخواست و
بسر زمین قدم در پیش نہاد۔

کہتے ہیں موجود ہیں۔ آپ نے یقین قلب کے ساتھ جان لیا کہ
یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ لہٰذا اس کو کھانا شروع کیا۔
تناول طعام کے بعد مشکیزہ کے پانی کو نوش فرمایا جس کو آپ
نے بہت ہی مزیدار اور میٹھا پانی محسوس کیا۔ گویا وہ باغ
جنت کی میٹھی نہر کا پانی تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا بے انتہا
شکر بجا لایا اور غور کرنا شروع کیا کہ حیدر تو اس جنگل و
بیابان میں، جہاں انسانوں کا نام ونشان تک نہیں ہے
اس درخت پر بیٹھکر کچھ دن کے لئے پوری طرح کھانے پینے
سے پرہیز کرتے ہوئے نفس کو مطیع اور ادب سکھانا چاہتا ہے
لیکن حقتعالیٰ انہیں چاہتا ہے کہ حیدر کو ایسی تکلیف سے دوچار
کرے۔ یہ یقین ہے کہ اگر چند دن اسی جگہ قیام کروں تو وقتاً
فوقتاً میرا حصہ اسی طرح اس حال میں آتا رہے گا اور حسب عادت
اللہ تعالیٰ کسی دن فراموش نہیں کریگا۔ یہ روش اصول توکل
کے خلاف ہے۔ اتنا خیال آنا ہی تھا کہ اس جگہ سے اٹھے
اور زمین پر اتر آئے۔

بقیۂ صـ ۴۶

وہ داستاں جو امانت ہے دل کے داغوں میں — کہوں تو چاند ستاروں کو نیند آجائے

یہ چند کلمات اگر ایک طرف عظمت رسول ؐ کو اجاگر کرتے ہیں تو دوسری طرف اکتساب فیض کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ خدا کی معرفت اسی نور کی روشنی میں ممکن ہے۔ خدا کی مستند تعریف وہی ہے جو اس کے رسول نے بیان فرمائی۔ رسول کا تصور خدا ہر لغزش سے پاک ہے۔ آفتاب رسالت سے ہٹ کر صراطِ مستقیم کی تلاش عبث وبیکار ہے۔ خدا ہمیں اس نور کی شعاعوں سے فیضیاب کرے۔ آمین

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ کر — ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا خرقہ شاہ بزرگوار کا ایک ندی کے کنارے پہنچنا' جہاں ماہی گیر مچھلی پکڑ رہے تھے- آپ کا ان سے مچھلی طلب کرنا اور ان ماہی گیروں کا آپ کو مچھلی نہ دینا، جس پر آپ کا غصہ میں آجانا

روزے آں بدر سریع السیر در اثنائے سیر بجوی رسید کہ آبش از صفا رشک آئینہ چین و در شیرینی ہم چوں چشمۂ عین و بر لب آں دید کہ چند افراد ماہی گیران دام دراں انداختہ صید ماہی میکنند و دام پر ماہی کشاں کشاں بدر می آرند- قضا را شاہ را گرسنگی غالب بود- پیش ایشاں رفت و طلب ماہی نمود- ہمہ جواب دادند کہ ای درویش ساعتی صبر کن کہ ایں بار دام در آب می اندازیم- از قسمت تو ہر چہ کہ در دام بیاید بہ تمام و کمال ترا عاید باشد ہمہ پیش کش خدمت عالی تو نمائیم- چوں شاہ بشنیدن ایں تقریر قبول فرمود صیاد دام مالا مال و لبالب ہزار ماہیان خورد و بزرگ بیروں آورد- شاہ برپائے خواست و قسمت خویش ازو درخواست- صیاد حریص کہ گردنش مبتلائے دام حرص بود' و ماہی دلش از قعر طمع گاہے بر نیامدہ بود کہ ایں کرت دام از یمن قسمت آں صیاد دریائے وحدت لبالب و مالا مال ہست، دل ناپاکش رضا نداد کہ بر حکم الکریم اذا وعد وفا پیشکش آنحضرت نماند- پس وعدہ کرت

وہ تیز رفتار بدر کامل اثنائے سفر میں ایک ندی پر پہنچا جس کے پانی کی صفائی اور پاکیزگی آئینۂ چین کے لئے رشک آور تھی، اور جسکی حلاوت و مٹھاس آبحیات کی طرح تھی- وہاں آپ نے چند ماہی گیروں کو دیکھا کہ ندی میں جال پھینک رہے ہیں اور کشاں کشاں مچھلیوں سے بھرے ہوئے جال کو باہر نکال رہے ہیں- اتفاقاً شاہ بزرگوار کو بھوک معلوم ہوئی- ان ماہی گیروں کے پاس گئے- ان سے ایک مچھلی طلب کی- تمام نے یہ جواب دیا کہ بزرگوار عالی کچھ دیر صبر کیجئے- ابھی ہم پانی میں جال پھینکتے ہیں، آپ کی قسمت سے جال میں جو بھی آئے گا پورے کا پورا آپ ہی کا ہوگا تمام کو آپکی خدمت عالی میں لے آئینگے- شاہ نے یہ بات سنی اور اسکو قبول کر لیا- ماہی گیروں نے ہزاروں چھوٹی بڑی مچھلیوں سے بھرپور اور مالا مال جال کو پانی سے باہر نکالا- شاہ بزرگوار اٹھے اور ان سے اپنا حصہ طلب کیا- یہ حریص ماہی گیر جسکی گردن حرص و آز میں گرفتار تھی اور جسکے دل کی مچھلی حرص و طمع کی پنہائی سے کبھی باہر نہیں آئی تھی' جبکہ اس بار اسی بزرگ کی قسمت ہی کی برکت سے جو دریائے وحدت کا ماہی گیر اور اس سے بھرپور و مالا مال ہے یہ چیز حاصل ہوئی تھی اس کا ناپاک دل مچھلی دینے پر آمادہ نہوا- الکریم اذا وعد وفا کے

دوّم انداخت وگفت ای درویش قناعت کیش خدااندیش این کرت معاف فرما وبازساعتی توقف کن که اینک دام درآب اندازیم، از قسمت تو باز ہرچہ درآب یابد خواہ خورد خواہ بزرگ خواہ تہی خواہ پر عزم کلی وقصدِ تمام برآں منفرعست کہ من وعن پیشکش خدمت تو نمائیم، شاہ چوں دید کہ صیاد موذی طمع نہاد ست فرمود کہ نیکو باش۔

صیاد باز دام درچند چوں دام فلک بر سر بُرج حوت برماہیاں آب فگند وبعد از لحظہ چوں بازکشید دامی دیدش از بیش بر ماہیان بزرگ وبطرو فربہ۔ صیاد چوں دید کہ دام بغایت گراں وثقیل ست نیت پاک رابہ بدنیتی مبدل گردانید۔ ہیچ التفاتے بشاہ نہ نمود۔ شاہ چوں دید کہ صیاد طمع آباد برسر مکر وعذر ست درجذبہ شدہ گفت ای حریص دروغ وعدہ این بار دام درآب بیندازو ماہیان بسیار برگیرو بہ بین کہ شامتِ حرص وبدنیت وعہدشکنی بتو چوں عاید گردد۔ چوں آں دروغ وعدہ نابکار از اں صاحب عز ووقار صاحب جدت آثار درگوش گرفت بقہقہہ خنداں شدہ گفت بہ بینم از کرامت این درویش تا چہ آید ودام درآب افگند چوں بعد از ساعتے بازکشید غالبا دام پر زماہی

مطابق آپکی خدمت میں مچھلی پیش نہیں کیا، پھر دوبارہ آپ سے وعدہ کیا اور کہا کہ اے خداترس قناعت پسند درویش، اب کی بار معاف کیجیئے اور کچھ دیر ٹھہریئے، اب ہم یہ جال پانی میں پھینک رہے ہیں آپکی قسمت سے دوبارہ جو بھی نکلے گا۔ چھوٹی مچھلی بڑی مچھلی بھرا یا خالی جو بھی ہوگا ہمارا کامل ارادہ اور پورا عزم یہ ہے کہ من وعن تمام آپ کی خدمت میں حاضر کردیں۔ شاہ نے ملاحظہ کرلیا کہ ماہی گیر طبعًا حریص ہے، فرمایا کہ اچھّی بات ہے۔

ماہی گیر نے دوبارہ دام فلک کو برج حوت پانی کی مچھلیوں پر پھینکا۔ کچھ دیر بعد جب جال کو کھینچا، تو دیکھا کہ جال میں بڑی بڑی مچھلیاں پڑی ہیں۔ نیز جب دیکھا کہ جال بہت وزنی اور بوجھل ہے اپنی پاک نیت بُری نیت سے بدل دیا اور شاہ کی طرف کوئی توجہ التفات نہ کیا۔ شاہ نے جب یہ دیکھا کہ یہ حریص ماہی گیر مکرو فریب سے کام لے رہا ہے، غصّہ میں آکر فرمایا اے جھوٹے حریص اب کہ جال کو پانی میں ڈال اور خوب مچھلیوں کو پکڑ، دیکھ تیری بدنیتی حرص و عہدشکنی کی شامت تجھ پر کیا آتی ہے۔ وہ جھوٹا نابکار شاہ صاحب بزرگوار کی باتیں سنا اور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا، دیکھیں اب اس درویش کی کرامت سے کیا نکل آتا ہے اور جال کو پانی میں پھینکا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ کھینچا تو جال مچھلیوں

بود، لیکن کہ نشانے براں زگوشت نبود، غیر چند استخوان و پوست نبود۔ دامی دید پر ماہیان خشک، چوں ہیزم منفعل و شرمندہ و سیاہ رو از پیش آنسرور شد و شاہ ازاں جا بیشتر سر راہ گرفت ازمرشد لے مع اللہ سر آں شاہ درویش ولی اللہ آید بقادہ، بار دارم کہ الی الآن ہمچناں بجائے کہ دراں جوی جذبہ از آں سرور بر سر آنعیاذ واقع شدہ دراں جا غیر ازچنیں ماہیان، ماہیانِ تازہ و فربہ یافتہ نمی شود، و بمسافت از انجا ماہیان خوش و فربہ یافتہ می شوند۔

سے بھرا ہوا تھا مگر ان پر گوشت کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ صرف چند ہڈیوں اور کھال کے کچھ نہیں تھا۔ ماہی گیر نے جال کو دیکھا کہ اس میں لکڑی کی طرح خشک مچھلیاں ہیں، بہت شرمندہ اور پشیمان ہو آپ کے پاس دوڑا چلا آیا، جبکہ شاہ پہلے ہی اس جگہ سے بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ اس دن سے لے کر آج تک ندی کے جس مقام پر آپ نے غصہ کیا تھا سوائے ان خشک مچھلیوں کے تازہ اور فربہ مچھلیاں نہیں پائی جاتی ہیں۔ البتہ اس مقام سے کچھ دوری پر تازہ اور فربہ مچھلیاں حاصل ہوتی ہیں۔

بقیہ شیخ امام ربانی صفحہ ۸۹

ایکمرتبہ شیخ جان محمد جالندھری کے دل میں آیا کہ کاش آپؒ مجھے غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرادیں۔ آپؒ انہیں اسی وقت لیکر کھڑے ہوئے اور فرمایا قطب تارا دیکھو۔ انہوں نے دیکھا تو انہیں اس تارے میں سے سیاہ خرقہ پہنے ہوئے حضرت غوث پاکؒ کی سواری نمودار ہوی اور آپکے سامنے آگئی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جھک کر سلام عرض کیا۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ تم سرہند میں مرجع خلائق ہو۔

حضرت امام ربانی کی جد و جہد اور طریق کار سے بہت کچھ رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں اور اس طریق کار کے لئے ہر جگہ راستہ کھلا ہوا ہے۔ عموماً علماء اور خصوصاً اسلامی ممالک کے لئے احیائے دین کی جد و جہد میں آپ کی رہنمائی کیمیا ثابت ہوگی۔ یہ وہ کیمیا ہے جس سے اس پُر فتن دور میں جو بدعت و خرافات سے بھرا ہوا ہے اسکی بیخ کنی کی جا سکتی ہے۔

دُعا ہے کہ خدا ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین ——— !

جناب پروفیسر ایم اے
الحاج محمد جاول صاحب کرنولی
صدر شعبۂ عربی فارسی اردو اسلامیہ کالج وانمباڑی

فارغین لطیفیہ سے خطاب

فارغ لطیفیہ کے عہدِ لطیف بن جا
لطفِ نبیؐ سے شیرِ دینِ حنیف بن جا

بحرِ لطیفیہ سے سیراب تو ہوا ہے
باطل کی قوتوں کا واحد حریف بن جا

دُنیا کی ہر رذالت دم توڑ کر رہیگی
اللہ کی نظر میں اتنا شریف بن جا

امیّ لقب کے علمِ نورانیت کو لیکر
بے نور اس جہاں میں شمعِ منیف بن جا

اللہ کے سخن کا بن مصرعۂ درخشاں
ایمان کا قافیہ بن حق کی ردیف بن جا

گمراہیوں کی جانب جاتا ہے اب زمانہ
اللہ کے نبیؐ کا سچّا خلیف بن جا

وارث علوم حق کے عرضِ جلالؔ یہ ہے
دینِ محمدی کا سچّا وصیف بن جا

ترجمۂ مکتوب

از جناب مولوی سید مصطفیٰ قادری
لطیفی
ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی
مدرس
دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

زیر نظر مکتوب میں زبدۃ العارفین الحاج الحافظ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنے کلکِ جوہر سلک سے پند و نصائح پر مشتمل ایک خط اپنے ایک عقیدتمند کے نام لکھا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مکتوب مکتوباتِ لطیفی کا ایک جز ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ بتاریخ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ کو تمہارا محبت نامہ دستیاب ہوا۔ جو کدورت آمیز مضامین سے پُر تھا جیسے بھائیوں کے اختلاف اور تنگی روزگار اور دنیا کی بے وفائی کی جانب اشارہ ہو رہا تھا۔ غرض تم نے اس میں ماسوی اللہ چیزوں کی آرزو کی تھی ۔

سعادت آثار! تمہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ ماسوی چیزوں کا تصور دل کو تاریک اور زنگ آلود کر دیتا ہے۔ خدا کی یاد سے ظلمت زائل ہو جاتی ہے اور اس میں جلا آ جاتی ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے توبہ کے ذریعے رجوع بحق ہوں کیونکہ رزاقِ مطلق جیسا کہ خود بیان فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا یعنی زمین پر موجود ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔۔ دیکھو شکم مادر میں ناف کے ذریعہ اور پیدائش کے بعد جو بن سے بغیرسی سوال کے غذا مہیا فرماتا ہے۔ پھر کمانے کا شعور اور قوت و توفیق عطا فرمایا اس پر غور کریں (سعدی) ؎

عدیم زمیں سفرۂ عام اوست
چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

لیکن مومن کو دنیا میں اس طرح رہنا چاہئے جیسا کہ کوئی حاجتمند رفع حاجت کے لئے بیت الخلا کو بصد کراہت و نفرت جاتا ہے اور فارغ ہوتے ہی فوراً نکل آتا ہے۔ اسمیں اس کو خوشی و رغبت نام کو نہیں ہوتی۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھے تھے اور کبھی کھجور کی باریک دانوں پر تو کبھی کیکر کی پتیوں پر قناعت فرماتے تھے۔ اور مہینوں آپ کے گھر سے دھنواں نہیں نکلتا اور نہ چراغ جلتا تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجود خلیفہ ہونے کے مدینۂ منورہ میں اینٹ بنا کر فروخت کرتے اور اسی سے اپنا گزر فرماتے ۔

اویس قرنی علیہ الرحمہ جو خیر التابعین کہلاتے ہیں مسکینوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو لوگ دیوانہ سمجھتے۔ کبھی کبھی وہ ایک ایک دو دو سال روپوش ہو جاتا

کرنے۔ معلوم نہیں ہوتا تھا کہاں رہتے ہیں اور کیا کھاتے
ہیں۔ اور غذا کا یہ عالم تھا کہ راستے میں پڑی ہوئی خام
کھجوریں چن چن کر کھاتے اور لباس بھی گھوڑ پہ پڑے ہوئے
کپڑوں کا ہوتا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مرقات (شرح
مشکوٰۃ) مسیح الازہر اور حزب الاعظم جیسی مایۂ ناز کتابوں
کے مصنف ہیں، ان کا یہ عالم تھا کہ صحرائے مکہ سے ہڈیاں
چن کر فروخت کر کے اپنا رزق حاصل کرتے تھے، اس سے
بڑھ کر غریبی کیا ہو سکتی ہے۔

انتہائی مفلسی فاقہ کشی ہے، جو بھی رات فاقہ
سے گذرتی ہے، وہ درویش کے لئے شب معراج ہوتی ہے
یہاں تک کہ کہا گیا ہے جو نماز حالت سیری میں ادا کی
جاتی ہے اس کو شیطان اپنے پہلو میں لیتا ہے، اور جو
شخص بھوکا رہتا ہے، شیطان اس سے کوسوں دور
بھاگتا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ
ہمیں اور تمہیں دنیوی لذتوں اور چرب و شیریں
غذاؤں اور منقش و رنگین لباسوں اور طلب عزت
وجاہت اور امراء اور اغنیاء کے قرب سے
جو فنا کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے اور جن سے آخرت
خراب ہو جاتی ہے دھوکے میں نہ آئیں اور ہمارے
سینوں کو اپنی محبت سے معمور رکھے اور موت کو یاد
کرنے، نیز خوف آخرت کو پیش نظر رکھنے کی توفیق
بخشے کیونکہ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل کام تو یہی ہے باقی سب ہیچ ہے۔ زیادہ کیا لکھوں
اللہ معکم اینما کنتم

٤٨٦

اختلاف الائمة حق ورحمة

بقلم:
مولوی سید محمد برهان الدین العنطری الجزری
استاذ دار العلوم لطیفیه حضرت مکان ویلور

الحمد لله الذی شید ارکان دینه بانبیائه ورسله والصلوٰة والسلام علی من ارسله بالملة الحنیفیة السهلة السمحاء والشریعة المطهرة الغراء ارسله رحمة للعٰلمین مبینا لهم صراط الخیر لیسلکوه وطریق السعادة لیتبعوه ونظام الحیاة لیعرفوه ارسله نبراسا مصباحا مضیأ سراجا وهاجا نورا باهرا ساطعا یهدی الضالین ویرشد الحائرین وینقذهم من الغوایة الی الهدایة ویخرجهم من الظلمات الشیطانیة الی الانوار الربانیة ویرتقی بهم من وهدة الجهل والخسران الی ذروة الحق والعرفان ویرفعهم من حضیض الکفر الی اوج الایمان والاحسان وعلی اله و اصحابه الجیل المثالی الذین قال تعالی فی حقهم السابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان وقال صلی الله علیه وسلم فی حقهم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم خصوصا علی الخلفاء الاربعة المهدیین والائمة الاربعة المجتهدین الذین اختلافهم حق ورحمة وتوسعة للامة جزاهم الله خیر الجزاء فی الاختلاف فان اختلج فی صدرك انه کیف یکون الاختلاف رحمة وحقا - فاعلم ارشدك الله ان جمیع اقوال الائمة المجتهدین حق متصل بعین الشریعة المطهرة وجمیع المجتهدین متشارکون فی اغترافهم من عین الشریعة الکبری - فان الشریعة المطهرة کالشجرة العظیمة المنتشرة فی اطرافها المختلفة واقوال مجتهدیها کفروعها واغصانها ولا یوجد فرع بلا اصل ولا ثمرة بلا غصن وقد اجمع اهل الحق علی ان من اخرج قولا من اقوال علماء الشریعة عنها فان ذالك عن قصوره وقلة تدبره وبعد طوله عن المعرفة الحقیقة - واجمعوا ایضا علی انه لا یسمی احد عالما ما لم یتدبر ویتفکر علی منازع اقوال العلماء ویعرف من این اخذوها من الکتاب والسنة لامن ردها عدوانا وظلما - ومن رفع رأسه واضاء نبراسه الی اقوال علماء الشریعة المطهرة لا یجترئ علی رد قول من اقوالهم ولا مسئلة من مسائلهم الا ما خالف نصا او اجماعا ولکن لا یکاد یجد ذلك فی کلام واحد منهم فی طول عمره وان اجتهد عن ساق جدّه الی ان قام علیه القیامة - غایة ما فی

الباب ان هذا المسكين لم يطلع على دليلهم ولم يقف على مداركهم لانه وجدها مخالفة للكتاب والسنة حتى اذا وجد مقلد مسئلة من مسائل امامه مخالفة لحديث وجده لايجوز عليه ان يردها حتى يطلع على مدرك امامه - ومن ادعى ان بعض المسائل المسطورة فى الكتب المتداولة خارجة عن الشريعة فعليه البيان - هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين - فان اعتقادنا فى جميع الائمة المجتهدين من الامة المحمدية - انه لايقول واحد منهم قولا الا بعد نظره وفكره وامعانه فى الدلائل والبراهين فان المراد من المجتهد من كان كلامه مندرجًا تحت اصل من اصول الشريعة وليس هناك قول خارجا عن قواعد الشريعة وانما اقوالهم كلها بين قريب واقرب وبعيد وابعد وشعاء مشكوٰة النبوة يشملهم كلهم وان تفاوتوا فى الاقتباس من شعاعها - وما قالوا قولا ولا مسئلة من عند انفسهم وحوادثات نفوسهم حاشاهم عن ذلك فانا نعتقد ان جميع ائمة المسلمين على هدى من ربهم فى كل حين وان اقوال المجتهد حجة عند مقلده كما ان الكتاب والسنة حجتان عند المجتهد ولا يجترئ على الطعن والانكار فيما استنبطه الائمة المجتهدون من الكتب والسنة بطريق الاجتهاد والاستحسان من عرف مقدارهم ومأخذ استنباطهم كما لايجترئ على الطعن والانكار فيما جاءت به الانبياء مع اختلاف شرائعهم ولكن لايعرف مقدارهم الا امثالهم -

ما للضفادع خيشوم لنو فزة
بل للدخاخل من بعد لها شمم

وما من حكم استنبطه المجتهد الا وهو متفرع من الكتب او السنة او منهما معا ولا يقدح و لا يعيب فى صحة ذلك الحكم جهل من لم يشم رائحة الاجتهاد والاستنباط ومن رأى فى احاديث الشريعة او اقوال علمائها تناقضا فهو ضعيف النظر ينبغى ان يعالج -

ولو كان عالما بالادلة التى استند و مال اليها المجتهد لحمل كل حديث او قول على موضعه وما اختلف الائمة المجتهدون فى الاجتهاد والاستنباط الا باختلاف الصحابة الكرام فيهما - وما اختلفوا فيهما الا باختلاف جواب رسول الله صلى الله عليه وسلم عند سؤالهم اياه - وما اختلف جوابه الا باطلاعه وتوقفه على حقيقة سائله فان من المعلوم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخاطب الناس على قدر عقولهم ومقامهم -

ولا ينكر هذا الا من اطفأ نبراسه ولم يرفع الى الاحاديث رأسه فالائمة المجتهدون رحمهم الله ومقلدوهم قلدوا رسول الله صلى

علیہ وسلم فان اقوال الائمۃ کالشروحات لاقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ وتقریراتہ۔ واقوالہ وتقریراتہ وافعالہ کالتفسیر للقرآن المجید علی مصداق قولہ تعالی لتبین للناس ما نزل الیھم وما امر صلی اللہ علیہ وسلم بامر فیہ حرج لامتہ لانہ بعث رحمۃ للعالمین فالصحابۃ الکرام اخذوا من مشکاۃ النبوۃ بلا واسطۃ والائمۃ العظام اقتبسوا منھا بالواسطۃ۔ فاختلفوا کما اختلفوا ولا بعد ولا مستنکر فی ان یکون لنھر واحد قناۃ کثیرۃ وانبوبۃ مختلفۃ۔

لانہ لم یکن الفقہ مدونا فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن البحث فی احکام الشریعۃ یومئذ مثل البحث من ھولاء الائمۃ الکرام لانھم اجتھدوا وشمروا عن ساق الجد واثبتوا الارکان والشروط والآداب کل شئی ممتازا عن الاخر بدلائلہ وبراھینہ وافرضوا بعض الصور وتکلموا علی ذلک و حد وا ما یقبل الحد وحصروا ما یقبل الحصر وفتشوا العلل والاسباب وبینوھا بالسبر والتقسیم جزاھم اللہ خیر الجزاء فان حفظ الدین وحمایتہ واجب علی کل مکلف حتی الامکان ولا یمکن حمایۃ الدین ما لم یکن لہ قاعدۃ و اصول۔

واما الصحابۃ رضی اللہ عنھم اقتبسوا الاحکام من مشکاۃ النبوۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتوضاء فیرون وضوئہ فیاخذون بہ من غیر ان یبین ان ھذا رکن وذاک سنۃ۔ وکان یصلی فیرون صلوتہ فیصلون کما رأوہ یصلی کما قال صلی اللہ علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی وکان یحج فیرون حجہ فیحجون کما رأوہ وھذا کان غالب احوالہ صلی اللہ علیہ وسلم وما بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فروض الوضوء ستۃ او اربعۃ وقلما کان الصحابۃ یسئالونہ عن ھذہ الاشیاء وکان صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیہ الناس فی الوقائع والحادثۃ فیفتیھم ویرفعون الیہ القضایا فیقضی فیھا ویری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلون فعلا فان کان معروفا یمدحہ وان کان منکرا فینکر علیہ وکان فتواہ وقضاؤہ فی الاجتماعات فی اغلب الاحوال ولذا کان الشیخان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما اذا لم یکن لھما علم فی الواقعۃ یسئالان الناس عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنھا کما قال ابوبکر رض فی الجدۃ ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیھا بشئ فلما صلی الظھر سأل الناس وقال ایکم سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجدۃ شیئا

فقال المغیرة ابن شعبة انا قال ماذا قال اعطاها رسول الله صلی الله علیه وسلم السدس قال العلم ذلك احد غیرك فقال محمد بن سلمه صدق ، فاعطاها ابو بکر السدس وکما سأل عمر رضی الله عنه عن الوباء ثم رجع الی الخبر عبد الرحمان ابن عوف وکما فی قصة رجوع الی موسیٰ عن باب عمر وسؤاله عن الحدیث وشهادة ابی سعید له وامثال هذه کثیرة مرویة فی کتب الاحادیث - والحاصل ان هذه کانت عادة النبی واصحابه فرأی کل صحابی ماسیره الله له من عباداته وافعاله واقضیته وتقریراته صلی الله علیه وسلم - فحفظها وعقلها وعرف لکل شیء وجها من قبل شمول القرائن علیه وحفوفها به فحمل بعضها علی الاباحة وبعضها علی الاستحباب وبعضها علی النسخ لعلامات وامارات کانت کافیة عنده ولم یکن عندهم الا وجدان الاطمینان من غیر الثقات الی طرق الادلة فانقضی عصره الکریم والصحابة علی هذه الحال ثم لما فتحت البلاد والامصار و علت کلمت الله العلیاء فی النواحی والاقطار تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد امام ناحیة من تلك النواحی فکثرت الوقائع والحادثات ودارت المسائل المشکلات فاستفتوا فیها فاجاب کل واحد منهم علی حسب ماحفظه من رسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم یجد فیما عنده من الکتاب او السنة مایصلح للجواب اجتهد برأیه کما یعلم من حدیث معاذ بن جبل رضی الله عنه لما بعثه الی الیمن قال معاذ بن جبل رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله قال فان لم تجد فی سنة رسول الله قال اجتهد برأی ولا الو - قال فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله بما یرضی به رسول الله رواه الترمذی وابوداؤد والدارمی وکما روی البیهقی فی المدخل عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مهما اوتیتم من کتاب الله فالعمل به واجب لاعذر لاحد فی ترکه فان لم یکن فی کتاب الله فسنة لی ماضیة فان لم یکن فی سنة لی فما قال اصحابی لان اصحابی کالنجوم فی السماء فایما اخذتم به فقد اهتدیتم -

فانه عرف العلة التی ادار رسول الله صلی الله علیه وسلم الحکم علیها فی منصوصاته فطرد الحکم حیث وجدها فلم یقصروا فی موافقة غرضه علیه الصلوٰة والسلام فعند هذا وقع الاختلاف علی ضروب ومناهج منها ان صحابیا سمع حکما فی قضیة او فتویٰ ولم یسمعه الآخر فاجتهد برأیه فی ذلك وحکم بحکم وهذا علی وجوه ایضا فمن هذه الوجوه ان یقع اجتهاده موافقا للحدیث الذی عند الآخر -

وثانیهما ان تقع منهما المناظرة ویظهر الحدیث با لوجه الذی یقع به غلبة الظن فیرجع عن اجتهاده الی الحدیث - وثالثها انه یبلغه الحدیث لکن لا علی الوجه الذی یقع به غلبة الظن فلم یترك اجتهاده بل اظهر الشك فی صحة الحدیث ورابعها ان لا یصل الحدیث الیه اصلا -

واضمحل فی نظرهم بعض الاقوال وان کان ماثورا عن کبار الصحابة فعند هذا صار لکل واحد منهم مذهب مستقل علی حیاله فنهض فی کل بلد امام - مثل سعید بن المسیب وسالم بن عبد الله فی المدینة و بعدهما الزهری والقاضی یحیی بن سعید وربیعة ابن ابی عبد الرحمن فیها مثل عطاء ابن ابی رباح بمکة زادها الله شرفا - ومثل ابراهیم النخعی والشعبی بکوفة ومثل الحسن البصری بالبصرة ومثل طاؤس ابن کیسان بالیمن ومثل مکحول بالشام رحمهم الله فاظمأ الله رجالا الی علومهم فرغبوا فیها واخذوا عنهم الحدیث وفتاوی الصحابة واقاویلهم و مذاهب هولاء وتحقیقاتهم من عند انفسهم و استفتی منهم المستفتون ودارت المسائل بینهم ورفعت الیهم الاقضیة فکان لبعض التابعین جمعوا ابواب الفقه وکان لهم فی کل باب اصول تلقوها من السلف وکانوا یذهبون الی ان اهل الحرمین اثبت الناس فی الفقه واصل مذهبهم فتاوی

عمر وعثمان وقضایاهما وفتاوی عبد الله بن عمر وعائشة وابن عباس وقضایا قضاة المدینة مجمعوا من ذلك ما یسره الله لهم ثم نظروا نظرا عتبار وتفتیش فما کان منها مجمعا علیه بین علماء المدینة فانهم یاخذون علیه بنواجذهم وما کان فیه اختلاف -

عندهم یاخذون باقویها وارجحها اما الکثرة من ذهب الیه منهم اولغیرها من المرجحات واذا لم یجد وافیما حفظوا منهم جواب لمسئلة تتبعوا الایماء والاقتفاء فحصل لهم مسائل کثیرة فی کل باب -

وکان بعضهم یرون ان عبد الله بن مسعود واصحابه اثبت الناس فی الفقه کما قال علقمة لمسروق هل احد منهم اثبت من عبد الله بن مسعود وقال الامام الاعظم ابوحنیفة رحمه الله، ابراهیم افقه من سالم ولولا فضل الصحبة لقلت ان علقمة افضل من عبد الله بن عمر - واصل مذهبهم فتاوی عبد الله بن مسعود، و قضایا علی، وفتاواه وقضایا قاضی شریح وغیره من قضاة کوفة رحمهم الله مجمعوا من ذلك ما یسّره الله لهم ثم صنعوا فی آثارهم کما صنع هولاء الذین تقدم ذکرهم وخرجوا کما خرجوا من اختلافهم نشأ اختلاف الفقهاء

والائمة المجتهدين فانهم اخذوا عمن اجتمعوا
معه منهم صفة الوضوء والغسل والصلوٰة والحج
والنكاح والبيوع وسمعوا قضايا قضاة البلدان وفتاوي
مفتيها وسألوهم عن المسائل واجتهدوا فيها
ثم صاروا كبراء قوم فذهبوا على منوال شيوخهم و
لم يقصّروا فى تتبع الايماء والاقتضاء فكان منهم
من يتمسك بالمسند والمرسل من حديث رسول
الله صلى الله عليه وسلم وليستدل باقوال الصحابة و
التابعين لانهم علموا انها اما احاديث منقولة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتصروها
فجعلوها موقوفة واما مستنبطة استنبطوها
من المنصوص وهم احسن صنعا فى كل ذلك ممن
يجيئ بعدهم لانهم اكثر اصابة واقدم زمانا واوعى
علما واقرب الى مشكاة النبوة فتعين العمل بها
الا اذا اختلفوا وكان حديث رسول الله يخالف
قولهم مخالفة ظاهرة وكذا اذا اختلفت احاديث
رسول الله فى مسئلة رجعوا الى اقوال الصحابة فان
قالوا بنسخ بعضها او بصرفه عن ظاهره او لم
يصرحوا فى ذلك بشيئ ولكن اتفقوا على تركه
وعدم القبول بموجبه اتبعوهم فى كل ذلك وكذا
اذا اختلفت مذاهب الصحابة والتابعين فى
مسئلة فالمختار عند كل امام مذهب اهل بلده
وشيوخه لانهم اعرف بالصحيح من اقاويلهم
من السقيم وقلبه اميل الى فضلهم وتبحرهم
وشرفهم فان مذهب عمر وعثمان وابن عمر وابن عباس
واصحابهم مثل سعيد بن المسيب احق بالاخذ
من غيره عند اهل المدينة لانه امام الفقهاء
فى كل عصر ولذلك ترى مالكا رحمه الله يلازم محجتهم
وقد اشتهر عنه انه يتمسك باجماع اهل المدينة
ومذهب عبد الله بن مسعود واصحابه وقضايا
شريح وفتاوى ابراهيم احق بالاخذ عند اهل الكوفة
من غيره ـ فان اتفق اهل البلد على شيئ اخذوا
عليه بنواجذهم ـ

وان اختلفوا اخذوا باقويها وارجحها ثم
الهم الله فى قلوب العلماء تدوين العلوم فاول
من صنف فى الحديث ورتبه على الابواب مالك
رحمه الله بالمدينة وابن جريج بمكة وربيع
بن صبيح بالبصرة وسفيان الثوري بالكوفة
والاوزاعى بالشام وهشيم بواسط ومعمر باليمن
وجرير بن عبد الحى بالرى وابن المبارك بخراسان
سنة بضع واربعين ومأة وهؤلاء كانوا فى
عصر واحد ـ

واول من افرد المسند دون الموقوفات
والمقاطع على رأس المأتين عبد الله بن موسى
بالكوفة ومسدد بالبصرة واسد بن موسى و
نعيم بن حماد الخزاعى بمصر واختلف فى اول

من صنف المسند من هولاء فقال الدار قطنی نعیم وقال الخطیب اسد بن موسیٰ وکان مالک رحمه الله اثبتهم فی حدیث المدنیین عن رسول الله صلی الله علیه وسلم واوثقهم اسنادا واعلمهم بقضایا عمر واقاویل عبدالله بن عمر وعائشة واصحابهم من الفقهاء السبعة وبه وبامثاله قام علم الروایة والفتویٰ وکان الامام الاعظم رحمه الله الزمهم بمذهب ابراهیم واقرانه لایجاوزه الا ماشاءالله وکان اشهر اصحابه ذکرا ابایوسف وولیّ القضاء فی ایام هارون الرشید وکان احسنهم تصنیفا محمد بن الحسن الشیبانی وکان تفقه علی ابی حنیفة وابی یوسف ثم خرج الی المدینة فقراء الموطا علی مالک ثم رجع الی نفسه فطبق مذهب صحابه علی الموطا مسلة مسلة وهما لایزالان علی محجة ابراهیم النخعی حتی الامکان کما کان الامام الاعظم یفعل ذلک وانما کان اختلافهم فی احد شیئین اما ان یکون لشیخهما تخریج علی مذهب ابراهیم النخعی یزاحمانه فیه اویکون هناک لابراهیم ونظرائه اقوال مختلفة یخالفان فی ترجیح بعضها علی بعض فصنف محمد وجمع رأی هولاء الثلاثة فتوجه اصحاب الامام الاعظم الی تصانیفه تلخیصا وتقریبا وتأسیسا واستدلالا فسمی ذلک مذهب ابی حنیفة ونشأ الشافعی رحمه الله فی

اوائل ظهور المذهبین وترتیب اصولهما وفروعهما فوجدا مؤالمریض بها فوضع الجمع بین المختلفات اصولا ودونها فی کتاب وهذا اول کتاب فی اصول الفقه فبین ان الصحابة والتابعین لم یزل شانهم یطلبون الحدیث فی المسئلة فاذا لم یجد وتمسکوا بنوع آخر من الاستدلال ثم اذا ظهر علیهم الحدیث رجعوا من اجتهادهم الی الحدیث فنزع الشافعی فی اخذ الفقه من الراس فاسس الاصول وفرع الفروع وصنف الکتب فاجاد وافادوا اجتمع علیها الفقهاء وتصرفوا اختصارا وشرحا واستدلالا وتخریجا ثم تفرقوا فی البلدان فکان هذا مذهب الشافعیّ فعلمت فیما تلونا علیک انه لیس مذهب من مذاهب الائمة المجتهدین خارجا من اقسام الشرعیة - فان الشرعیة منقسمة علی ثلاثة اقسام نحن نجد تلک الاقسام اذا فتشنا کتب الاحادیث الاول ما اتی به الوحی من الاحادیث مثل حدیث یحرم من الرضاع مایحرم من النسب فانه کالقرآن من حیث انعقاد الاجماع علی عدم مخالفته - الثانی ما اباح الحق تعالیٰ لنبیه ان یسنه علی رأیه هو علی وجه الارشاد لامته مثل حدیث لوقلت نعم لوجبت - ولم تستطیعوا فی جواب من قال له فی فریضة الحج اکل عام یارسول الله قال لا ولوقلت نعم - لوجبت - وقد

كان صلى الله عليه وسلم يخفف على امته وينهاهم عن كثرة السؤال ويقول اتركونى ما تركتكم فلكونه رحمة للعالمين ماسكت عن اشياء الا رحمة وتوسيعة لامته لا لذهول ولا نسيان الثالث ما جعله الشارع فضيلة لامته وتاديبا لهم فان فعلوا حازوا الفضيلة وان تركوه فلا حرج ومثاله كثير۔

وعلمت ايضا ان السنة مبينة لما اجمل فى القرآن كما ان الصحابه والتابعين والائمة المجتهدين واتباعهم بينوا لنا ما فى السنة من الاجمال ومحال ان يخرج شيئ من اقوال المجتهدين عن الشريعة لانهم بنوا قواعد مذاهبهم عليها ولكل واحد منهم قوة وملكة على ان ينتزع الادلة الشرعية على مذهبه ومن نازع فى هذا فهو جاهل بمقام الائمة الكرام۔ فوالله لقد كانوا علماء بالحقيقة والشريعة لا كما يظنه بعض الجهال فان جميع اقوال المجتهدين قد استضائت من انوار الشريعة وكيف يصح خروج شى من مذاهبهم عنها مع اطلاعهم على مواد اقوالهم من الكتاب والسنة و اقوال الصحابة۔ ولو لم يختلف الصحابة الكرام والائمة العظام لضاقت علينا الارض بما رحبت فان فى اختلافهم خيرا كثيرا۔ جزاهم الله خير الجزاء۔

فعليك بتقليد واحد من الائمة الاربعة المجتهدين اعنى الامام الاعظم ابا حنيفة والامام مالكا والامام الشافعى والامام احمد بن حنبل لانهم هم الذين دام تدوين مذهبهم الى عصرنا هذا۔ وان كان غيرهم من المجتهدين على الحق وكانوا نوابا لرسول الله فى هداية امته الى الشريعة المطهرة فان مرتبة الاجتهاد المطلق قد ختمت بالائمة الاربعة حتى اوجب العلماء تقليد واحد من هؤلاء الكرام لان الشريعة لا تعرف الا بالنقل والاستنباط۔ والنقل لا يستقيم الا باخذ كل طبقة ممن قبلها بالاتصال ولا بد فى الاستنباط من المعرفة بمذاهب المتقدمين من الصحابة والتابعين وتبع التابعين فاذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلا بد ان تكون اقوالهم التى يعتمد عليها مروية بالاسناد الصحيح ومدونة فى كتب مشهورة۔ والا لم يصح الاعتماد وليس مذهب فى هذه الاربعة فان مرتبة الاجتهاد مرتبة عالية لا يصعد اليها الا ذو حظ عظيم ذلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

هذه الائمة بعينه الصفحة ١١٢

لان المجتهد من له ملكة يقتدر بها على استنباط كل حكم شرعى فرعى عن دليله۔ و شرطه ان يحوى علم الكتاب بمعانيه اللغويه من المفردات والمركبات وخواصها فى الافادة وبمعانيه الشرعيه كالمعانى الموثرة فى الاحكام وبوجوهه من الخاص والعام والمشترك والموول والظاهر والنص والمفسر والمحكم والخفى والمشكل والمجمل

والمتشابه والحقيقة والمجاز والصريح و
الكناية والامر والنهى والناسخ والمنسوخ
وان يعرف وجوه القياس بطرقها المختلفة
وان يكون قصده بالاجتهاد معرفة الاحكام
وتعليمها لا التعصب والشهرة والرياء
والسمعه وينبغى ان يكون صاحب ورع
خائفا من الله فانه امين الشرع وان يحوى
علم السنة بطرقها واقتباسها كاقسام
الكتاب التى تقدم ذكرها. فاين لك المرتبة
العصوى فضلا عن المرتبة العليا. فلا تغتر
بخيالك القاصر وبفهمك الخاسر انك قد
وصلت الى مرتبة الاجتهاد فلا حوجاء لك
الى تقليد المجتهد ومتى متعت لك مرتبة
الاجتهاد ومتى صرت مجتهدا فى الفروع و
متى صرت بارعا فى الفنون كلها وما علمنا
احدا ادعى له مرتبة مطلق الاجتهاد بعد
هولاء الاربعة الا الامام محمد بن جرير
الطبرى ولكن لم يسلم العلماء له ذلك وجميع
من ادعى الاجتهاد المطلق - انما مراده
المطلق المنتسب الذى لا يخرج عن قواعد
امامه كابن القاسم واصبغ مع مالك وكمحمد
وابى يوسف مع ابى حنيفة وكالمزنى والربيع
مع الشافعى رحمهم الله اذ ليس فى قوة احد بعد
الائمة الاربعة ان يبتكر الاحكام ويستخرجها
من الكتاب والسنة فيما نعلم - ومن ادعى ذلك فعليه
ان ليستخرج لنا شيئا لم يسبق لاحد من الائمة تخريجه -
ومع هذا لا ندعى ان هذا ليس بممكن - بل ممكن -
لان قدرة الله واسعة - لاسيما والقرآن لا تنقضى
عجائبه واحكامه فى نفس الامر ولكن ما رأينا ولا
سمعنا باحد انه وصل الى مرتبة الاجتهاد المطلق
بعد هولاء الاربعة رحمهم الله. ولكنهم مع اصولهم
الى هذه المرتبة العلياء كانوا يحثون اصحابهم على
العمل بظاهر الكتاب والسنة ويقولون اذا رأيتم كلامنا
يخالف ظاهر الكتاب او السنة فاعملوا بهما واضربوا
بكلامنا الحائط وانما قالوا ذلك احتياطا وادبا مع رسول
الله صلى الله عليه وسلم والشريعة المطهرة وهذا الكلام نفسه
يدل على كمال ورعهم وكمال خشوعهم وكمال خوفهم
مع الله وكمال وقوفهم على الكتاب والسنة جزاهم الله
خير الجزاء -

فان اختلافهم رحمة الامة وتوسيعة لهم
من جانب الله - فان انكار احدهم يوذى الى انكار الصحابة
وانكار الصحابة يودى الى انكار رسول الله صلى الله عليه وسلم
وانكاره يودى الى انكار النص نعوذ بالله من ذلك وما
ينطق عن الهوى - ان هو الا وحى يوحى فاياك وان
تنكر كلام واحد من المجتهدين الكرام او تضعفه بفهمك
الضعيف السخيف فان فهمك اذا وزن او قرن بفهم
واحد منهم كان فهمك كالهباء المنثور فلا تكن
كالثعلب مع الاسد - والسابقون السابقون اولئك المقربون. فالتقليد واجب لمن ليس له اهلية التحقيق. وان لم تر الهلال فسلم لاناس رأوه بالابصار. اللهم اجعلنا من المقلدين الفائزين المتقين -

اختلافِ ائمہ حق اور رحمت ہے

جناب مولوی محمد نعیم اختر صاحب اعجازی
(مبارکپوری)
استاذ مدرسۂ لطیفیہ حضرت مکان۔ ویلور

"اختلاف الائمہ حق ورحمت" کے عنوان پر مولانا سید محمد برہان الدین صاحب عنطری نے زبان عربی میں ایک عمدہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ لیکن حضرت ناظم صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی یہ تمنا رہی کہ اس مضمون کی افادیت سے غیر عربی داں طبقہ بھی محروم نہ رہے اور اس کا بیان اردو زبان میں ہوجائے حضرت قبلہ کے خواہش کی تصویر قارئین کرام کے سامنے حاضر ہے۔

نعیم اعجازی

عنوان کو دیکھ کر ممکن ہے کسی کے دل میں، یہ شبہ گذرے کہ اختلاف کو رحمت اور آسانی کا نام کیونکر دیا جاسکتا ہے لیکن امید ہے کہ زیر نظر تحریر کو غور و فکر کے ساتھ پڑھنے کے بعد یہ شبہ غبار راہ بنکر اڑ جائے گا، خدا کرے ایسا شبہ کرنے والوں کو ھدایت مل جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال صادق وحق ہیں اور شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہیں۔ تمام ائمہ کرام شریعت کبریٰ کے چشمے سے سیرابی حاصل کرنے میں برابر کے شریک ہیں، اس لئے کہ شریعت مطہرہ ایک ایسے درخت کے مانند ہے جسکی شاخیں ہر چہار جانب پھیلی ہوی ہیں، اور اقوال ائمہ اس درخت کی شاخیں ہیں۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت کہ فرع کا وجود بغیر اصل کے پایا جائے۔ شاخ بلا درخت کے موجود ہو اور پھل بغیر ڈالی کے نکل آئے۔ تمام علماء محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی آدمی کے ذہن میں اقوالِ ائمہ پر کوئی اعتراض سر اٹھا رہا ہے اور وہ کسی ایک قول کو بھی شریعت سے خارج سمجھتا ہے تو اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ حقیقتہً ائمہ کے قول میں ضعف و کمزوری ہے۔ بلکہ یہ معترض کی عقل کا قصور ہے۔ خود اسکی عقل نے معرفت حقیقہ کی رہنمائی نہیں کی۔ علماء کرام اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی بھی آدمی کو۔ "زمرۂ علماء" میں داخل کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ ائمہ مجتہدین نے اپنے مسائل کو کس آیت و حدیث سے اخذ کیا ہے؟ تعصب و عناد کی عینک چڑھا کر اعتراض کرنے والوں کو عالم کا درجہ دینا علماء محققین کے نزدیک جائز نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی شخص نے ائمہ کرام کے اقوال کو سمجھنے میں

اپنی فہم وادراک کی قوت کو صرف کیا ہے تو یقیناً ایسا شخص ائمہ کرام کے ایک قول کو بھی شریعت مطہرہ سے علیحدہ سمجھنے پہ آمادہ نہیں ہو سکتا۔ سوائے ان مسائل کے جو اجماع ونص کے مخالف ہوں۔ لیکن یقین کلّی ہے کہ ائمہ کرام کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جو اجماع ونص کے خلاف ہے۔ چاہے اسکی یہ تلاش وجستجو قیامت کی صبح تک جاری رہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ بیچارہ دیدۂ حکمت کی محرومی کی وجہ سے ان ائمہ مجتہدین کے دلائل وبراہین سے روشناس نہ ہو سکے۔ ایسا نہیں ہے کہ ائمہ کے اقوال کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ اگر کسی مقلد نے اپنے امام کے کسی قول کو کتاب وسنت کے خلاف پایا تو اس کا رد کرنا اسوقت جائز ہے جبکہ وہ اچھی طرح یہ جان لے کہ یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔ اگر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ کچھ مسائل ایسے ہیں جو شریعت کبریٰ سے ٹکرا رہے ہیں تو اس کے دعوی کی صداقت اسوقت ثابت ہو گی جبکہ وہ دلیل پیش کرے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امت محمدیہ کے مجتہدین اپنے کسی قول کو بلا نظر وفکر اور دلیل وبرہان سے ثابت کئے بیان نہیں کرتے اور نہ تو کسی مسئلہ کے بیان کرنے میں خواہش نفسانی کا دخل ہوتا ہے اس لئے کہ مجتہد وہ ہے جس کا کلام شریعت کے اصول کی زنجیر سے جکڑا ہوا اور ائمہ میں سے کسی کا بھی کوئی قول اس زنجیر سے آزاد نہیں ہے۔ مجتہدین کے اقوال شریعت کی اصل سے قریب ہیں یا اقرب بعید ہیں یا ابعد نہ کہ خارج۔ شارع نبوت نے ہر ایک قول کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔

اگرچہ ائمہ کے اقتباس میں تفاوت ہے حاشا وکلّا یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہوں نے کوئی قول خواہش نفس کی رہنمائی میں بیان کیا ہے۔

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ تمام مجتہدین ہر لمحہ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں۔ جس طرح کہ ہر مجتہد کے پاس کتاب وسنت حجت ہوتی ہے اسی طرح ہر مقلد کے نزدیک اس کے امام کا قول حجت ودلیل ہے۔ جو شخص ائمہ مجتہدین کے طریقۂ استنباط وماخذ یعنی جو مسائل قرآن وسنت سے اخذ کئے گئے ان کی مقدار کا سمجھنے والا ہو وہ یقیناً ائمہ کرام کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہیں بنا سکتا اور نہ تو ان کے اقوال کا منکر ہو سکتا ہے جس طرح کہ انبیاء کرام کو اگرچہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں طعن وتشنیع نہیں کر سکتا۔ ائمہ کرام کے ماخذ کو وہی سمجھ سکتا ہے جسے ائمہ مجتہدین جیسا شعور وحساس ملا جیسے کہ دخاخل یعنی بھونرا نوفرہ کے درخت سے دور رہ کر بھی اس کی خوشبو پالیتا ہے لیکن ضفدع یعنی مینڈک قوت شامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے درخت کے نیچے رہتے ہوئے شمیم گل سے محروم رہتا ہے۔

مجتہد نے جو بھی مسئلہ اخذ کیا ہے وہ یا تو کتاب سے مستنبط ہے یا سنت سے یا ان دونوں سے۔ ساتھ ساتھ جو شخص اجتہاد واستنباط کی قوت سے ناآشنا ہو اگر اسے ائمہ کرام کے مسائل سمجھ میں نہ آئیں تو اس کی کم فہمی سے ائمہ کے اقوال کی صحت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر کسی کو احادیث

نبویہ میں یا علماء کے اقوال میں تناقض نظر آئے یہ آپکی کوتاہ نظری ہے۔ اس کے نظر و فکر کے لئے علاج ضروری ہے کیونکہ اگر وہ شخص علماء کے ادلہ سے واقف ہوتا تو ان کے اقوال کو انکی جگہوں پہ رکھ لیتا۔

ائمہ کرام کے اجتہاد و استنباط میں جو اختلاف رونما ہوا وہ صحابۂ کرام کے اختلاف کی وجہ سے ہوا اور صحابہ میں جو اختلاف واقع ہوا وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور حضورؐ کے جواب میں جو اختلاف ہے وہ سائل کی کیفیت وحقیقت پہ مطلع ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ تو بالکل بدیہی بات ہے جیسے ہر صاحب بصیرت جانتا ہے کہ حضورؐ لوگوں سے ان کی سمجھ کے اعتبار سے کلام فرماتے تھے۔ اس کا انکار وہی کریگا جسے احادیث کے رموز و اسرار کی واقفیت حاصل نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ مجتہدین اور ان کی تقلید کرنے والے درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے ہیں۔ اور انہیں کے دامن سے وابستہ ہیں۔ اس لئے کہ اقوال ائمہ صحابہ کے اقوال کی تشریح کرتے ہیں۔ اور اقوال صحابہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اقوال وتقریرات کی تشریح کرتے ہیں اور حضور کے افعال واقوال وتقریرات قرآن کی تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ قرآن نے خود اسکی طرف ہماری رہنمائی کی ہے "لتبین للناس" الخ تاکہ آپ لوگوں سے بیان فرمادیں جو ان پہ نازل کیا گیا۔ حضور نے امت کو کسی ایسے امر کا حکم نہیں دیا جس میں حرج ہے۔ اس لئے کہ انہیں نوع کائنات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔ "وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین" البتہ صحابہ و ائمہ میں فرق یہ ہے

کہ صحابۂ کرام نے مسائل کو بلا واسطہ لیا ہے اور ائمہ کرام نے بھی شمع رسالت سے مسائل کی شعاعوں کو اخذ کیا ہے۔ مگر صحابۂ کرام درمیان میں واسطہ بنے ہیں۔ اس لئے ائمہ میں جو اختلاف ہوا وہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے ہوا ہے، اور ایسا تو قطعاً ممکن ہے کہ ایک ہی ندی سے کئی ایک نہریں نکلیں۔

مسائل کی تدوین حضور کے زمانہ میں نہیں ہوئی تھی، اور نہ تو صحابۂ کرام کے درمیان احکام شرعیہ کے بارے میں ایسی بحث تھی جیسی کہ ائمہ کرام کے درمیان ہے۔ ائمہ نے اجتہاد کیا اور اپنی تمام کاوشوں کو صرف کر کے ارکان، آداب، شروط کا اثبات دلیل وبرہان کے ذریعہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے کیا بعض صورتوں کو پیش کر کے اس پہ کلام کیا۔ جو حد کے لائق ہے اسے حد کی منزل میں رکھا اور جو حصر کے قابل ہے اسے حصر کا مقام دیا۔ ان لوگوں نے اسباب وعلل کو سبر اور تقسیم کے ذریعہ بیان کیا تاکہ مفہوم کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے خدا انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہر مؤمن پہ دین کا تحفظ اور اسکی عظمت کی نگہبانی حتی الامکان واجب وضروری ہے اور دین کا تحفظ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ اس کے لئے کوئی قاعدہ اور اصول موجود ہو۔ زمانۂ رسالت میں دین کے لئے خاص قاعدہ واصول موجود نہیں تھا۔ مثلاً حضورؐ وضو فرماتے تھے تو صحابۂ کرام اس طریقہ کو دیکھ کر اسی پہ عمل کرتے۔ حضور نماز پڑھتے تھے تو صحابہ بھی نماز پڑھتے میں حضورؐ کا انداز اختیار کرتے۔ صحابہ نے

جیسے حضورؐ کو حج کرتے دیکھا ویسے ہی انہوں نے بھی حج کیا۔
اور جیسا کہ خود رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے دیکھتے ہو۔ اس وقت حضورؐ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ یہ سنت ہے، وہ رکن ہے۔ رسولؐ نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں اور نہ تو صحابہ ہی نے اس کے بارے میں سوال کیا۔ لوگ رسولؐ سے مسئلہ کے بارے میں سوال کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جواب فرماتے تھے، اور رسولؐ اگر صحابہ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھتے اور وہ فعل شرعاً محمود ہوتا تو اس پر تعریف کرتے لیکن اگر روح اسلام کے خلاف ہوتا تو اس کا رد فرماتے تھے۔ اور اسے بھی یاد رکھئے کہ حضورؐ کے فتاوے عموماً محفل صحابہ میں رونما ہوتے تھے۔
اسی لئے حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما اگر کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہ رکھتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ اس کے بارے میں رسولؐ کا فرمان کیا ہے؟ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کو جدّۃ (دادی) کے حصہ کے متعلق معلوم نہ تھا کہ کتنا ہے۔ تو انہوں نے بعد نماز ظہر لوگوں سے سوال کیا کہ جدّہ کے حصہ کے بارے میں رسولؐ کی حدیث کس کو معلوم ہے؟ فوراً حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کھڑے ہوکر جواب دیا کہ رسولؐ نے ان کو سدس مال دیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے پھر سوال کیا تمہارے علاوہ کسی اور کو اس کا علم ہے؟ فوراً محمد بن مسلمہ نے فرمایا کہ ہاں مغیرہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ ایسے ہی حضرت عمر فاروق کو وباء (بیماری) کے متعلق حضورؐ کی کوئی حدیث معلوم نہ تھی تو عبدالرحمٰن بن عوف کے بیان کے بعد اس پر عمل کیا۔ ایک بار حضرت ابوموسیٰ حضرت فاروق اعظم سے ملاقات کے لئے گئے۔ اور دروازے کے پاس تین آواز دینے پر جب کوئی جواب نہ ملا تو واپس چلے گئے اور ان کا یہ فعل حدیث رسولؐ کے مطابق تھا۔ جب حضرت عمر نے اس حدیث کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ سے سوال کیا تو انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابوسعید خدری نے اسکی صداقت پر شہادت دی۔ اس طرح کی بہت سی احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مذکورۂ بالا عادتیں رسول اور صحابہ کرام میں موجود تھیں اور ہر ایک صحابی نے رسولؐ کے فرمودات افعال، عبادات اور قضایا کو دیکھ کر سن کر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک کی علت کو بھی قرائن حالیہ سے قلب و نظر میں اتار لیا تھا۔ اسی لئے امارات و علامات سے بعض کو مستحب بعض کو نسخ اور بعض کو اباحت پر محمول کیا۔
صحابۂ کرام کی نظر صرف اطمینان قلب پر مرکوز رہتی تھی۔ انہیں دلائل و براہین کی ضرورت نہ تھی۔ کسی بھی بات کو تسلیم کرنے کے لئے صرف اتنا ضروری تھا کہ یہ رسولؐ کا فرمان ہے۔ ان کو اس کی حاجت نہیں تھی کہ یہ کیوں ہے؟ اور کیسے ہے؟ یہاں تک کہ دور رسالت ختم ہو گیا اور صحابۂ کرام اسی اصول پر کاربند رہے۔ پھر جب دوسرے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور اللہ کے احکام تمام اطراف میں پھیل گئے اور ہر ایک نواحی میں ایک ایک صحابی امام بنائے گئے، پھر ان اماموں کو لوگوں کے طرح طرح کے مسائل سے سابقہ پڑا تو ان لوگوں نے سوالوں کے جوابات اسی کلام کی روشنی میں دیا جس کو مشکوٰۃ نبوت سے حاصل کیا

کیا تھا۔ لیکن اگر کسی ایسے مسئلے سے سابقہ پڑتا جس کا جواب کتاب و سنت میں نہیں ہے تو اس کے لئے کتاب و سنت کے حدود میں رہ کر اجتہاد کرتے اور مسئلہ اخذ کرتے۔ جیسا کہ معاذ بن جبل کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ جس وقت انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

جب حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم مقرر کیا تو ان سے سوال فرمایا کہ جب تمہارے سامنے مقدمات پیش کئے جائیں گے تو تم فیصلہ کیسے کروگے؟ جواب دیا: کتاب اللہ سے پھر سوال کیا اگر اس میں جواب نہ ملے تو؟ کہا سنت سے۔ اس کے بعد پھر صدائے رسولؐ گونجی: اگر سنت رسول میں بھی اس کا جواب موجود نہ ہو تو عرض کیا: اجتہاد کروں گا۔ اور اجتہاد میں اپنی ساری فکر و نظر کو نچوڑوں گا۔ حضرت معاذ کے اس جواب پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مقدس پر تبسم کی ایک لکیر پھیل گئی۔ اور فرمایا اس خدا کا شکر و احسان ہے جس نے رسول اللہ کے مقرر کردہ قاضی کو اسی بات کی توفیق دی جسے اللہ کا نبی پسند کرتا ہے۔ اس حدیث کی روایت کی فہرست میں ترمذی، دارمی اور ابو داؤد ہیں۔ اور جیسا کہ بیہقی نے مدخل میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کتاب اللہ سے تمہیں جو دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا تارک ایسا مجرم ہوگا جس کا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں۔ اور اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو میری سنت ماضیہ میں تلاش کرو۔ درس ــــــــــــ

ــــــ۔ اگر اس میں بھی نہ ملے تو اس پر عمل کرو جسے میرے صحابہ نے اپنایا ہے، اس لئے کہ میرے صحابہ ستاروں کے مثل ہیں جو آسمان میں جگمگاتے ہیں۔ تم جس صحابی کے بھی قول کو اخذ کروگے ہدایت پاؤگے۔"

صحابہ کرام نے اس علت کو خوب اچھی طرح پہچان لیا تھا جس کی بنا پر رسول اپنے منصوصات میں حکم لگاتے تھے، اسی لئے یہ لوگ بھی جہاں جہاں اس علت کو پاتے حکم لگا دیتے تھے اور رسول کے مقاصد کی موافقت میں کوئی کوتاہی روا نہیں رکھتے تھے۔ اب یہیں سے اختلاف کا آغاز متعدد قسموں پر ہوا۔ اختلاف کی پہلی قسم یہ ہے کہ رسول کے حکم و قضا کو ایک صحابی نے سنا اور دوسرے نے نہ سنا تو اس نے اس میں اجتہاد کیا اور اپنی رائے سے حکم لگایا۔ خود اس کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ انہوں نے اجتہاد کرکے جو رائے قائم کی وہ حدیث کے حکم کے بالکل موافق ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دونوں صحابی کے درمیان مباحثہ ہوا۔ اگر مباحثہ میں ان کو ظن غالب مل جاتا تو اپنے اجتہاد سے رجوع کرکے حدیث کے حکم کو تسلیم کر لیتے اور اس پر عمل کرتے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ ان کو حدیث تو مل جاتی لیکن اس انداز سے نہیں کہ اس سے ظن غالب حاصل ہو۔ تو یہ اپنے اجتہاد ہی پر قائم رہتے۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ انہیں حدیث ہی نہیں ملی۔

اختلاف کی دوسری قسم یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی فعل کو کرتے ہوئے دیکھا

تو بعض نے قربت پر محمول کیا اور بعض نے اباحت کی منزل میں رکھا۔ تیسری قسم، عبارت میں وہم کا اختلاف ہوا۔ چوتھی قسم سہو ونسیان میں اختلاف۔ پانچویں قسم ضبط میں اختلاف۔ چھٹی قسم، حکم کی علت میں اختلاف۔ ساتویں قسم جمع بین الحدیثین میں اختلاف۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود صحابۂ کرام کے مذاہب میں اختلاف ہوا۔ باوجودیکہ یہ امت بہترین اُمت ہے۔ ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والی ہے۔ شمع رسالت کے فیضان سے سیراب ہے۔ آج تک ہم نے نہیں سُنا کہ ان اختلافات کے باوجود کسی صحابی نے دوسرے صحابی سے مخاصمت کیا اور ایک دوسرے کو غبی الذہن اور کم فہم کہا۔ اور پھر اگر ان کے درمیان اختلاف نہ ہوتا تو رسول کے اس قول کا کوئی فائدہ باقی نہ رہتا" اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" رسول مقدس کا ان لوگوں کو ستاروں سے تشبیہ دینا اس بات کی اہم ترین دلیل ہے کہ ہر ایک صحابی اپنی جگہ ایک مستقل ستارہ ہے اور ہر ایک کے لئے مستقلاً قدم راسخ ہے۔ ہر ایک حق پر ہے۔ ان میں سے کسی کے دامن پر ضلالت و گمراہی کا دھبہ تک نہیں ہے۔

جس طرح سے کہ صحابہ نے شمع رسالت سے روشنی حاصل کیا اسی طرح اللہ نے جتنی توفیق بخشی ہر ایک تابعی نے صحابہ سے حاصل کیا۔ اور احادیث رسول اور صحابۂ کرام کے مذاہب کو ذہن نشین کر لیا۔ مختلف فیہ چیزوں کو اکٹھا کیا اور بعض کو بعض پر ترجیح دی اور بعض اقوال ان کی نظر میں اگرچہ وہ کبار صحابہ سے مروی تھے کمزور و مضمحل ہو گئے۔ تو اس وقت ہر ایک تابعی کے لیے ایک مستقل مذہب بن گیا۔ اور ہر ایک شہر میں ایک مستقل امام ہو گئے۔ جیسا کہ مدینہ میں سعید بن مسیب و سالم بن عبداللہ ان کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن مکہ میں عطاء بن رباح، کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی۔ بصرہ میں حسن بصری۔ یمن میں طاؤس بن کیسان۔ شام میں مکحول رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

اس دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند نفوس قدسیہ کو علم کے طلب کی پیاس دیدی اور یہ لوگ اُن تابعیوں کے پاس جا کر احادیث رسول، مذاہب صحابہ اور ان کے اقوال کے ساتھ ساتھ خود تابعیوں کے تحقیقات کو حاصل کیا۔ تابعیوں نے بھی اجتہاد میں وہی طریقہ اپنایا تھا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو کتاب و سنت سے فیصلہ صادر کرتے اور نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کرتے۔ اسی دور میں بعض تابعین نے ابواب فقہ کو جمع کیا۔ اور ہر ایک باب کیلئے ایک اصول مقرر کیا جسے انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ فقہ میں اہل حرمین سب سے زیادہ معتبر ہیں۔ اور ان کے مذہب کی اصل حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فتاوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فتاوے پر ہے۔ ان تابعیوں نے جس قدر اللہ نے توفیق بخشی فتووں کو جمع کیا اور پھر اس پر غور و فکر کیا اور جس پر علماء مدینہ کا اجماع ہوتا اُسے لے لیا اور اسی کو مرکز بنا لیا۔ نیز جن پر اختلاف ہوا اس میں سے اقوی کو لے لیا۔ اور اگر ان تمام میں جواب نہ ملا تو ایماء و اقتضاء کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا۔ اسی لئے ان لوگوں

کے درمیان ہر باب میں بہت سے مسائل پیش آئے بعض تابعین عبداللہ ابن مسعود اور ان کے تلامیذ کو مسائل فقہ میں فوقیت دیتے ہیں جیسا کہ علقمہ نے مسروق سے کہا "کیا مسائل فقہیہ کے جاننے والوں میں عبداللہ ابن مسعود سے زیادہ کوئی اثبت ہے۔ (یعنے کوئی نہیں ہے) امام اعظم نے فرمایا' ابراہیم نخعی سالم سے زیادہ افقہ ہیں۔ اگر صحبت کی فضیلت آڑے نہ آتی تو میں یہ کہتا کہ علقمہ عبداللہ ابن عمر سے زیادہ افضل ہیں۔ ان لوگوں کے مذہب کی اصل فتاوی عبداللہ ابن مسعود' قضایا علی' فتاوی قاضی شریح اور کوفہ کے دوسرے قاضیوں کے فتادے پہ ہے۔ ان فتادے میں سے جس قدر اللہ نے توفیق دی اسے محفوظ کرلیا۔

پھر ان لوگوں نے اسی طرح مرتب کیا جیسے کہ پہلے کے لوگوں نے کیا تھا۔ ان لوگوں نے بھی استنباط کیا' جس طرح کہ پہلے کے لوگوں نے استنباط کیا تھا۔ ان لوگوں کے اختلاف ہی کی وجہ سے ائمہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا۔ اس لئے کہ ائمہ کرام نے تابعیوں سے صفت وضو' صفت غسل' صفت صلوٰۃ صفت حج' اور نکاح و بیوع کے مسائل کو سنا شہر کے قاضیوں کے فتادے کو بھی اخذ کیا اور ان سے مسائل بھی دریافت کیا۔ اور خود ان ائمہ کرام نے بھی اجتہاد کیا۔ پھر یہی لوگ رہنما بنکر قوم کے سامنے ظاہر ہوے۔ ان لوگوں نے وہی روش' وہی انداز اختیار کیا' جو ان کے اسلاف یعنی تابعیوں نے اختیار کیا تھا۔ نیز اقتضاء و ایماء کی تلاش میں احساس علیل کو دخل نہیں ہونے دیا۔ اور حتی الامکان کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان میں سے بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیث مرسل' اور حدیث مسند سے دلیل اخذ کیا اور اقوال صحابہ و تابعین کو بھی لیا۔ اس لئے کہ ائمہ کرام کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اقوال صحابہ و تابعین یا تو رسول سے منقول شدہ احادیث ہیں اور صحابہ و تابعین نے اس کو اختصار کرکے موقوف بنا دیا ہے۔ یا پھر تو وہ مستنبط شدہ اقوال ہیں جنہیں منصوص سے استنباط کیا گیا ہے۔ اور یہی لوگ بعد کے لوگوں کا اعتبار کرتے ہوئے زیادہ جاننے والے اور ٹھیک ٹھیک سمجھنے والے اور زمانہ کا اعتبار کرتے ہوے قدیم بھی تھے۔ علم کے میدان میں بڑے ذی فہم اور دانشور تھے۔ نیز شمع رسالت سے بھی بالکل قریب تھے۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوگیا۔ مگر جب ان کے اقوال اور حضور کی احادیث کے درمیان ظاہراً اختلاف ہوا اور ایسے ہی جب حضور کی حدیث کسی ایک مسئلہ میں مختلف ہوجاتی تو قول صحابہ کی طرف رجوع کرتے' اور صحابہ کرام نے ان احادیث میں سے بعض کو نص قرار دیا اور بعض کو ان کے ظاہر سے ہٹا دیا یا صحابہ نے ان مختلف فیہ احادیث کی صراحت نہیں کی' لیکن وہ لوگ اس حدیث کے چھوڑنے پر متفق ہوگئے۔ اور جب ائمہ کرام نے صحابہ کی اتباع کیا تو ایسے ہی ایک مسئلہ میں ائمہ اور تابعین کے مذاہب مختلف ہوگئے۔

ہر عالم کے نزدیک یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اپنے شہر کے علماء و شیوخ کا مذہب ہی زیادہ قابل اعتبار ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ ان صحابہ و تابعین کے اقوال سے واقف ہیں جیسے حضرت عمر' عثمان' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہم اور ان کے تلامذہ جیسے حضرت سعید بن مسیب کے مذاہب اہل مدینہ کے نزدیک زیادہ معتبر ہیں۔ کیونکہ مدینہ ہر زمانے میں فقہائے کرام کا مرجع و ماویٰ رہا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مذکورۂ بالا صحابہ کے اقوال کو لازم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بہت مشہور بات ہے کہ امام مالک اجماع اہل مدینہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود اور ان کے تلامذہ کے فتاوے قاضی شریح کے فتاوے اہل کوفہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہیں۔ اگر علماء شہر کسی مسئلہ پر متفق ہو جاتے تو ائمہ کرام اس کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور اگر اختلاف ہوتا تو سب سے قوی اور راجح قول کو لے لیتے۔

پھر اللہ نے علماء کرام کے قلوب میں تدوین علوم کا جذبہ ڈال دیا۔ سب سے پہلے جنہوں نے علم حدیث کو مدون کیا، وہ امام مالک ہیں، مدینہ میں ابن جریج ہیں۔ مکہ میں اور ربیع بن صبیح بصرہ میں۔ سفیان ثوری کوفہ میں۔ اوزاعی شام میں۔ ہشیم واسط میں۔ معمر یمن میں۔ جریر بن عبدالحمید رَے میں۔ ابن مبارک خراسان میں۔ اور یہ کام تقریباً ۱۴۰ھ میں ہوا ہے۔ مسند حدیث کی تدوین دو صدی ہجری کے شروع میں ہوئی۔ اور سب سے پہلے جنہوں نے مدون کیا، وہ ہیں عبداللہ بن موسیٰ کوفہ میں۔ مسدد بصرہ میں۔ اسد بن موسیٰ اور نعیم بن حماد خزاعی مصر میں ان دونوں حضرات کی تقدیم میں اختلاف ہے۔

دارقطنی نے کہا پہلے نعیم ہیں اور خطیب نے کہا اسد بن موسیٰ پہلے ہیں۔ مدینہ کے راویوں سے جن لوگوں نے روایت حاصل کی ان میں امام مالک کا مقام ثقہ میں بہت بلند ہے۔ امام مالک فتاوی عمر فتاوی عبداللہ بن عمر فتاوی عائشہ اور فقہائے سبعہ کے اقوال سے زیادہ واقف تھے۔

امام اعظم نے ابراہیم نخعی اور ان کے زمانہ کے مذاہب کو قبول کیا مگر کبھی کبھی اس سے تجاوز بھی کر جاتے تھے۔ امام صاحب کے تلامذہ میں سب سے مشہور ابو یوسف تھے۔ ہارون رشید نے ان کو منصب قضاۃ سپرد کیا تھا۔ تصنیف کے میدان میں امام صاحب کے شاگرد امام محمد ابن الحسن شیبانی سب سے زیادہ مشہور رہے۔ انہوں نے امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے علم فقہ حاصل کیا اور مدینہ جاکر امام مالک رحمۃ اللہ سے موطا پڑھا۔ پھر خود اپنے نفس کی طرف رجوع کر لیا اور اپنے اصحاب کے مذہب کو موطا پر تطبیق دی۔ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی امام اعظم کی طرح حتی الامکان ابراہیم نخعی کے مذہب کی اتباع کرتے تھے۔ ان تینوں کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا بھی تو بہت ہلکا۔ امام محمد نے کتاب تحریر کیا اور اس میں ابراہیم نخعی، امام اعظم اور امام ابو یوسف کے مذاہب کو جمع کیا۔ اس کے بعد امام اعظم کے تلامذہ نے امام محمد کی تصنیف کو اپنا مرکز بنایا۔ کسی نے اس کی تلخیص کی۔ کسی نے تقریب کیا اور اس سے دلائل اخذ کیا۔ ان تمام اسباب کی بنیاد پر اس کا نام مذہب ابوحنیفہ رکھا گیا۔

مذہب امام مالک اور مذہب ابوحنیفہ کے ظہور کے آغاز ہی میں حضرت امام شافعی اس میدان میں تشریف لائے اور چند ایسے امور ان کی نظر میں آئے جسے ان کی طبیعت نے پسند نہیں کیا۔ تو انہوں نے مختلفات کو جمع کرنے کا ایک اصول بنایا اور اسے کتاب کی شکل دے دی اور اسی کتاب

کو اصول فقہ کی پہلی کتاب ہونے کا درجہ ملا۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ صحابہ و تابعین کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر مسئلہ کو کتاب و سنت میں تلاش کرتے۔ اگر کوئی مسئلہ اس میں نہ ملتا تو اجتہاد کرکے اس کا فیصلہ کر دیتے۔ پھر اجتہاد کے بعد بھی کوئی حدیث اس مسئلہ کے متعلق مل جاتی تو اجتہاد کو ترک کرکے حدیث پر عمل کرتے۔ امام شافعی نے از سر نو اصول فقہ کی تدوین کا بیڑہ اٹھایا اور اصول فقہ کی بنیاد ڈالی۔ فروع کی تفریع کی۔ اور کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے نہایت ہی لائق تحسین کام کیا۔ تو تم مسلم کو اس سے بہت فائدہ پہونچا۔ اسی پر علماء و فقہا جمع ہو گئے۔ بعض نے ان کی تصنیف کو مختصر کیا۔ بعض نے اس کی شرح لکھی۔ بعض نے اس سے دلیل حاصل کیا اور دوسرے شہروں میں اقامت اختیار کی۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہو گیا۔

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا بھی مذہب روح اسلام سے الگ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جب کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں تو شریعت کی ہمیں تین قسم ملتی ہے۔ اول وہ ہے جسے وحی نے بیان کیا۔ مثل اس حدیث کے کہ "جو نسب سے حرام ہو جاتا ہے" وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے"۔ اور یہ قرآن کے مثل ہے جس طرح کہ قرآن کے ساتھ عدم مخالفت پر اجماع ہے۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے۔

ثانی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ حلال کر دیا ہے کہ وہ اپنی امت کی ہدایت کے واسطے جس چیز کو چاہیں سنت بنا دیں۔ مثلاً ایک بار حضور نے فرمایا لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا یہ جملہ حضور کی زبان مبارک سے اس وقت نکلا ہے جبکہ ایک سائل نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا حج ہم پر ہر سال فرض ہے ؟ حضور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا "اگر میں ہاں کہہ دوں تو ضرور فرض ہو جائے گا اور تم لوگ اسکی استطاعت نہیں رکھتے" حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم حتی الامکان امت کے لئے سہولت و آسانیاں مہیا فرماتے تھے۔ کثرت سوال سے بھی منع فرماتے اور یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ جب میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں تو تم بھی مجھے چھوڑ دو۔ یعنی ارشاد یہ فرماتے تھے کہ جب کسی مسئلہ کا میں تمہیں حکم نہیں دیتا تو تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو۔ حضور نے اگر چند چیزوں سے سکوت ... فرمایا' تو یہ بھی امت کی آسانی و سہولت کے لئے تھا۔ اس لئے کہ آپ کائنات کے لئے رحمت بن کر مبعوث کئے گئے اور حضور کا سکوت فرمانا قصداً و عمداً تھا نہ کہ غفلت و نسیان کی وجہ سے۔

ثالث وہ ہے کہ شارع نے اسے امت کے لئے فضیلۃ بنایا۔ اگر اس پر عمل ہو تو ثواب ہے۔ ورنہ ترک میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات بھی معلوم ہوی کہ جس طرح سنت رسول مجملات قرآن کا بیان ہے۔ اسی طرح صحابہ و تابعین' ائمہ مجتہدین اور ان کے متبعین کے اقوال سنت کے مجملات کا بیان ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ائمہ کے اقوال کا شریعت سے باہر ہونا محال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ کے مذاہب کی بنیاد شریعت مطہرہ پر

ہے اور ہر ایک ائمہ کے اندر اپنے مذہب پر دلیل قائم کرنے کا ملکہ موجود ہے۔ پھر جو فرد بشر ان واضح تشریحات کے باوجود منازعت کرے وہ یقیناً ائمۂ کرام کے مقام سے ناآشنا ہے۔ قسم وحدہٗ لاشریک کی' وہ لوگ شریعت وحقیقت سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ نہ کہ جیسا بعض جہلاء گمان کرتے ہیں۔ کیونکہ مجتہدین کے تمام اقوال انوارِ شریعت سے روشن ہیں۔ اور کیسے ہوسکتا ہے' ان کے مذاہب میں کوئی مسئلہ شریعت سے خارج ہو جبکہ وہ لوگ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ سے اپنے مذہب کے مواد پر خوب واقف ہیں۔ اگر ائمہ کرام اور صحابۂ عظام کے درمیان اختلاف رونما نہ ہوتا تو ہمارے لئے عمل کی زمین تنگ ہو جاتی۔ حالانکہ وہ کشادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اختلاف ہی میں ہماری بھلائی و بہتری ہے —— اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ' حضرت امام مالک حضرت امام شافعی' حضرت امام حنبل میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس دور میں انہیں کے مذاہب مدوّن ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسرے ائمہ بھی حق پر تھے اور امت کی ہدایت کیلئے رسول کے نائب تھے۔ ان ائمہ اربعہ کے بعد سے مجتہد مطلق کا مرتبہ ختم ہو چکا۔ اسی لئے علماء کرام نے انہیں چار میں سے کسی ایک پر تقلید کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ شریعت بغیر نقل واستنباط کے پہچانی نہیں جاسکتی اور نقل کے لئے ضروری ہے کہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے کے طبقہ سے اتصال کے ساتھ اخذ کرے۔ اور استنباط کے لئے متقدمین کے مذاہب کو پہچاننا لازمی ولابدی ہے۔ جب تاویل سلف پر اعتماد متعین ہو گیا تو ان کے اقوال کا صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہونا اور کتب مشہورہ میں مدون ہونا ضروری ہے ورنہ اعتماد ہی صحیح نہ ہوگا۔ اور اس دور میں سوائے ان چاروں مذاہب کے کوئی اور مذہب باقی نہیں ہے۔

مطلق مرتبۂ اجتہاد ایک بہت اہم اور اونچا مقام ہے۔ اس مقام کو وہی حاصل کرسکتا ہے جس کو اللہ کا فضل ملجائے۔ کیونکہ مجتہد وہ ہوتا ہے جس کے اندر یہ ملکہ ہو کہ وہ ہر شرعی فرعی حکم کو اس کی دلیل سے استنباط کرسکے اور اس کی شرط یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں اس کا علم بالکل حاوی ہو یعنی معنیٰ لغویہ جیسے مفردات' مرکبات اور اس کے خواص کے بارے میں بھی پورا پورا علم ہو۔ اس کے شرعی معنی سے بھی واقف ہو جیسے کہ احکام میں اثر کرنے والے معانی۔ اس کے وجوہ سے بھی آشنا ہو مثلاً خاص' عام' مشترک' مؤول' ظاہر' نص' مفسر محکم' خفی' مشکل' مجمل' متشابہ' حقیقت' مجاز' صریح' کنایہ امر' نہی' ناسخ' منسوخ' قیاس کو مختلف طُرق کے ساتھ اس کے وجوہ سے بھی واقف ہو۔ مجتہد کا مقصد ومنشاء اجتہاد سے احکام کی معرفت اور اس کا سکھانا ہو نہ کہ تعصب عناد شہرت وناموری اور مکر وفریب ہو۔ مجتہد کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحب ورع ہو۔ اس کو اللہ کا ڈر اور خوف ہو' کیونکہ مجتہد شریعت کا امین ہوتا ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کے طرق واقسام کا بھی سمجھنے والا ہو' جیسا کہ کتاب کی معرفت کے شرائط میں گذرا۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اے منکرین تقلید! تمہارے لئے مرتبۂ قصوی ہی کہاں ہے کہ مرتبۂ علیا سمجھا جائے۔ تم چھوٹی سی فکر پہ غرور نہ کرو۔ اور ایسی سمجھ ایسا تدبر جو خسران کی طرف لے جائے اس پہ نہ اتراؤ۔ ورنہ تمہارا بھی حال ویسا ہی ہوگا جیسا کہ لومڑی کا شیر کے ساتھ ہوا۔

اس پر نہ اکڑو کہ تم نے مرتبۂ اجتہاد کو پالیا ہے اس لئے ائمہ مجتہدین کی تقلید سے آزاد ہو۔ بتاؤ تمہیں مرتبۂ اجتہاد کی سہولت کب ملی ہے۔ فروع میں کب مجتہد بن گئے۔ ہر فنون پر ملکہ تمہیں کب حاصل ہوگیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ سوائے امام محمد طبری کسی اور نے مرتبۂ اجتہاد کا دعویٰ ان چاروں کے بعد کیا ہے لیکن علماء نے امام محمد طبری کے اس دعوی کو ٹھکرا دیا۔ اگر کسی نے مطلق اجتہاد کا دعوے کیا تو اسکی مراد یہی ہے کہ اپنے امام کے مقرر کردہ قوانین کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا۔ جیسا کہ امام مالک کے مذہب میں ابن القاسم اور اصبغ نے مطلق اجتہاد کا دعویٰ تو کیا مگر اپنے امام کے مذہب کے قوانین کے اندر رہ کر۔ امام اعظم کے ساتھ امام محمد اور ابو یوسف نے امام شافعی کے ساتھ مزنی اور ربیع نے بھی دعوی مطابق اجتہاد کا کیا مگر اپنے اپنے امام کے قوانین کی روشنی میں۔

ہم نہیں جانتے کہ ان چاروں کے بعد کوئی احکام کو کتاب وسنت سے استنباط کرنے کی از سر نو طاقت رکھتا ہو۔ اگر کوئی اس کا دعویٰ کرتا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایک بھی مسئلہ ایسا اخذ کرے جو اس سے پہلے کے ائمہ نے اخذ نہیں کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ اللہ کی قدرت بہت وسیع ہے، خصوصاً قرآن نفس الامر میں اپنے معانی واحکام کے اعتبار سے کوئی حد نہیں رکھتا۔ لیکن ہم نے آجتک یہ نہیں سُنا کہ ان ائمہ اربعہ کے بعد کسی نے اس مرتبہ کو حاصل کیا۔

ائمہ کرام اس مرتبۂ علیا کے پالینے کے باوجود اپنے تلامذہ سے تاکید کرتے تھے کہ کتاب وسنت کے ظاہر پر عمل کرو۔ اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہمارے اقوال کتاب یا سنت کے مخالف ہوں تو انہیں چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل کرو۔ ان ائمہ کرام کا یہ کہنا احتیاطاً تھا۔ شریعت کبریٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب واحترام کی وجہ سے تھا۔ اور ان کا یہی فرمان ان کے کمال ورع وکمالِ خشوع پر دلالت کرتا ہے اور کمال خوف کی علامت ونشانی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر اپنے انوار و تجلیات کی بارش برسائے آمین! کیونکہ ان لوگوں کا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے اور من جانب اللہ ان لوگوں کے لئے وسعت تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا انکار نہ کرو' کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار' انکار صحابہ ہے' اور انکار صحابہ انکار رسول ہے' اور انکار رسول انکار نص ہے۔ (خدا اس تصور سے بھی محفوظ رکھے) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" کم فہمی اور نادانی کی وجہ سے منکر کیوں بنتے ہو؟ تمہارے فہم وادراک کی وقعت ہی کیا ہے۔ اگر اس کا موازنہ کیا جائے تو گر دراہ ثابت ہوگی۔ "والسابقون السابقون اولئك المقربون" معلوم ہوا کہ جو تحقیق کی قوت سے محروم ہے اس کیلئے تقلید ہی میں نجات ہے۔ اگر تمہاری آنکھوں نے چاند نہیں دیکھا چاند تمہاری نظروں سے روپوش رہا تو جنہوں نے دیکھا ہے انکی بات تسلیم کرلو۔ اللّٰھم اجعلنا من المتقلدین المقلدین الفائزین المتقین والحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخزن السلاسل

ترجمہ از
افضل العلماء مولوی ابوالمکارم
سید مصطفیٰ حسین بخاری
قادری کڈپوی فاضل لطیفیہ

جنرل سکریٹری انجمن
دائرۃ المعارف مکان،
حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

پانچویں قسط ۵

تصنیفِ انیف

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہٗ العزیز

ناظرینِ اللطیف کے لئے یہ مخزن السلاسل محتاجِ تعارف کتاب نہیں، کیونکہ یہ سالنامہ اللطیف میں مسلسل چار سال سے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوتی آرہی ہے۔ اب اسکی پانچویں قسط ترجمہ کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ جو بخاریہ کے چھ۶ اور سہروردیہ کے اٹھائیس۲۸ سلاسل پر مشتمل ہے۔

صاحب کتاب حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن ثانی قادری بیجاپوری قدس سرہ العزیز نے ایک سوا کانوے سلاسل میں جہاں اپنے ہمشیر زادہ سید شاہ کریم اللہ قادری قدس سرہٗ کو اجازت وخلافت سے سرفراز کیا تھا وہیں اپنے نبیسہ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری قدس سرہٗ کو بھی نوازا جو خانوادۂ اقطاب ویلور قدس سرہم کے پہلے بزرگ ہوتے ہیں۔ الحمدللہ مذکورہ ایکسوا کانوے سلاسل میں اجازت وخلافت کا سلسلہ ہنوز آپ کی اولاد امجاد میں جاری ہے — تقدس مآب مرشدنا اعلحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز اور آپ کے دونوں برادرانِ عزیز فضیلت مآب حضرت مولانا ابوصالح عمادالدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی — عزت مآب حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کو اسمیں اجازت وخلافت حاصل ہے۔

ابوالمکارم بخاری

اما الخرقة البخارية فستة

احدها البسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد على محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم۔ وهو من السيد حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور، وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد راجوؒ وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابى محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من ابيه السيد ناصر الدين محمود وهو من ابيه الشيخ العارف صاحب المعارف قطب اقطاب العلمين السيد جلال الحق والشرع والدين ابى عبد الله الحسين الحسينى البخارى مخدوم جهانيان وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد حسين البخارى وهو من ابيه ابى المؤيد السيد على وهو من ابيه السيد جعفر وهو من شمس الائمة السيد محمد وهو من ابيه ناصر الدين السيّد محمود البخارى وهو من ابيه السيد احمد وهو من السيد عبد الله وهو من ابيه السيد على الاشقر وهو من ابيه المرتضى الاعظم السيّد جعفر وهو من ابيه الامام على الهادى وهو من ابيه

خرقہائے بخاریہ چھ ہیں

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید حسن، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجوؒ سے، وہ اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ اپنے والد سید ناصر الدین محمود سے، وہ اپنے والد الشیخ عارف صاحب معارف قطب الاقطاب عالمین سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے آپ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید حسین بخاری سے وہ اپنے والد ابو المؤید سید علی سے وہ اپنے والد سید جعفر سے وہ شمس الائمہ سید محمد سے وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود بخاری سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ سید عبد اللہ سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے، وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد

ے بادشاہ کو کہتے ہیں۔

الامام محمد تقی الجواد. وھو من ابیہ الامام علی موسیٰ رضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر صادق وھو من ابیہ الامام محمد باقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

امام محمد تقی جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانية لبسها الفقير شاه ابو الحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد الحسن وهو من السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من اخ جده السيد صدر الدين ابی الفضل محمد وهو من ابيه الشيخ العارف صاحب المعارف قطب الاقطاب العالمين السيد جلال الحق والشرع والدين الحسين الحسينی البخاری مخدوم جهانيان وهو من عمه صدر الدين محمد البخاری وهو من ابيه جلال الدين الحسين البخاری وهو من ابيه ابی المؤيد السيد علی وهو من ابيه السيد جعفر وهو من ابيه شمس الائمه السيد محمد وهو من ابيه ناصر الدين محمود البخاری وهو من ابيه السيد احمد وهو من ابيه السيد عبد الله وهو من السيد علی الاشقر وهو من ابيه المرتضی الاعظم السيد جعفر

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے وہ سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد بن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد عبداللہ المشہور بہ قطب العالم سے، وہ اپنے دادا کے بھائی سید صدرالدین ابوالفضل محمد سے وہ اپنے والد شیخ عارف صاحب معارف، قطب اقطاب عالمین سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، آپ اپنے چچا صدرالدین محمد بخاری سے وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین بخاری سے، وہ اپنے والد ابوالمؤید سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد ناصرالدین محمود بخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے

وھو من ابیہ الامام علی الھادی وھو من ابیہ الامام محمد الجواد وھو من ابیہ الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذوالنور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہدا و محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے، آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے، آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے، اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالث لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن

من ابن عم امه السیّد نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من اخیه شمس الدین السید حامد وهو من جدہ الشیخ العارف صاحب المعارف قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو من عمه السید اوحد الدین وهو من ابیه جلال الدین الحسین البخاری وهو من ابیه ابی المؤید السید علی وهو من ابیه السید جعفر وهو من ابیه شمس الائمه السید محمد وهو من ابیه ناصر الدین السید محمود البخاری وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید

تیسرا خرقہ جسکو فقیر ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سیّد علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین، ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے بھائی شمس الدین سید حامد سے وہ اپنے دادا شیخ عارف صاحب معارف قطب اقطاب عالمین سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، آپ اپنے چچا سید اوحد الدین سے، وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین بخاری سے، وہ اپنے والد ابو المؤید سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود بخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ

عبداللہ وھو من ابیه السید علی الاشقر وھو من ابیه المرتضی الاعظم السید جعفر وھو من ابیه الامام علی الهادی وھو من ابیه الامام محمد الجواد وھو من ابیه الامام علی موسی الرضا وھو من ابیه الامام موسی الکاظم وھو من ابیه الامام جعفر الصادق وھو من ابیه الامام محمد الباقر وھو من ابیه الامام علی زین العابدین وھو من ابیه اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیآء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیه اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھهٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیه وعلی اٰله واصحابه وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور الله وهو
من ابیه السید علی محمد وهو من
السید محمد وهو من ابیه السید جلال
ماہ عالم وهو من السید شبیر محمد بن احمد
وهو من جده السید عرب شاہ وهو من
ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه
السید محمد بن عبدالله الملقب بشاہ عالم
من عبدالله وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبدالله المشهور بقطب العالم
وهو من الشیخ احمد کهتو وهو من الشیخ
العارف صاحب المعارف قطب اقطاب العالمین
السید جلال الحق والشرع والدین الحسین
الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو
من ابیه السید احمد وهو من ابیه جلال
الدین السید حسین البخاری وهو
من ابیه السید جعفر وهو من ابیه
شمس الائمه السید محمد وهو من ابیه
ناصر الدین محمود البخاری وهو من ابیه
السید احمد وهو من ابیه السید عبدالله
وهو من ابیه السید علی الاشقر وهو
من ابیه المرتضی الاعظم السید

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ سید شبیر محمد ابن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے
والد سید محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی
سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے
وہ شیخ احمد کھتو سے، وہ شیخ عارف صاحب
معارف قطب اقطاب عالمین سید
جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم
جہانیاں سے آپ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین
بخاری سے، وہ اپنے والد سید جعفر
سے وہ اپنے والد شمس الائمہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین
محمود بخاری سے، وہ اپنے والد
سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبداللہ
سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے،
وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر

جعفر وھو من ابیہ الامام علی
الھادی وھو من ابیہ الامام
محمد تقی الجواد وھو من ابیہ
الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ
الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ
الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من
ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ
وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ
الروح الامین۔

سے، وہ اپنے والد امام علی ہادی سے،
وہ اپنے والد امام محمد تقی جواد
سے، وہ اپنے والد علی موسیٰ رضا
سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ
کاظم سے، وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے، وہ اپنے
والد امام محمد باقر سے، وہ
اپنے والد امام علی زین العابدین سے
وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب
خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین
سے، آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ
پہنا ہے۔

الخامسۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد ابن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من السید محمود الشیرازی وھو من الشیخ العارف صاحب المعارف قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیان وھو من عمہ صدر الدین السید محمد البخاری وھو من ابیہ السید جلال الدین الحسین البخاری وھو من ابیہ ابی المؤید السید علی وھو من ابیہ السید جعفر وھو من ابیہ شمس الائمہ السید محمد وھو من ابیہ ناصر الدین السید محمود البخاری وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید عبد اللہ وھو من

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین، ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ سید محمود شیرازی سے، وہ شیخ عارف صاحب معارف قطب اقطاب عالمین سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے آپ اپنے چچا صدر الدین سید محمد بخاری سے، وہ اپنے والد سید جلال الدین حسین بخاری سے، وہ اپنے والد ابو المؤید سید علی سے، وہ اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود البخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ سے، وہ

ابیه السید علی الاشقر وهو من ابیه
المرتضی الاعظم السید جعفر وهو
من ابیه الامام علی الهادی وهو من
ابیه الامام محمد الجواد وهو من ابیه
الامام علی موسی الرضا وهو من ابیه
الامام موسی الکاظم وهو من ابیه الامام
جعفر الصادق وهو من ابیه الامام
محمد الباقر وهو من ابیه الامام
زین العابدین وهو من ابیه اشرف
الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد الله الحسین وهو
من ابیه اسد الله الغالب امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمدن الامین صلی
الله علیه وعلی آله واصحابه وسلم
وهو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین۔

اپنے والد سید علی اشقر سے، وہ اپنے
والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے، وہ
اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے
والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد
امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد
موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد
باقر سے، وہ اپنے والد امام
زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف
شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو
عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے، اور آپ
نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السّادسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السّید نوراللہ وھو من
ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد
وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم
وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو
من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیه السید
محمد زاھد وھو من اخیه السید محمد
بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ
وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد
عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من
ابی الفتوح محمد بن عبداللہ الشیرازی
وھو من شرف الدین السید حسین المشھدی
وھو من الشیخ العارف صاحب المعارف
قطب الاقطاب العالمین السید جلال الحق
والشرع والدین الحسین الحسینی البخاری
مخدوم جھانیاں وھو من ابیه کبیر الدین
السید احمد وعمه صدرالدین السید محمد
واوحد الدین السید محمود وھم من
والدھم جلال الدین السید حسین البخاری وھو
من ابیه ابی المؤید السید علی وھو من ابیه
السید جعفر وھو من ابیه شمس الائمه
السید محمد وھو من ابیه ناصر الدین محمود

چھٹا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے
دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد
سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی سید
محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے
وہ اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ ابوالفتوح
محمد ابن عبداللہ شیرازی سے
وہ شرف الدین سید حسین مشہدی سے
وہ شیخ عارف صاحب معارف قطب
الاقطاب عالمین سید جلال الدین
حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیان
سے، آپ اپنے والد کبیر الدین سید احمد
، اپنے چچا صدر الدین سید محمد اور
اوحد الدین سید محمود سے، آپ تمام
اپنے والد جلال الدین سید حسین بخاری سے
وہ اپنے والد ابوالمؤید سید علی سے، وہ
اپنے والد سید جعفر سے، وہ اپنے والد
شمس الائمہ سید محمد سے، وہ اپنے والد

البخاری وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید عبد اللہ وھو من ابیہ السید علی الاشقر وھو من ابیہ المرتضیٰ الاعظم السید جعفر وھو من ابیہ الامام علی الھادی وھو من ابیہ الامام محمد الجواد وھو من ابیہ الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیّین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدؐ الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

ناصر الدین محمود بخاری سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید عبد اللہ سے، وہ اپنے والد سید علی اشقر سے وہ اپنے والد مرتضیٰ اعظم سید جعفر سے وہ اپنے والد امام علی ہادی سے، وہ اپنے والد امام محمد جواد سے، وہ اپنے والد امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء، محبوب خیر الانبیاء، امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلے آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

اما الخرقة السهروردية فثمانية وعشرون[۲۸]

احدها لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من خالہ السید اسمٰعیل بن السید میران وھو من ابیہ السید میران وھو من السید عبد اللہ وھو من ابیہ السید وجیہ الدین حیدر علی الثانی وھو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایۃ اللہ سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ رکن الدین جونپوری وھو من الشیخ بابو تاج الدین البخاری وھو من ابی عبد اللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم جہانیان وھو من جلال السید حسین البرکی وھو من الشیخ صدر الدین ابی الفضل وھو من الشیخ ابی البرکات بہاؤ الدین ذکریا وھو من الشیخ شھاب الدین السھروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین ابی حفص عمر

خرقہائے سہروردیہ اٹھائیس[۲۸] ہیں

پہلا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید میراں سے، وہ اپنے سید عبد اللہ وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ رکن الدین جونپوری سے، وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری سے، وہ ابو عبد اللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیان سے وہ جلال سید حسین برکی سے، وہ شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، وہ شیخ ابو البرکات بہاؤ الدین ذکریا سے، وہ شیخ شہاب الدین، سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص

السہروردی وھومن ابیہ محمد بن عبداللہ المعروف بِعَمّوِیَہْ ومن احمد الاسود الدینوری وھومن ممشاد علو الدینوری وھومن سید الطائفۃ ابوالقاسم الجنید البغدادی وھومن خالہ السر السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطائی وھومن حبیب العجمی وھومن الحسن البصری وھومن اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد ابن عبداللہ المعروف بہ عَمّوِیہ اور احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو الدینوری سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلے آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبد الغفور وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد ابن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من ابیه ناصر الدین السید محمود وھو من ابیه السید جلال الدین ابی عبداللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان وھو من ابیه کبیر الدین السید احمد وھو من ابیه جلال الدین الحسین الحسینی البخاری وھو من الشیخ بھاؤالدین ابی محمد ذکریا الاسدی القرلشی وھو من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ عمر البکری السھروردی وھو من عمه شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوة العظام ضیاؤالدین الشیخ ابی النجیب

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بشاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے والد ناصر الدین سید محمود سے، وہ اپنے والد سید جلال الدین ابو عبداللہ الحسین الحسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ اپنے والد کبیر الدین سید احمد سے، وہ اپنے والد جلال الدین حسین حسینی بخاری سے، وہ شیخ بہاؤالدین ابومحمد ذکریا اسدی قریشی سے، وہ شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام، مربی انام، مرشدِ کرام، قدوۂ عظام ضیاؤالدین شیخ ابوالنجیب

السهروردی وهو من ابیه محمد
بن عبد الله المعروف بعمویه وهو من
احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد
علو الدینوری وهو من سید الطائفة
ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله
السری سقطی وهو من معروف الکرخی
وهو من الامام علی موسی الرضاء وهو
من ابیه الامام موسی الکاظم وهو
من ابیه الامام جعفر الصادق وهو من
ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه
الامام علی زین العابدین وهو من ابیه
اشرف الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد الله الحسین وهو من ابیه
اسد الله الغالب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین ،
شفیع المذنبین محمّد ن الامین
صلی الله علیه وعلی اٰله واصحابه وسلم
وهو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین۔

سہروردی سے ، وہ اپنے والد محمد
بن عبد اللہ المعروف بہ عمّویہ سے اور ،
احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد
علو الدینوری سے وہ سید الطائفہ ابو
القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے
ماموں سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے
والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے ، وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے ، وہ اپنے والد اشرف
شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ ،
الغالب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمّد امین صلے
اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے
اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة لبسها الفقير شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد حسن وهو من ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد احمد [illegible] من ابيه السيد راجو وهو من ابيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم و هو من اخ جده السيد صدر الدين ابی الفضل محمد بن احمد بن الحسين الحسينی البخاری وهو من اخيه السيد جلال الدين الحسين الحسينی البخاری المخدوم جهانيان وهو من ابی الفتح ركن الدين ثلث مراة فی اليقظة ومرتين فی المنام ووجد كلتيهما علی الرأس بعد ما استيقظ وهو من ابيه صدر الدين ابی الفضل وهو من ابيه الشيخ بهاؤ الدين ابی محمد ذكريا الاسدی القرشی وهو من الشيخ شهاب الدين ابی عبد الله عمر البكری السهروردی وهو من عمه شيخ

تیسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے دادا کے بھائی سید صدرالدین ابوالفضل محمد بن احمد ابن حسین حسینی بخاری سے، وہ اپنے بھائی سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، آپ نے ابوالفتح رکن الدین سے (بیداری میں تین مرتبہ اور خواب میں دو مرتبہ حاصل کیا۔ بیداری کے بعد آپ نے دونوں خرقوں کو سر پہ پایا) وہ اپنے والد صدرالدین ابوالفضل سے، وہ اپنے والد شیخ بہاؤالدین ابومحمد ذکریا اسدی قرشی سے وہ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ

الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاءُ الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین ابی حفص عمر السھروردی وھو من ابیہ محمد عبد اللہ المعروف بعمویہ وھو من احمد الاسود الدینوری وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاءُ الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابوحفص عمر سہروردی سے، وہ اپنے والد محمد عبد اللہ المعروف بہ عمویہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے وہ ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من شمس الدین حسین البخاری وھو من جدہ السید جلال الدین ابی عبداللہ الحسین البخاری مخدوم جہانیاں وھو من السید جلال الدین الحسین البرکی وھو من ابی الفتح رکن الدین وھو من ابیہ صدر الدین ابی الفضل وھو من الشیخ بہاؤالدین ابی محمد ذکریا الاسدی القرلیشی وھو من الشیخ شہاب الدین ابی عبداللہ البکری وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی وھو من عمہ

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے۔ وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برھان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شمس الدین حسین بخاری سے، وہ اپنے دادا سید جلال الدین ابو عبداللہ حسین بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ سید جلال الدین حسین برکی سے وہ ابوالفتح رکن الدین سے، وہ اپنے والد صدر الدین ابوالفضل سے، وہ شیخ بہاؤ الدین ابو محمد ذکریا اسدی قریشی سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ البکری سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤالدین شیخ ابوالنجیب سہروردی سے آپ اپنے

وجیہ الدین ابی حفص عمر السہروردی
وھو من الشیخ الاخی فرح الزنجانی وھو من
ابی العباس النہاوندی وھو من ابی
عبداللہ من خفیف وھو من ابی محمد
بن رویم وھو من سید الطائفہ ابو
القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ
السری السقطی وھو من معروف الکرخی
وھو من الامام علی موسی الرضاء وھو
من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو
من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من
ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ
الامام زین العابدین وھو من ابیہ
اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبداللہ حسین وھو من
ابیہ اسداللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے
وہ شیخ اخی فرح زنجانی سے وہ ابو
العباس نہاوندی سے وہ ابوعبداللہ ابن خفیف
سے وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام
علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد
امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد
امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام
علی زین العابدین سے وہ اپنے والد
اشرف شہداء و محبوب خیر الانبیاء امام
ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد،
اسداللہ الغالب امیر المؤمنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ
علیہ و علے آلہ و اصحابہ وسلم
سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح
امین خرقہ پہنا ہے۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبد الغفور وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من السید شرف الدین الحسینی المشھدی وھو من السید جلال الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان وھو من الشیخ امام(۱) الدین الکازرونی وھو من اخیه الشیخ امین(۲) الدین وھو من عمه الشیخ اوحد(۳) الدین عبد اللہ بن مسعود البلیانی وھو من الشیخ اصیل الدین ابی الحسن بن محمد الشیرازی وھو من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد بن مفضل بن ابی القاسم الخصیب السحاسی الابھری وھو من الشیخ قطب الدین ابی الرشید احمد بن محمد بن الحصی الابھری

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ سید شرف الدین حسینی مشہدی سے، وہ سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیان سے وہ شیخ امام الدین گازرونی سے، وہ اپنے بھائی شیخ امین الدین سے، وہ اپنے چچا شیخ اوحد الدین عبد اللہ ابن مسعود بلیانی سے، وہ شیخ اصیل الدین ابو الحسن ابن محمد شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین ابو الغنائم محمد ابن مفضل ابن ابو القاسم خصیب السحاسی ابہری سے وہ شیخ قطب الدین ابو الرشید احمد بن محمد ابن حصی الابہری

(۱) قوام الدین (۲) قوام الدین (۳) وھو من الشیخ (۴) الشیخ ضیاء الدین

وھو من الشیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین ابی حفص عمر السھروردی وھو من الشیخ اخی فرح الزنجانی وھو من ابی العباس النھاوندی وھو من ابی عبد اللہ بن خفیف وھو من ابی محمد بن رویم وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطای وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤالدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ اپنے بچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے وہ شیخ اخی فرح الزنجانی سے وہ ابو العباس نہاوندی سے، وہ ابو عبداللہ ابن خفیف سے، وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السادسة لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيّد نور الله وهو من
ابيه السيد علی محمّد وهو من السيّد
محمد وهو من ابيه جلال ماه عالم و
هو من السيّد شير محمد بن احمد وهو
من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه
السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد
محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عند الله وهو من ابيه السيد برهان
الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب
العالم وهو من السيد محمود الشيرازی
وهو من السيد جلال الدين ابی عبد الله
الحسين الحسينی البخاری مخدوم جهانيان
وهو من الشيخ شرف الدين محمود شاه
بن حسن التلنسری الساکن شوکارة بلدة
من بلاد فارس والسيد المشهور المذکور
قد وصل سنة ثمان واربعين وسبعمائة
الی هذا الشيخ العظيم وقراء عليه العوارف
بتمامه وهو کان حينئذ ابن مائة
واثنتين وثلثين سنة وهو من الشيخ
شهاب الدين ابی عبد الله عمر البکری
السهروردی وهو من عمه شيخ الاسلام

چھٹا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن اپنی والدہ
کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے،
وہ سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے
دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید
محمد زاہد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد
ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ
اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبد اللہ المشہور بقطب عالم سے وہ
سید محمود شیرازی سے وہ سید
جلال الدین ابو عبد اللہ حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ
شیخ شرف الدین محمود شاہ ابن حسن
تلنسری ساکن شوکارہ (جو بلاد فارس
کا ایک شہر ہے) سے (سید مشہور یعنے
مخدوم جہانیاں ۷۴۸ھ شیخ عظیم کی خدمت میں
پہنچے اور پوری عوارف کو آپکے سامنے پڑھا۔ اس
وقت آپ کی عمر شریف ایکسو بتیس ۱۳۲ سال تھی)
وہ شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ عمر
البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا
شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام

مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ
العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب
السھروردی وھو من عمہ وجیہ
الدین ابی حفص عمر السھروردی
وھو من ابیہ محمد بن عبد اللہ
المعروف بالعَمُّوَیْہ وھو من احمد
الاسود الدینوری وھو من ممشاد
علو الدینوری وھو من سید الطائفۃ
ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من
(خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من)
الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ
الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من الامام محمد
الباقر وھو من ابیہ علی زین العابدین
وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب
خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین و
ھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلٰی الہٖ واصحبہٖ وسلم وھو من المنوی
النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

قدوۂ عظام ضیاءُ الدین شیخ ابو
النجیب سہروردی سے، وہ
اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص
عمر سہروردی سے، وہ اپنے
والد محمد بن عبد اللہ المعروف
بہ عَمّوُیَہ سے، وہ احمد الاسود
دینوری سے، وہ ممشاد علو
دینوری سے، وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام
موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ
امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر
الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ
اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ
آلہٖ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من السید سکندر بن مسعود وھو من السید جلال الدین ابی عبداللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم جھانیان وھو من الشیخ الصالح البربری وھو من الشیخ الفقیہ البصال العدلی وھو من الشیخ رشید الدین البغدادی وھو من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ عمر البکری السھروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السھروردی و ھو من عمہ وجیہ الدین ابی حفص

ساتواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شبیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد محمد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ سید سکندر ابن مسعود سے، وہ سید جلال الدین ابو عبداللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے، وہ شیخ صالح بربری سے، وہ شیخ فقیہہ بصال عدلی سے، وہ شیخ رشید الدین بغدادی سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ ابو النجیب سہروردی سے، وہ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی

عمر السهروردی وهو من ابیه محمد بن عبد الله المعروف بعمّوَیه وهو من احمد الاسود الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفه ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجههٗ و هو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله و اصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

سے وہ اپنے والد محمد ابن عبد اللہ المعروف بہ عمّوَیہ سے، وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم الجنید البغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة لبسها الفقير شاه ابو الحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
السيد علی محمد وهو من السيد محمد
وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو
من السيد شير محمد بن احمد وهو من
جده السيد عرب شاه وهو من اخيه السيد
محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من
عبد الله وهو من ابيه السيد برهان الدين
ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشيخ تاج الدين البهكری وهو من
السيد جلال الدين الحسين الحسينی البخاری
مخدوم جهانيان وهو من الشيخ الصالح
البربری وهو من الشيخ الفقيه البصال
العدلی وهو من رشيد الدين البغدادی
وهو من الشيخ شهاب الدين ابی عبد الله
عمر البكری السهروردی وهو من شيخ
الاسلام مربی الانام مرشد الكرام
قدوة العظام ضياء الدين الشيخ ابی
النجيب السهروردی وهو من عمه وجيه
الدين ابی حفص عمر السهروردی وهو
من الشيخ اخی فرج الزنجانی وهو من
ابی العباس النهاوندی وهو من ابيه

آٹھواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے
وہ سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید
شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید
عرب شاہ سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن
عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
شیخ تاج الدین بھکری سے، وہ
سید جلال الدین حسین حسینی
بخاری مخدوم جہانیان سے، وہ
شیخ صالح بربری سے وہ شیخ فقیہ
بصال عدلی سے وہ رشید الدین
بغدادی سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو
عبد اللہ عمر البکری سہروردی سے وہ
شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام
قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ
ابو النجیب سہروردی سے آپ
اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص عمر
سہروردی سے وہ شیخ اخی فرج
زنجانی سے وہ ابو العباس نہاوندی سے

عبد اللہ بن خفیف وھو من ابی محمد بن رویم وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من المعروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ اپنے والد عبد اللہ خفیف سے، وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعة لبسها الفقير شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
ابيه السيد علی محمد وهو من السيد
محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه
عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد
وهو من جده السيد عرب شاه وهو من
ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه
السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه
عالم من عند الله وهو من ابيه السيد
برهان الدين ابی محمد بن عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشيخ احمد
کهتو وهو من السيد جلال الدين ابی
عبد الله الحسين الحسينی البخاری مخدوم
جهانيان وهو من الشيخ نجم الدين
اصفهانی وهو من الشيخ شهاب
الدين ابی عبد الله عمر البكری السهروردی
وهو من عمه شيخ الاسلام مربی
الانام مرشد الكرام قدوة العظام
ضياء الدين الشيخ ابی النجيب السهروردی
وهو من عمه وجيه الدين ابی حفص
عمر السهروردی وهو من الشيخ اخی
فرج الزنجانی وهو من ابی العباس

نواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن احمد
سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے،
وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے
بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان
الدین ابو محمد بن عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ احمد کھتو سے
سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین
حسینی بخاری مخدوم جہانیاں
سے وہ شیخ نجم الدین اصفہانی
سے وہ شیخ شہاب الدین ابی عبد اللہ
عمر البکری سہروردی سے، وہ
اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام،
ضیاء الدین شیخ ابو النجیب سہروردی
سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص
عمر سہروردی سے وہ شیخ اخی
فرج زنجانی سے، وہ ابو العباس

النهاوندی وهو من ابی عبد الله بن خفیف وهو من ابی محمد بن رویم وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطای وهو من حبیب العجمی وهو من الحسن البصری وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه و علیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

نہاوندی سے وہ ابوعبداللہ ابن خفیف سے وہ ابو محمد ابن رویم سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

العاشرہ لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من
السید محمد وھو من ابیہ السید
جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید
حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور
وھو من ابیہ السید احمد وھو من
ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم
من عبداللہ وھو من ابیہ السید برھان
الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من شمس الدین ابی عبداللہ
بن قوام وھو من الشیخ ابی المعروف اسمٰعیل
بن ابراھیم الجبرتی وھو من الشیخ الصالح
جمال الدین محمد بن ابی بکر الضحاعی و
ھو من الشیخ برھان الدین علوی وھو
من الشیخ رضی الدین ابی احمد ابراھیم
بن محمد بن ابی بکر الطبری المکی وھو من
کمال الدین محمد بن عمر القسطلانی وھو
من الشیخ شھاب الدین ابی عبداللہ العمر
البکری السھروردی وھو من عمہ شیخ
الاسلام صدر بی الانام مرشد الکرام قدوۃ

دسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ
اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے
والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید
محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب العالم
سے، وہ شمس الدین ابو عبداللہ
ابن قوام سے، وہ شیخ ابو المعروف اسمٰعیل
ابن ابراہیم جبرتی سے، وہ شیخ صالح
جمال الدین محمد ابن ابوبکر ضحاعی
سے وہ شیخ برہان الدین علوی سے
وہ شیخ رضی الدین ابو احمد ابراہیم
ابن محمد ابن ابوبکر طبری مکّی سے، وہ
کمال الدین محمد ابن عمر قسطلانی،
سے وہ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ
عمر البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا
شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام

العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب
السهروردی وهو من عمه وجیه الدین
ابی حفص عمر السهروردی وهو من
ابیه محمد بن عبد الله المعروف
بعمّوَیه وهو من احمد الاسود
الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری
وهو من سید الطائفة ابی القاسم
الجنید البغدادی وهو من خاله
السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو
من الامام علی موسی الرضاء وهو من
ابیه الامام موسی الکاظم وهو من ابیه الامام
جعفر الصادق وهو من ابیه الامام محمد
الباقر وهو من ابیه الامام علی زین العابدین
وهو من ابیه اشرف الشهداء ومحبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد الله الحسین وهو من
ابیه اسد الله الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم
النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلے الله علیه
وعلی اله واصحابه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ ابو
النجیب سہروردی سے وہ اپنے چچا
وجیہ الدین ابوحفص عمر سہروردی
سے، وہ اپنے والد محمد بن عبداللہ
المعروف بہ عمّوَیہ سے، وہ احمد الاسود
دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری
سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم
جنید البغدادی سے، وہ اپنے ماموں
سری سقطی سے وہ معروف کرخی
سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ
اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ
اپنے والد امام جعفر صادق سے، وہ
اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے اپنے والد اشرف شہداء و محبوب خیر
الانبیاء امام ابوعبداللہ حسین سے آپ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ و علیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الحادیۃ عشر لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من السید جلال ماہ عالم وهو من السید شبیر محمد بن احمد وهو من ابیه السید عرب شاہ وهو من اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ زین الدین ابی البکر الخوانی وهو من الشیخ نور الدین عبد الرحمٰن القرشی وهو من جمال الدین الکورانی وهو من الشیخ تاج الدین الحسن وهو من الشیخ بدر الدین الطوسی وهو من الشیخ عبد الصمد النظری وایضاً لبسها الکورانی من الشیخ نجم الدین اصبهانی وهو الشیخ عبد الصمد النظری المذکور وهو من نجیب الدین ابی الحسن علی بن برغش بن عبد الله وهو من الشیخ شهاب الدین ابی حفص عمر السهروردی البکری

گیارھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شبیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے والد سید عرب شاہ سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہِ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ شیخ زین الدین ابو بکر خوانی سے وہ شیخ نور الدین عبد الرحمٰن قرشی سے، وہ جمال الدین کورانی سے وہ شیخ تاج الدین حسن سے وہ شیخ بدر الدین طوسی سے وہ شیخ عبد الصمد نظری سے، نیز اسی خرقہ کو کورانی نے شیخ نجم الدین اصفہانی سے پہنا ہے۔ وہ مذکورہ شیخ عبد الصمد نظری سے، وہ نجیب الدین ابو الحسن علی ابن برغش ابن عبد اللہ سے، وہ شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی البکری سے

وهو من عمه شيخ الاسلام مربي الانام
مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين
الشيخ ابي النجيب السهروردي وهو من
عمه وجيه الدين ابي حفص عمر
السهروردي وهو من الشيخ اخي فرح
الزنجاني وهو من ابي العباس النهاوندي
وهو من عبد الله بن خفيف وهو
من ابي محمد بن رويم وهو من سيد
الطائفة ابي القاسم الجنيد البغدادي
وهو من خاله السري سقطي وهو
من معروف الكرخي وهو من داؤد
الطائي وهو من حبيب العجمي وهو
من الحسن البصري وهو من اسد الله
الغالب امير المومنين علي بن ابي طالب
كرم الله وجهه وهو من خاتم النبيين
رسول رب العالمين شفيع المذنبين
محمد ن الامين صلى الله عليه وعلىٰ آله
واصحابه وسلم وهو من امر ذي النور
المبين بواسطة الروح الامين۔

وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد
کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین
شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ
اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص عمر
سہروردی سے وہ شیخ اخی فرح
الزنجانی سے وہ ابو العباس نہاوندی
سے وہ عبد اللہ ابن خفیف سے وہ
ابو محمد ابن رویم سے وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیۃ عشر لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امہ السیّد نوراللہ وھو من ابیہ السیّد علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ معین الدین السید اشرف الحسینی وھو من الشیخ معین الدین نصراللہ وھو من ابیہ ظھیر الدین الشیخ عبدالرحمٰن ابی النجاش وھو من ابیہ الشیخ نجیب الدین ابی الحسن علی بن برغش بن عبداللہ وھو من الشیخ شھاب الدین ابی حفص عمر البکری السھروردی وھو من عمہ شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین

بارھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہِ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ معین الدین سید اشرف حسینی سے، وہ شیخ معین الدین نصراللہ سے، وہ اپنے والد ظہیر الدین شیخ عبدالرحمٰن ابوالنجاش سے، وہ اپنے والد شیخ نجیب الدین ابوالحسن علی ابن برغش ابن عبداللہ سے، وہ شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر البکر سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاءالدین،

الشیخ ابی النجیب السہروردی وھو
من محی الدین السید عبد القادر بن
صالح موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ
الزاھد الحسینی الجیلانی وھو من
الشیخ ابی سعید علی بن مبارک المخزمی
وھو من الشیخ ابی الحسن علی بن محمد
المقدسی الھنکاری وھو من الشیخ ابی
الفرح یوسف الطرطوسی وھو من ابی
الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز
الیمنی وھو من ابی بکر محمد الشبلی
وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم
الجنید البغدادی وھو من خالہ السری
السقطی وھو من معروف الکرخی وھو
من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ
الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد
الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین
وھو من ابیہ اشرف الشہداء محبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو
من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین

شیخ ابو النجیب سہروردی سے آپ محی الدین
سید عبد القادر ابن صالح موسیٰ ابن عبد اللہ
بن یحییٰ زاھد حسینی جیلانی سے
آپ شیخ ابی سعید علی ابن مبارک
مخزمی سے وہ شیخ ابو الحسن
علی بن محمد مقدسی ہنکاری
سے وہ شیخ ابو الفرح یوسف
طرطوسی سے وہ ابو الفضل
عبد الواحد ابن عبد العزیز یمنی
سے وہ ابو بکر محمد شبلی سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی
سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے
وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد
امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے
والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ
حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة عشر

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نور الله ومن ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد ومن ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب عالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ قطب الدین محمد الخضری وهو من الشیخ معین الدین ابی العباس احمد الزرکوب وهو من ابیه الشیخ شهاب الدین ابی الخیر حمزہ الزرکوب وهو من ابیه الشیخ عزیز الدین ابی محمد مودود الزرکوب الشیرازی وهو من الشیخ شهاب الدین ابی حفص عمر البکری السهروردی وهو من عمه شیخ الاسلام مزلی الانام مرشد الکرام قدوة العظام ضیاء الدین الشیخ

تیرھواں خرقہ

جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ قطب الدین محمد الخضری سے وہ شیخ معین الدین ابو العباس احمد زرکوب سے وہ اپنے والد شیخ شہاب الدین ابو الخیر حمزہ زرکوب سے وہ اپنے والد شیخ عزیز الدین ابو محمد مودود زرکوب شیرازی سے وہ اپنے والد شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر البکری سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مزلی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین شیخ

ابی النجیب السہروردی رہو ومن محی الدین السید عبدالقادر بن صالح موسیٰ بن عبداللہ الجیلی بن یحییٰ الزاهد الحسنی الجیلانی وهومن احمد الاسود الدینوری وهومن ممشاد علو الدینوری وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهومن خاله السری السقطی وهومن معروف الکرخی وهومن داؤد الطای وهومن حبیب العجمی وهومن الحسن البصری وهومن اسدالله الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهہ وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی الله علیه وعلی اله واصحابه وسلم وهومن امر ذی النور المبین بواسطة روح الامین۔

ابوالنجیب سہروردی سے آپ محی الدین سید عبدالقادر بن صالح موسیٰ بن عبداللہ الجیلی بن یحییٰ الزاهد الحسنی الجیلانی سے آپ احمد الاسود الدینوری وہ ممشاد علو دینوری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسداللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعة عشر لبسها الفقير شاه ابو الحسن

من ابن عم امه السيد نور الله وهو
من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد
محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه
عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد
وهو من جده السيد عرب شاه وهو من
اخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب به
شاه عالم من عند الله وهو من ابيه السيد
برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح
محمد بن عبد الله الشيرازی وهو من
السيد نور الدين نعمت الله الحسينی وهو
من الشيخ نور الدين ابی الفتوح وهو
من ابيه مخلص الدين ابی الحسين وهو
من ابيه نور الدين عبد القادر الحكيم
وهو من الشيخ شهاب الدين عمر البكری
السهروردی وهو من عمه شيخ الاسلام
مربی الانام مرشد الكرام قدوة العظام
ضياء الدين ابی النجيب السهروردی
وهو من محی الدين السيد عبد القادر
بن صالح موسیٰ بن عبد الله الجيلی
بن يحيیٰ الزاهد الحسنی الجيلانی وهو

چودھواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ
کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا
ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ
عالم سے، وہ سید شیر محمد بن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے
بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح
محمد بن عبد اللہ شیرازی سے، وہ
سید نور الدین نعمت اللہ حسینی سے
وہ شیخ نور الدین ابو الفتوح سے، وہ
اپنے والد مخلص الدین ابو الحسین سے،
وہ اپنے والد نور الدین عبد القادر حکیم
سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ
عظام ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی
سے آپ محی الدین سید عبد القادر
ابن صالح موسیٰ ابن عبد اللہ الجیلی
ابن یحییٰ الزاہد حسنی جیلانی سے

من الشیخ ابی سعید علی بن مبارک المخرمی وھو من الشیخ ابی الحسن علی بن محمد المقدسی الھنکاری وھو من الشیخ ابی الفرح یوسف الطرطوسی وھو من ابی الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز الیمنی وھو من ابیہ عبد العزیز الیمنی وھو من ابی بکر محمد الشبلی وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاؑ وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام زین العابدین وھو من اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ حسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدؐ الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

آپ شیخ ابوسعید علی ابن مبارک مخرمی سے، وہ شیخ ابوالحسن علی ابن محمد مقدسی ہنکاری سے وہ شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی سے وہ ابوالفضل عبدالواحد ابن عبدالعزیز یمنی سے، وہ اپنے والد عبدالعزیز یمنی سے، وہ ابوبکر محمد شبلی سے، وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابی عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے وہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

مسئلة الخامس عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السید نور اللہ وهو من ابیه
السید علی محمد وهو من السید محمد وهو
من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من السید
شیر محمدّ بن احمد وهو من جده السیّد
عرب شاہ وهو من ابیه السید محمد زاهد
وهو من اخیه السید محمد بن عبد اللہ
الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وهو من
ابیه السید برهان الدین ابی محمدّ عبد اللہ
المشهور بقطب العالم وهو من الشیّخ
ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وهو
من الشیخ شرف الدین علی الایراقوی وهو
من الشیخ صدر الدین ابی اسحاق وهو
من جده نور الدین عبد القادر الحکیم وهو
من الشیخ شهاب الدین عمر البکری السهروردی
وهو من عمه شیخ الاسلام مربی
الانام مرشد الکرام قدوة العظام
ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب السهروردی
وهو من محی الدین السید عبد القادر
بن صالح موسیٰ بن عبد اللہ الجیلی
بن یحییٰ الزاهد الحسنی الجیلانی وهو
من احمد الاسود الدینوری وهو من

پندرہواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمدّ
ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاهد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد بن عبد اللہ الملقب،
بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور
بہ قطب العالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح
احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے
وہ شیخ شرف الدین علی ایراقوی سے، وہ
شیخ صدر الدین ابو اسحاق سے، وہ
اپنے دادا نور الدین عبد القادر حکیم سے
وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری
سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ
الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ
عظام ضیاء الدین شیخ ابو النجیب
سہروردی سے آپ محی الدین سید
عبد القادر ابن صالح موسیٰ ابن عبد اللہ
الجیلی ابن یحییٰ زاہد حسنی جیلانی سے
آپ احمد الاسود دینوری سے، وہ

ممشاد علو الدینوری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللّٰہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

السادسۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ

ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو السید محمد
وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید
عبدالغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو
من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان
الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب
العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن
عبداللہ الشیرازی وھو من قاضی لفارس
شمس الدین محمد الجزری وھو من
الشیخ ابی الحفص عمر المدنی وھو من الشیخ
اعزالدین احمد القارونی وھو من الشیخ
شھاب الدین ابی حفص عمر البکری السھروردی وھو
من عمہ الشیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام
قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ
ابی النجیب السھروردی وھو من الشیخ
احمد الغزالی وھو من ابی بکر النساج
وھو من ابی القاسم الکرکانی وھو من
ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی

سولھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے

اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے
والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد
سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے
والد سید محمد بن عبداللہ الملقب بہ شاہ
عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم
سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ
شیرازی سے وہ قاضی فارس
شمس الدین محمد جزری سے وہ شیخ
ابوالحفص عمر مدنی سے وہ شیخ عزالدین احمد قارونی
سے وہ شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر البکری سہروردی
سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی
انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاء الدین شیخ ابوالنجیب سہروردی
سے آپ شیخ احمد غزالی سے
وہ ابوبکر نساج سے وہ ابوالقاسم
گرکانی سے وہ ابوعثمان مغربی
سے وہ ابوعلی کاتب سے

کا. تب وھو من ابی علی الرود باری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ ابو علی رود باری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعة عشر لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن

من ابن عم امه السید نوراللہ وھو
من ابیه السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیه السید جلال
ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو
من ابیه السید عبدالغفور وھو من
ابیه السید احمد وھو من ابیه السید
راجو وھو من ابیه السید محمد بن
عبداللہ الملقب بشاہ عالم وھو من
ابیه السید برھان الدین ابی محمد
عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو
من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ
الشیرازی وھو من الشیخ شرف الدین
عیسیٰ ابی الروح العجلونی وھو من
الخطیب شمس الدین محمد الخاپوری
وھو من الشیخ شھاب الدین عمر
البکری السھروردی وھو من عمه
شیخ الاسلام مربی الانام مرشد
الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین الشیخ
ابی النجیب السھروردی وھو من الشیخ
احمد الغزالی وھو من ابی بکر
النساج وھو من ابی القاسم الکرکانی

سترھواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
سے، وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن
سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید
راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد
سید برہان الدین، ابو محمد عبداللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ
ابو الفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی
سے وہ شیخ شرف الدین عیسیٰ ابو الروح
عجلونی سے وہ خطیب شمس
الدین محمد خاپوری سے وہ شیخ
شہاب الدین عمر البکری سہروردی
سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام
مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاءُ الدین شیخ ابو النجیب
سہروردی سے آپ شیخ احمد
غزالی سے وہ ابوبکر نساج
سے، وہ ابو القاسم گرگانی سے

وھومن ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی کاتب وھومن ابی علی الرود باری وھومن سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطائی وھومن حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھومن اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من ذی النور المبین بواسطۃ روح الامین۔

وہ ابو عثمان مغربی سے، وہ ابو علی کاتب سے، وہ ابو علی رود باری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة عشر لبسها الفقير شاه ابو الحسن
من ابن عم امه السيد نور الله وهو من
ابيه السيد علي محمد وهو من السيد محمد
وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو
من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده
السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد
زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله
الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من
ابيه السيد برهان الدين ابي محمد بن عبد الله
المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابي الفتوح
احمد بن عبد الله الشيرازي وهو من الشيخ
نجم الدين فضل الله بن يعقوب الابيوري
وهو من عماد الدينوري وهو من الشيخ
صفي الدين الازدبيلي وهما من الشيخ
ابراهيم الزاهد وهو من السيد جمال الدين
التبريزي وهو من الشيخ شهاب الدين
محمد البدري وهو من الشيخ قطب الدين
احمد بن احمد بن الحسين الابهري
وهو من شيخ الاسلام مربي الانام
مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين
الشيخ ابي النجيب عبد القاهر السهروردي
وهو من الشيخ احمد الغزالي وهو من

اٹھارہواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے
والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید شیر محمد ابن
احمد سے، وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاهد
سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ
الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد ابن عبد اللہ
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح
احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ شیخ
نجم الدین فضل اللہ ابن یعقوب ابیوری
سے وہ عماد دینوری سے وہ شیخ
صفی الدین اردبیلی سے، وہ دونوں
شیخ ابراھیم زاھد سے، وہ سید جمال الدین
تبریزی سے وہ شیخ شہاب الدین محمد بدری
سے وہ شیخ قطب الدین احمد بن احمد
ابن حسین البھری سے وہ شیخ الاسلام
مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام
ضیاء الدین شیخ ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے آپ شیخ احمد
غزالی سے، وہ ابو بکر نساج سے

ابی بکر النساج وھو من ابی القاسم الگرکانی وھو من ابی عثمان المغربی وھو من ابی علی کاتب وھو من ابی علی الرودباری وھو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ ابو القاسم گرکانی سے، وہ ابو عثمان مغربی سے وہ ابو علی کاتب سے وہ ابو علی رودباری سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ سے، وہ اپنے والد موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف شہداء و محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین، صلے اللہ علیہ وعلے آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعة عشر لبسها الفقير شاہ ابوالحسن

من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماہ عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده السيد عرب شاہ وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاہ العالم من عند الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من ابيه الشيخ عبد الله ابی الفتوح ابن ابی الخير وهو من الشيخ امين الدين احمد بن ركن الدين علی بن ضياء الدين مسعود بن محمد بن علی وهو من عمه الشيخ اوحد الدين عبد الله البلياني وهو من الشيخ اصيل الدين ابی الحسن عبد الله الشيرازی وهو من الشيخ ركن الدين الشيخ ابی الغنائم محمد بن مفضل السجاسی وهو من الشيخ ركن الدين احمد الابهری وهو من شيخ الاسلام مربی الانام مرشد الكرام قدوة

انیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ اپنے والد شیخ عبد اللہ ابوالفتوح ابن ابوالخیر سے وہ شیخ امین الدین احمد ابن رکن الدین علی ابن ضیاء الدین مسعود ابن محمد ابن علی سے وہ اپنے چچا شیخ اوحد الدین عبد اللہ بلیانی سے وہ شیخ اصیل الدین ابوالحسن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین شیخ ابوالغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ رکن الدین احمد ابہری سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد الکرام قدوۂ عظام

العظام ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب عبد القاهر السهروردی وهو من الشیخ احمد الغزالی وهو من ابی بکر النساج وهو من ابی القاسم الکرکانی وهو من ابی عثمان المغربی وهو من ابی علی کاتب وهو من ابی علی الرودباری وهو من سید الطائفۃ ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من معروف الکرخی وهو من داؤد الطائی وهو من حبیب العجمی وهو من حسن البصری وهو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ضیاء الدین شیخ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی سے آپ شیخ احمد غزالی سے، وہ ابو بکر نساج سے، وہ ابو القاسم گرگانی سے، وہ ابو عثمان مغربی سے وہ ابو علی کاتب سے وہ ابو علی رودباری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے، وہ حسن بصری سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

العشرون لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نوراللہ وھو من ابیه السیّد علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبدالغفور وھو من ابیه السید احمد وھو ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من عمه الاکبر غیاث الدین ابی الفضائل محمد وھو من ابیه نورالدین ابی الفتوح وھو من الشیخ امین الدین احمد وھو من عمه الشیخ اوحدالدین عبداللہ البلیانی وھو من الشیخ اصیل الدین ابی الحسن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ رکن الدین ابی الغنائم محمد بن المفضل السجاسی وھو من قطب الدین الابھری وھو من شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ

بیسواں خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد بن عبداللہ شیرازی سے، وہ اپنے طایا غیاث الدین ابوالفضائل محمد سے وہ اپنے والد نورالدین ابوالفتوح سے وہ شیخ امین الدین احمد سے وہ اپنے چچا شیخ اوحدالدین عبداللہ بلیانی سے وہ شیخ اصیل الدین ابوالحسن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین ابوالغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ قطب الدین ابہری سے وہ شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام

ضیاء الدین الشیخ ابی النجیب عبدالقاهر
السهروردی وهو من ابی یوسف الهمدانی
وهو من عبداللہ الجعفر وهو من
احمد ابن فضاله وهو من ابیه فضاله
وهو من الشیخ ابی علی الخراسانی
وهو من ابی جعفر الخلدی وهو من
سید الطائفة ابوالقاسم الجنید
البغدادی وهو من خاله سری
السقطی وهو من معروف الکرخی
وهو من الامام علی موسی الرضاء
وهو من ابیه الامام موسیٰ الکاظم
وهو من ابیه الامام جعفر الصادق
وهو من ابیه الامام محمد الباقر وهو
من ابیه الامام علی زین العابدین وهو
من ابیه اشرف الشهداء ومحبوب خیر
الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین و
هو من ابیه اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجهه و
هو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم،
وهو من امر ذی النور المبین بواسطة
الروح الامین۔

ضیاء الدین شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر
سہروردی سے آپ ابو یوسف ہمدانی
سے، وہ عبداللہ جعفری سے وہ
احمد فضالہ سے، وہ اپنے والد فضالہ
سے، وہ شیخ ابو علی خراسانی سے
وہ ابو جعفری خلدی سے، وہ سید
الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی
سے، وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسی رضا سے، وہ اپنے والد موسیٰ
کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر
صادق سے وہ اپنے والد امام محمد
باقر سے، وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے، وہ اپنے والد
اشرف شہداء، محبوب خیر الانبیاء
امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب عالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے
نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین
خرقہ پہنا ہے۔

الحادیۃ والعشرون

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من عمه الاصغر ظهیر الدین ابی النصر عبد الرحمٰن بن ابی النصر الفتوح احمد وهو من ابیه نور الدین ابی الفتوح وهو من امین الدین احمد وهو من عمه الشیخ اوحد الدین عبد الله البلیانی وهو من الشیخ اصیل الدین ابی الحسن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ رکن الدین ابی الغنایم محمد بن المفضل السجاسی وهو من الشیخ قطب الدین احمد الابهری وهو من شیخ الاسلام مربی الانام مرشد

اکیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد بن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ اپنے بہ چچا ظہیر الدین ابو النصر عبد الرحمٰن ابن ابو النصر فتوح احمد سے وہ اپنے والد نور الدین ابو الفتوح سے وہ امین الدین احمد سے، وہ اپنے چچا شیخ اوحد الدین عبد اللہ بلیانی سے وہ شیخ اصیل الدین ابو الحسن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ رکن الدین ابو الغنائم محمد ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ قطب الدین احمد ابہری سے وہ شیخ الاسلام، مربی انام، مرشد

الکرام قدوة العظام ضیاء الدین
ابی النجیب عبد القاہر سہروردی
وھومن ابی یوسف الھمدانی
وھومن عبداللہ الجعفر وھومن
احمد بن فضالہ وھومن ابیہ فضالہ
وھومن الشیخ ابی علی الخراسانی. و
ھومن ابی جعفر الخلدی وھومن
سید الطائفۃ ابوالقاسم الجنید
البغدادی وھومن خالہ السری السقطی
وھومن معروف الکرخی وھومن
داؤد الطای وھومن حبیب العجمی
وھومن الحسن البصری وھومن
اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین
صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ
وسلم وھومن امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین.

کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین ابوالنجیب
عبدالقاہر سہروردی ، آپ
ابو یوسف ہمدانی سے وہ عبداللہ
جعفر سے وہ احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ ، وہ شیخ
ابوعلی خراسانی سے وہ ابوجعفر
خلدی سے ، وہ سید الطائفہ
ابوالقاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ داؤد
طائی سے وہ حبیب عجمی سے
وہ حسن بصری سے وہ اسداللہ
الغالب امیرالمؤمنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و
اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیة والعشرون لبسها الفقیر

شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید
نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد
وھو من السید محمد وھو من ابیہ
السید جلال ماہ عالم وھو من السید
شیر محمد بن احمد وھو من جدہ
السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید
محمد زاھد وھو من اخیہ السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم
من عنداللہ وھو من ابیہ السید
برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بہ
قطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو
من الشیخ ناصر الدین محمد بن احمد
الکرمانی وھو من الشیخ علاء الدین المصری
وھو من الشیخ صیاء الدین الملاطی
وھو من الشیخ شھاب الدین العراقی
وھو من الشیخ اوحد الدین ابی الفخر
حامد الکرمانی وھو من الشیخ رکن الدین
ابی الغنائم محمد بن المفضل السجاسی وھو
من الشیخ قطب الدین احمد الابھری وھو
من شیخ الاسلام مربی الانام مرشد

بائیسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن
نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد
سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے، وہ سید
شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا
سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید
محمد زاھد سے اپنے بھائی سید محمد
ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے
وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے
وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ
شیرازی سے وہ شیخ ناصر الدین محمد
ابن احمد الکرمانی، وہ شیخ علاء الدین
مصری سے، وہ شیخ ضیاء الدین
ملاطی سے وہ شیخ شہاب الدین
عراقی سے وہ شیخ اوحد الدین ابوالفخر
حامد کرمانی سے، وہ شیخ رکن الدین
ابی الغنائم محمد ابن مفضل سجاسی
سے وہ شیخ قطب الدین احمد ابہری
سے وہ شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام

الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین
ابی النجیب عبد القاهر السهروردی
وهو من ابی یوسف الهمدانی وهو
من عبد الله الجعفری وهو من احمد
بن فضاله وهو من ابیه فضاله وهو
من ابی علی الخراسانی وهو من ابی
جعفر الخلدی وهو من سید الطائفة
ابو القاسم الجنید البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من معروف
الکرخی وهو من الامام علی موسی الرضا
وهو من ابیه الامام موسی الکاظم
وهو من ابیه الامام جعفر الصادق وهو
من ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه
الامام علی زین العابدین وهو من ابیه
اشرف الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء
الامام ابی عبد الله الحسین وهو من ابیه
اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن
الامین صلی الله علیه وعلی اٰله واصحابه
وسلم وهو من امر ذی النور المبین
بواسطة الروح الامین۔

ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے ابو یوسف
ہمدانی سے وہ عبد اللہ جعفری
سے وہ احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ سے وہ
ابو علی خراسانی سے وہ ابو جعفر
خلدی سے وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ امام علی
موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسی
کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق
سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف شہداء محبوب خیر
الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین سے وہ اپنے
والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة والعشرون

لبسها الفقير شاه
ابوالحسن من ابن عم امه السيد نور الله
وهو من ابيه السيد علي محمد وهو من
السيد محمد وهو من ابيه السيد جلال
ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد
وهو من جده السيد عرب شاه وهو من
ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه
السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عبد الله وهو من ابيه السيد برهان الدين
ابي محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشيخ ابي الفتوح احمد بن عبد الله
الشيرازي وهو من الشيخ زين الدين ابي
بكر الخوافي وهو من الشيخ صدر الدين
احمد بن نصر الله القزويني المشهور
بمولانا وهو من الشيخ شرف الدين
محمود النوري الطاري وهو من الشيخ
صفي الدين ابي الفتح اسحاق الاردبيلي
وهو من الزاهد ابراهيم الجيلي وهو
من السيد جمال التبريزي وهو من
الشيخ شهاب الدين محمود العيقي وهو
من الشيخ ركن الدين ابي الغنائم محمد
بن المفضل السجاسي وهو من الشيخ

تئیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے
والد سید محمد زاھد سے، وہ اپنے بھائی
سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو
محمد عبد اللہ المشہور بقطب العالم
سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد بن عبد اللہ
شیرازی سے وہ شیخ زین الدین ابو بکر
خوافی سے وہ شیخ صدر الدین احمد ابن
نصر اللہ قزوینی المشہور بہ مولانا
سے وہ شیخ شرف الدین محمود نوری
طاری سے وہ شیخ صفی الدین ابو الفتح
اسحاق اردبیلی سے وہ زاہد ابراہیم
جیلی سے وہ سید جمال تبریزی سے
وہ شیخ شہاب الدین محمود عیقی
سے وہ شیخ رکن الدین ابو الغنائم محمد
ابن مفضل سجاسی سے وہ شیخ
قطب الدین احمد ابہری

قطب الدين احمد الابهری وهو من
شيخ الاسلام مربی الانام مرشد الكرام
قدوة العظام ضياء الدين الشيخ ابی
النجيب عبد القاهر السهروردی وهو
من ابی يوسف الهمدانی وهو من عبد الله
الجعفری وهو من احمد بن فضاله
وهو من ابيه فضاله وهو من الشيخ
ابی علی الخراسانی وهو من الشیخ
ابی جعفر الخلدی وهو من سيد الطائفة
ابی القاسم الجنيد البغدادی وهو
من خاله السری السقطی وهو من
معروف الكرخی وهو من داؤد الطائی
وهو من حبيب العجمی وهو من
الحسن البصری وهو من اسد الله
الغالب امير المؤمنين علی بن ابی
طالب كرم الله وجهه وهو من خاتم
النبيين رسول رب العالمين شفيع
المذنبين محمد ن الامين صلی الله
عليه وعلی آله واصحابه وسلم وهو من
امر ذی النور المبين بواسطة الروح الامين

وہ شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین
شیخ ابو النجیب عبد القاہر
سہروردی سے آپ ابو یوسف
ہمدانی سے وہ عبد اللہ جعفری
سے احمد ابن فضالہ سے
وہ اپنے والد فضالہ سے، وہ شیخ
ابو علی خراسانی سے وہ شیخ ابو جعفر خلدی سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی
سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے
وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور
مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنائے

الرابع والعشرون لبسها الفقیر شاہ

ابوالحسن من خاله السید اسمٰعیل بن السید میران وهو من ابیه السید میران وهو من السید عبد الله وهو من ابیه السید وجیه الدین حیدر علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت الله سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ عبد الله وهو من السید علی الهمدانی وهو من الشیخ زین العابدین وهو من السید عبد الرحمٰن وهو من الشیخ جلال الدین محمود اصبهانی وهو من الشیخ عبد الصمد النظری وهو من الشیخ علی المرغشی وهو من الشیخ شهاب الدین عمر البکری السهروردی وهو من عمه شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوة العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاهر السهروردی وهو من عمه وجیه الدین ابی الحفص عمر السهروردی

چوبیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید میراں سے وہ سید عبداللہ سے، وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبداللہ سے، وہ سید علی ہمدانی سے، وہ شیخ زین العابدین سے، وہ سید عبدالرحمٰن سے، وہ شیخ جلال الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ عبدالصمد نظری سے، وہ شیخ علی مرغشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوہ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی سے وہ اپنے چچا وجیہ الدین ابوحفص عمر سہروردی

وھو من ابیہ محمد بن عبد اللہ المعروف بحمّوَیہ وھو من احمد الاسود الدینوری وھو من ممشاد علو الدینوری وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ اپنے والد محمد بن عبد اللہ المعروف بہ حمّوَیہ سے وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ ممشاد علو دینوری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے، وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد الامین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

مسئلہ ۲ الخامس والعشرون

لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ عبد الصمد وهو من الشاہ صبغۃ اللہ وهو من السید وجیه الدین حیدر علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایت اللہ سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ رکن الدین جونپوری وهو من الشیخ بابو تاج الدین البخاری وهو من ابی عبد اللہ الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیاں وهو من جلال الدین السید حسن البرکی وهو من الشیخ صدر الدین ابی الفضل وهو من ابی البرکات الشیخ بهاؤ الدین وهو من الشیخ شهاب الدین السهروردی و وهو من عمه شیخ الاسلام مربی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاهر السهروردی وهو من عمه وجیه الدین ابی حفص عمر السهروردی وهو من ابیه محمد بن عبد اللہ المعروف

پچیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے سید محمد المشهور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبد الصمد سے وہ شاہ صبغۃ اللہ سے وہ سید وجیہہ الدین حیدر علی ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے وہ شیخ ابو الفتح ھدایت اللہ سرمستا سے وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ رکن الدین جونپوری سے وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری سے وہ ابو عبد اللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں سے وہ جلال الدین سید حسن برکی سے وہ شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، وہ ابو البرکات شیخ بہاؤ الدین سے وہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوہ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو حفص عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد بن عبد اللہ

بعمّوَیه وهو من احمد الاسود
الدینوری وهو من ممشاد علو
الدینوری ومن سید الطائفه
ابوالقاسم الجنید البغدادی
وهو من داؤد الطای وهو من
حبیب العجمی وهو من الحسن البصری
وهو من اسدالله الغالب امیرالمومنین
علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه
وهو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمدؐ
الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله
واصحابه وسلم وهو من امر ذی
النور المبین بواسطة الروح الامین۔

المعروف بہ عمّوَیہ سے، وہ احمد الاسود
دینوری سے وہ ممشاد علو
دینوری سے وہ سید الطائفہ ابوالقاسم
جنید بغدادی سے وہ داؤد
طائی سے وہ جلیب عجمی سے
وہ حسن بصری سے وہ اسداللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے

السادسة والعشرون لبسها الفقير

شاہ ابوالحسن من السید محمد المشهور
بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ
عبدالصمد وهو من الشاہ صبغة الله
وهو من السید وجیه الدین حیدر
علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف
بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور
حاجی حضور وهو من الشیخ ابی
الفتح هدایة الله سرمست وهو
من الشیخ قاضن وهو من الشیخ عبدالله
وهو من السید علی الهمدانی وهو
من الشیخ زین العابدین وهو من السید
عبدالرحمٰن وهو من السید جلال الدین
محمود الاصفهانی وهو من الشیخ عبدالصمد
النظری وهو من الشیخ علی المرغشی
وهو من الشیخ شهاب الدین عمر
البکری السهروردی وهو من عمه
شیخ الاسلام مربی الانام
مرشد الکرام قدوة العظام ضیاء الدین
ابی النجیب عبدالقاهر السهروردی
وهو من عمه وجیه الدین ابی
الحفص عمر السهروردی وهو

چھبیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن
نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت
حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبدالصمد سے
وہ شاہ صبغۃ اللہ سے، وہ
سید وجیہہ الدین حیدر علی ثانی سے
وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ
محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور
حاجی حضور سے، وہ شیخ ابوالفتح
ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ
قاضن سے، وہ شیخ عبداللہ سے
وہ سید علی ہمدانی سے، وہ
شیخ زین العابدین سے، وہ سید
عبدالرحمٰن سے، وہ سید جلال
الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ
عبدالصمد نظری سے، وہ شیخ علی
مرغشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر
البکری سہروردی سے، وہ اپنے
چچا شیخ الاسلام مربی انام
مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین
ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی
سے آپ اپنے چچا وجیہہ الدین ابو
حفص عمر سہروردی سے، وہ

من ابیه محمد بن عبد الله المعروف
بعَمّوَیْه وهو من احمد
الاسود الدینوری وهو من
ممشاد علو الدینوری وهو
من سید الطائفة ابی القاسم
الجنید البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من
معروف الکرخی وهو من داؤد
الطای وهو من حبیب العجمی
وهو من الحسن البصری وهو
من اسد الله الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم الله وجههٗ
وهو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمدن
الامین صلی الله علیه وعلیٰ آله
واصحابه وسلم وهو من امر
ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

اپنے والد محمد ابن عبد اللہ المعروف
بہ عمّوَیْہ سے وہ احمد الاسود
دینوری سے، وہ ممشاد علو
دینوری سے، ــــ وہ
سید الطائفہ ابو القاسم
جنید بغدادی سے، وہ
اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ
معروف کرخی سے، وہ داؤد
طائی سے، وہ حبیب عجمی سے
وہ، حسن بصری سے، وہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے
نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السابعة والعشرون لبسها الفقير شاه

ابو الحسن من السيد محمد المشهور بشاه حضرت الحسيني وهو من الشيخ برهان الدين وهو من الشيخ عبد القدوس و هو من ابي البركة الشيخ عيسى بن الشيخ قاسم وهو من الشيخ لشكر محمد عارف وهو من حاجي حميد المعروف بالشيخ محمد غوث وهو من الشيخ ظهور حاجي حضور وهو من الشيخ ابي الفتح هداية الله سرمست وهو من الشيخ قاضن وهو من الشيخ ركن الدين جونپوري وهو من الشيخ بابو تاج الدين البخاري وهو من السيد جلال الدين ابي عبد الله حسين الحسيني البخاري مخدوم جهانيان وهو من السيد جلال الدين حسين البركي وهو من الشيخ صدر الدين ابي الفضل وهو من ابي البركات الشيخ بهاء الدين ذكريا وهو من الشيخ شهاب الدين السهروردي وهو من عمه شيخ الاسلام مربي الانام مرشد الكرام قدوة العظام ضياء الدين ابي النجيب عبد القاهر السهروردي و

ستائیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ برہان الدین سے وہ شیخ عبد القدوس سے، وہ ابو البرکت شیخ عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے، وہ شیخ لشکر محمد عارف سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ رکن الدین جونپوری سے وہ شیخ بابو تاج الدین بخاری سے سید جلال الدین ابو عبد اللہ حسین الحسینی بخاری مخدوم جہانیان سے، وہ سید جلال الدین حسین البرکی سے، وہ شیخ صدر الدین ابو الفضل سے، وہ ابو البرکات شیخ بہاؤ الدین ذکریا سے، وہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مربی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاؤ الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے

هومن عمه وجيه الدين ابى حفص عمر
السهروردى وهومن ابيه محمد بن
عبدالله المعروف بعَمَّوَيْه وهو
من احمد الاسود الدينورى وهو
من ممشاد علو الدينورى وهومن
سيد الطائفة ابو القاسم الجنيد
البغدادى وهومن خاله السرى
السقطى وهومن معروف الكرخى
وهومن الحسن البصرى وهومن اسد
الله الغالب امير المومنين على بن ابى
طالب كرم الله وجههٗ وهومن خاتم
النبيين رسول رب العالمين شفيع
المذنبين محمدن الامين صلى الله
عليه وعلى اٰله واصحابه وسلم وهو
من امرذى النور المبين بواسطة الروح
الامين ـ

آپ اپنے چچا وجیہ الدین ابو حفص
عمر سہروردی سے وہ اپنے والد محمد
ابن عبداللہ المعروف بہ عمویہ سے
وہ احمد الاسود دینوری سے، وہ
ممشاد علو دینوری سے، وہ
سید الطائفہ ابو القاسم جنید
بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری
سقطی سے وہ معروف کرخی سے
وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ
نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الثامنۃ والعشرون

لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن من السید محمد المشھور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ برھان الدین وھو من الشیخ عبد القدوس وھو من الشیخ ابی البرکۃ عیسیٰ بن الشیخ قاسم وھو من الشیخ لشکر محمد عارف وھو من حاجے حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وھو من الشیخ ظھور حاجی حضور، وھو من الشیخ ابی الفتح ھدایت اللہ، سرمست وھو من الشیخ قاضن وھو من الشیخ عبد اللہ وھو من السید علی الھمدانی وھو من الشیخ زین العابدین وھو من السید عبد الرحمٰن وھو من السید جلال الدین محمود الاصفھانی وھو من الشیخ عبد الصمد النظری وھو من الشیخ علی المرعشی وھو من الشیخ شھاب الدین عمر البکری السھروردی و ھو من عمہ شیخ الاسلام مرزلی الانام مرشد الکرام قدوۃ العظام ضیاء الدین ابی النجیب عبد القاھر السھروردی وھو من عمہ وجیہ الدین

اٹھائیسواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے۔ وہ شیخ برہان الدین سے، وہ شیخ عبد القدوس سے، وہ شیخ ابو البرکت عیسیٰ ابن شیخ قاسم سے۔ وہ شیخ لشکر محمد عارف سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے، وہ شیخ عبد اللہ سے، وہ سید علی ہمدانی سے، وہ شیخ زین العابدین سے، وہ سید عبد الرحمٰن سے، وہ سید جلال الدین محمود اصفہانی سے، وہ شیخ عبد الصمد نظری سے، وہ شیخ علی مرغشی سے، وہ شیخ شہاب الدین عمر البکری سہروردی سے، وہ اپنے چچا شیخ الاسلام مرزلی انام مرشد کرام قدوۂ عظام ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی سے آپ اپنے چچا وجیہ الدین

ابی الحفص عمر السهروردی وهو من
ابیه محمد بن عبد الله المعروف
بعَمّوَیْه وهو من احمد الاسودی
الدینوری وهو من ممشاد علو الدینوری
وهو من سید الطائفه ابی
القاسم الجنید البغدادی وهو من
خاله السری السقطی وهو من معروف
الکرخی وهو من داؤد الطای وهو
من حبیب العجمی وهو من الحسن
البصری وهو من اسد الله الغالب
امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله
واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین
بواسطة الروح الامین ۔

ابوحفص عمر سہروردی سے وہ اپنے
والد محمد ابن عبداللہ المعروف بہ
عمّوَیہ سے وہ احمد الاسود دینوری
سے وہ ممشاد علو دینوری سے
وہ سید الطائفہ ابو القاسم
جنید بغدادی سے، وہ اپنے
ماموں سری سَقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ
حبیب عجمی سے وہ حسن بصری
سے، وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے
آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب، از فصل الخطاب

افضل العلماء
مولوی محمد ابوبکر صاحب
ملیباری
قمری فاضل لطیفیہ
مدرس دار العلوم لطیفیہ
مکانِ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز

اس مضمون میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اعلیحضرت مولانا مولوی محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المشہور بہ **حضرت قطبؒ ویلور** قدس سرہ کی تالیف انیف "فصل الخطاب بین الخطاء والصوابؒ" کے چند اقتباسات کو مضمون کی شکل دے کر افادۂ ناظرین کے لئے پیش کرنیکی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

جہاں خدائے قدوس نے اپنے بندوں پر عبادت و بندگی کو لازم قرار دیا ہے وہیں ایک بندہ کو دوسرے بندے کے ساتھ محبت و تعظیم کا حکم بھی دیا۔ جس کو قرآن نے لفظ "حق" سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا جہاں بندہ بندگی کو فرض سمجھتا ہے وہیں اسپر حقوق العباد حسب مراتب لازم ہو جاتے ہیں — بالخصوص سادات کرام کی تعظیم و تکریم ہر مسلمان پر فرض ہوتی ہے کیونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا دامن تھامنا اس کے لئے دین و دنیا کی سرفرازی و سعادتمندی کا باعث ہوتی ہے۔

زیر نظر مضمون میں سادات کرام کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں ——— چنانچہ قرآن ناطق ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا: (ترجمہ) اے اہل بیت بے شک اللہ تعالیٰ تم سے گناہ کو دور کرکے تم کو پاکیزہ بنانا چاہتا ہے۔

ان کی شرافت و فضیلت حضور صلعم کی نسبت کی وجہ سے ہے ——— حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ "سلسلۃ الذہب" میں آیۃ مذکورہ کی تشریح میں فرماتے ہیں ؎

این بود نزد عارف آگاہ | کہ خدا را ز لوث رجس فساد
ہست تطہیر اہل بیت مراد | نیست پوشیدہ بر ذوی الافہام
کہ بود رجس بدترین آثام | چو بود رجس زلت و عصیان
نیست تطہیر آن بجز غفران | پس ہمہ اہل بیت مغفور اند

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق واما ولد زنیۃ واما حملتہ امہ فی غیر طھر۔

جو شخص میرے آل کا حق نہیں جانا اس کے تین اسباب ہوں گے، وہ منافق ہوگا یا ولد الزنا، یا اسکی ماں کو ایام حیض میں استقرار حمل ہوا ہوگا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:—

من ابغض اھل البیت فھو منافق : وہ شخص جو اہلبیت اطہار سے بغض وکینہ رکھتا ہے، وہ منافق ہے"۔

ذیل کے اس واقعہ سے بحسن وخوبی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سادات کا مقام کیا ہے اور ان کی تعظیم کیسی ہونی چاہیئے۔

قاضی شہاب الدین ایک خدا ترس بزرگ تھے۔ آپ کے زمانے میں سید اجمل نامی ایک سیدزادہ رہتے تھے۔ اور وہ علوم ظاہری سے بے بہرہ تھے۔ قاضی صاحب اور سید صاحب کو اکثر بادشاہوں کی محفل میں مدعو کیا جاتا تھا۔ ایکمرتبہ بادشاہ کی محفل میں آگے اور پیچھے بیٹھنے پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے کہ میں عالم ہوں مجھے آگے جگہ دو اور تم پیچھے بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ عالم کا مرتبہ تم سے زیادہ ہے۔ پھر کہنے لگے کہ ایک عالم جو سید نہ ہو اور ایک سید جو عالم نہ ہو تو دونوں کا مرتبہ برابر ہے۔ نیز کہا کہ ہماری عالمیت تو مسلم ہے، مگر تمہارا نسب مشکوک ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تم پر ہمیں ترجیح دینی چاہیئے۔ اسی محفل میں قاضی صاحب کے استاذ بھی موجود تھے۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ناراض ہو گئے اور ان سے قطع تعلق فرمالیا قاضی صاحب جب ان حالات سے دوچار ہوئے تو توبہ کر لیا اور ایک کتاب "مناقب السادات" جس میں اہلبیت کی تعظیم وتکریم اور ان کے حقوق کو نہایت ہی بصیرت افروز انداز میں لکھا۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مخاطب ہوئے: تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ سید اجمل سے معافی مانگو اور انہیں خوش کرو۔ آپ بیدار ہوئے اور فوراً سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے معافی مانگی اور توبہ کیا پھر کتاب مذکور کو تحریر فرمایا۔

حضرت ملّا علی قاری شرح فقہ اکبر میں نقل فرماتے ہیں کہ من قال لعلوی علویا قصدا الاستخفاف فقد کفر۔ جو شخص حقارت سے کسی سید زادے کو چھوٹا سید کہیگا بلاشبہ وہ مرتکب کفر ہوا۔

دیلمی نقل کرتے ہیں کہ اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی : خدائے تعالیٰ اس شخص سے نہایت ہی غضب ناک ہوتا ہے جو مجھے یا میرے آل کو کوئی تکلیف دے۔

مذکورہ ارشادات سے پتہ چلا کہ ساداتِ کرام کا احترام کرنا اور حضور صلعم کی اس نسبت کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے ۔ شیخ الہند اخبار الاخیار میں شیخ امانؒ پانی پتی سے نقل فرماتے ہیں" علامت کمال محبت آں ہست کہ از محبوب متعلقان او تجاوز کند پس علامت کمال محبت حق آں باشد کہ بمحبت او متابعت پیغمبر کند و علامت محبت پیغمبر آں کہ بمحبت اہل بیت او سرایت کند"۔

کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے متعلقین سے محبوب کی خاطر تجاوز کر جائیں اور حق کے ساتھ کمال محبت اطاعت رسول میں زیادتی کرے اور پیغمبر کے ساتھ کمال محبت یہ ہے کہ اہلبیت اطہار سے محبت و تعظیم میں زیادتی کریں۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاءؒ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یکبارہ درمیان درس دہ بار برخاست ونشست گفتند چہ حال ہست، گفت علوی زادہ بر در بازی میکند گوی وچوگاں می بازد، وہر بار کہ در برابر من آید حرمت او را برمی خیزم کہ روا نبود، فرزند رسول علیہ السلام آید ومن بر نخیزم ـــــ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے، دوران درس آپ دس بار اٹھے اور بیٹھے۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک سیدزادہ دروازے پر گیند بلا کھیل رہا تھا، وہ جس وقت میرے مقابل آتا میں اسکی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا، کیونکہ یہ روا نہیں کہ فرزند رسول آئے اور میں کھڑا نہ ہوجاؤں؟

نیز ایک جگہ شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ "اگر در وقت درس او از طفلان سادات بازی کناں در آن کوچہ می رسیدند، او کتاب در دست گرفتہ و بایستادے وما دام کہ ایشاں استادہ بودندے او را مجال نشستن نبودے"ـــــ اگر درس وتدریس کے وقت سادات کے بچے کھیلتے ہوئے اس گلی میں آجائیں جہاں آپ درس میں مشغول رہتے تو فوراً کتاب کو ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوجاتے، جبتک وہ بچے وہاں ٹھہرے رہتے آپ میں بیٹھنے کی مجال نہ ہوتی۔

اسی ضمن میں جلیل القدر اصحاب کا طرز وطریقہ ملاحظہ فرمائیں:-

شیخ الہند در ترجمۂ مشکوٰۃ میگوید کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ودیگر اصحاب چوں حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما را در حالت سواری دیدے فرود آمدے وچوں آں ہر دو امام سوار بودے رکاب مبارک را بوسیدے

شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکوٰۃ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں، جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر اصحاب جب حضرات حسنینؓ کو حالت سواری میں دیکھ لیتے تو تعظیماً نیچے اتر جاتے اور جب ان کو سواری پر پاتے، تو رکاب مبارک کو بوسہ دیتے۔

شیخ الہندؒ کے اس مقولہ کو حضرت باقرآگاہؒ مدراسی نے اپنی کتاب "ریاض الجنان" میں ابیات کی شکل میں اس طرح پیش فرمایا ہے۔ ؎

اور رہو کر سوار جب شیخین ‏ ‏ ‏ جاتے کوئی راہ میں یا کہ ذی النورین
اور عباس و مرتضیٰ اے یار ‏ ‏ ‏ ہوتے تھے اون دونوسی راہ میں دوچار
جلد اوترتے تھے تینو مرکب سے ‏ ‏ ‏ اور چلتے پیادہ سات اون کے
اور ہوتا تھا جب سوار حسنؓ ‏ ‏ ‏ وہ حبیب خدا کا من موہن
ابن عباس اور دگر اصحاب ‏ ‏ ‏ آپ کرتے تھے اوسکی دونو رکاب
اور چلتے تھے اوسکے کچھ ہمراہ ‏ ‏ ‏ بوجتے اوس میں اپنی عزت وجاہ

نیز حضرت باقرآگاہؒ کی ایک اور تصنیف "ہشت بہشت" کے ان اشعار سے مزید وضاحت ہوتی ہے ؎

اور شافعی وہ امام امت ‏ ‏ ‏ تھے جس سے قوی نبیؐ کی ملت
رکھتا تھا حب آل اطہار ‏ ‏ ‏ یہاں تک کہ خوارج تبہ کار
کرتے تھے بغض اسکو منسوب ‏ ‏ ‏ بہوت اوس سے ہے اسمیں نظم مرغوب

کرتا ہوں بشوق دل بیاں میں

دو بیت کا ترجمہ یہاں میں

اے آلِ رسولؐ ذی المناقب

الفت ہے تمہاری سب پہ واجب

قرآں میں حق کہا ہے یہ بات

پس تم کو یہ قدر ہو مباہات

کہ جو نہ پڑھے درود تم پہ

ہے اوس کی نماز ناروا تر

اس آخری بیت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے پاس قعدۂ اخیرہ میں جو درود بھیجتے ہیں وہ سنت مؤکدہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فرض ہے۔

مذکورہ ارشادات و دلائل کو دیکھنے کے بعد ہر ذوی الافہام پہ اچھی طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سید السادات کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے۔

اور ان کی تعظیم و تکریم ہم پر کتنی ضروری ہے۔ جلیل القدر اصحاب کرام و اسلافِ عظام کے طرز و طریقے اور آلِ رسولؐ کے ساتھ ان کی محبت کیسی رہی۔ جب تک ہر آدمی ان باتوں کو نہیں اپنائے گا، انہیں شفاعتِ رسولؐ بھی ممکن نہیں۔ غرض بہتر اور عمدہ صورت یہی ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خود کو منسوب کرے تو وہاں عقل کی باگ ڈور کو کمزور چھوڑ کر اطاعت و اتباع کو مضبوطی سے تھام لیں۔

وما علینا الا البلاغ

صدائے دل

رشحۂ قلم
حافظ مولوی محمد بشیر الحق قریشی
لطیفی ادھونی ادیب فاضل
(مدراس یونیورسٹی)

جہاں جائیں وہاں تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل یاد آتا ہے

ہندوستان میں اسلامی تاریخ کی جو رنگا رنگی دلکشی اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ اس کا انحصار حضرات صوفیائے کرام اولیائے عظام کی ذوات بابرکت ہی سے قائم ہے۔ اگر ان نفوس قدسیہ کی قابل ذکر اور زندۂ جاوید خدمات پر پردہ ڈالا گیا تو ہندوستان کی علمی، ادبی، اصلاحی اور عرفانی تاریخ سے لطافت اور رعنائی جاتی رہیگی۔ یہ ان ہی اصحاب پاک طینت کا فیض ہے جو آج ہند کا ہر گوشہ گوشہ اسلام کی ضیا پاش کرنوں سے چمکتا دمکتا نظر آرہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ناسوت سے پردہ فرمانے کے بعد جب کبھی مخالفین معاندین اسلام کی بیخ کنی پر کمربستہ ہوئے تو ان ہی اولیائے کرام، صوفیائے عظام، علماء ذی احتشام نے اس ہلاکت خیز جارحیت کا قلع قمع کیا اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو علم و حکمت سے روشناس کرتے ہوئے تزکیۂ نفس کی تعلیم دیتے رہے۔

اسی تبلیغی اور اصلاحی مشن میں **خانوادۂ اقطاب** ویلور خصوصیت کا حامل ہے۔ جو تقریباً تین صدیوں سے وقت کی چیرہ دستیوں کا جواں ہمتی سے مقابلہ کرتے ہوئے تبلیغ دین کے ساتھ خانقاہی نظام برقرار رکھے ہوئے ہے جس کے فیوض و برکات سے آج خطۂ جنوب علم و ادب کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ اسی مقدس اور برگزیدہ خاندان کے مورث **حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری** علیہ رحمۃ الباری نے بحکم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ویلور میں سکونت اختیار کی اور علم دین، تبلیغ اور نشر و اشاعت کیلئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، جو آگے چل کر دار العلوم لطیفیہ کے نام سے موسوم اور مشہور ہوا۔ حضرت کے سفر آخرت کے بعد آپ کے فرزند **حضرت مولانا رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی** رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ تدریس کی رفتار تیز کردی اور اس کے دائرہ کو وسیع کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک کتبخانہ بھی قائم کیا، جو آج کئی ایک قلمی نسخوں اور نادر و نایاب کتابوں کا مخزن ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا قابل قدر اقدام یہ بھی رہا کہ اس درسگاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر فرمائی تاکہ علم شریعت کے ساتھ علم تصوف کو بھی فروغ ہو سکے۔ اور یہاں کا تربیت یافتہ "درکف جام شریعت در

کفِ سنداں عشق" کا مصداق اور مظہر ہو۔

حضرت قوبیؒ علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ آپ کی اولاد امجاد میں اس دارالعلوم، اور خانقاہ کی سرپرستی چلی آرہی ہے، اور اب موجودہ دور میں اعلیحضرت مولٰنا مولوی [illegible] قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، دارالعلوم کے سرپرست اور خانقاہِ عالیہ کے سجادہ نشین ہیں اور اپنے اٰباؤ اجدادؒ کی طرح جذبۂ صادق کے ساتھ بقدر ذوق مستان مئے عرفان تقسیم کر رہے ہیں، اور حضرت مولٰنا ابو الصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری، دارالعلوم کے تاریخی کتب خانہ و دارالاقامۃ کے نگران ہیں ——— اور حضرت مولٰنا ابوالحسن صدر الدین سید محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A دامت برکاتہم العالیہ، دارالعلوم کے ناظمِ اعلیٰ اور انجمن دائرۃ المعارف کے صدر رہیں۔

الحمدللہ تینوں حضرات کرام اپنی اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف عمل ہیں اور قومی و ملی خدمات کا جذبہ جو ورثتہً ملا ہے بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ جب مجھ میں علمی شوق بیدار ہوا تو مجھے ایک ایسا ماحول ملا جو بقول حضرت جامی علیہ الرحمہ ؎

خوشا مسجد و مکتب و خانقاہ
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

اور اسی پُرفضا ماحول میں میری علمی نشوونما اور اخلاقی پرداخت ہوئی۔ مجھے ایک ایسے دارالعلوم کے طالب العلم رہنے کا شرف حاصل ہے جو اپنے دامن میں تین سو ۳۰۰ سالہ زرین تاریخ، مثالی روایات اور شاندار خصوصیات رکھتا ہے۔ اسی نے مجھے سنوارا، نکھارا، ایک رُوپ بخشا، جس کی آغوش تربیت میں میری زندگی کا ایک حصّہ گذرا اور اسکی مشفقانہ تربیت اور بے پناہ محبّت و الفت نے مجھ سے احساس غریب الوطنی کو مٹایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس چاردیواری کے اندر میری زندگی کے سات سال ایسے بیتے کہ کبھی یہ طویل مدت مجھ پر گراں نہ گذری۔ دارالاقامہ کی زندگی بھی کچھ عجیب پُرسکون، اور اطمینان بخش ہوتی ہے جسکی قدر و منزلت، اور اہمیت اس دور سے گذرنے پر ہوا کرتی ہے۔ اور اسوقت ہر طالب یہی تمنا اور آرزو رکھتا ہے۔ کاش یہ سہانا دور کبھی ختم نہ ہوتا۔ آج میرے فانوس قلب میں بھی یہی شمع امید کی لو تیز ہو رہی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو! جبکہ میں لطیفیہ کے ماحول میں کیف و مستی کا سماں اور زندگی کی بہاریں دیکھا ہوں طلبا کی باہمی محبت و الفت، انسانی ہمدردی اور بھائی چارگی قابل دید ہے۔ حتیٰ کہ ان میں،

رنگ ونسل اور علاقائی عصبیت کی بو باس تک نہیں۔ ہر ایک اخوت و مساوات کی اعلےٰ قدروں کو تھامے نظر آتا ہے۔ یہ ایسی خوبی ہے جو آج کی انگریزی درسگاہوں میں شاید ہی دیکھنے اور سننے میں آئے۔

لطیفیہ سے میں نے دو اہم چیزوں کو بڑی سرعت سے اپنایا:۔

اولاً اخلاق

ثانیاً ادبی مذاق

اخلاق سے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے۔ مربیان دارالعلوم خود "اخلاق" کے پیکر ہیں جن کا اثر لازماً طلباء میں بھی آنا ضروری ہے۔

میرا ادبی ذوق، انجمن دائرۃ المعارف کی دین ہے۔ اس سے ہر سال پابندی کے ساتھ سالنامہ "اللطیف" شائع ہوتا ہے، جو دارالعلوم اور انجمن کا ترجمان ہے، جس میں میرا پہلا مضمون "اخبار اور اس کا مطالعہ" شائع ہوا۔ اس پر حضرت قبلہ ناظم صاحب نے میری کچھ ایسی حوصلہ افزائی فرمائی جو میرے ادبی ذوق کا باعث بنی اور آج میں "ادب برائے زندگی" کے نظرئے پر پہنچا ہوں۔ لطیفیہ سے میں نے کیا کچھ حاصل کیا فی الوقت اس کا تذکرہ مقصود نہیں اور نہ ہی میری نوکِ قلم میں اتنی توانائی ہے، جو ایک ایسے محسن کے فیض کا احاطہ کر سکے جس سے میری شخصیت اُجاگر ہوئی۔

لطیفیہ کے فیضانِ عظیم سے متعلق جس قدر بھی کہا جائے بالآخر یہی کہنا ہوگا ع

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج مجھے دارالعلوم کے اس جلسۂ تقسیم اسناد و عبا پوشی پر انتہا سے زیادہ خوشی و مسرت ہو رہی ہے جس میں احقر کو مولوی عالم کی تکمیل پر سندِ تحصیل اور عبا سے نوازا جا رہا ہے۔ اس پُر کیف و سرور آگیں موقع پر میں اپنے مربیانِ عظام اور اساتذۂ کرام کی خدمات میں گلدستۂ عقیدت اور ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ خدائے تعالیٰ مجھے اور دیگر فارغین حافظ محمد نیاز احمد ینمبوری اور حافظ محمد شفیع اللہ ولنیور کو بھی اہلِ بیت اطہر کے وسیلہ سے مزید علمی ترقیاں نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پیشِ یار می رقصم

یار کے آگے رقصاں ہوں

پیشکش
سید عیسیٰ علی قادری
عرف اشرف صاحب
حیدرآباد (اے-پی)

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم
مگر نازم بہ آں ذوقی کہ پیشِ یار می رقصم

نہیں معلوم کہ میں محبوب کے دیدار کے وقت کیوں رقصاں ہوں - مگر مجھے اس ذوق و شوق پہ فخر و ناز ہے کہ یار کے آگے رقصاں ہوں

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

تم لمحہ بہ لمحہ نغمہ سرائی میں مشغول ہو اور میں ہر بار رقصاں رہوں - اے یار تم جس طرز سے بھی مجھے رقص میں لاؤ گے میں رقصاں ہوں

بیا جاناں تماشا کن در انبوہِ جاں بازاں
بصد ساماںِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

اے میرے محبوب آ اور دیکھ کہ میں جانبازوں کے ہجوم میں - سینکڑوں سامانِ رسوائی کے ساتھ سرِ بازار کس طرح رقصاں ہوں

خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جبہ و دستار می رقصم

کتنی اچھی ہے وہ رندی جس پہ سینکڑوں پرہیز گاریوں کو قربان کردوں - اور یہ تقویٰ کیا ہی اچھا ہے کہ میں جبہ و دستار کے ساتھ رقصاں ہوں

تو آں قاتل کہ از بہرِ تماشا خونِ من ریزی
من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

تم وہ قاتل ہو کہ اپنے شوقِ تماشا کیلئے میرا خون بہا رہے ہو - اور میں ایسا زخمی ہوں کہ تمہارے خونخوار خنجر کے نیچے رقصاں ہوں

اگرچہ قطرۂ شبنم نہ پاید بر سرِ خارے
منم آں قطرۂ شبنم بہ نوکِ خار می رقصم

اگرچہ کہ شبنم کا قطرہ کانٹے کی نوک پر نہیں ٹھہرتا ہے لیکن میں وہ قطرۂ شبنم ہوں جو کانٹے کی نوک پہ بھی رقصاں ہوں

سراپا بر سراپائے خودم از بیخودی قرباں
بہ گردِ مرکزِ خود صورتِ پرکار می رقصم

میری بیخودی کا یہ عالم ہے کہ میں خود اپنے آپ پہ قربان ہوا جا رہا ہوں - اور پرکار کی طرح اپنے ہی مرکز پہ رقصاں ہوں

منم عثمانِ ہارونی کہ یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بر دار می رقصم

میں عثمان ہارونی ہوں حضرت شیخ منصور میرے یار ہیں — اُدھر ایک جماعت ملامت کر رہی ہے اور ادھر میں دار پہ رقصاں ہوں

اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور (الآیۃ)

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ

از: سید منیر محی الدین ندلوری
متعلم زمرۂ رابعہ جلوبیہ
دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جو پیغام رحمت دیا تھا اس کو اولیاء کرام و صوفیائے عظام نے اپنی پوری جد وجہد و جانفشانیوں سے دنیا کے چپہ چپہ میں پہنچا دیا اور مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے بچاتے ہوئے صراطِ مستقیم پہ لا کھڑا کیا۔ ان میں سے ایک مشہور و معروف اور برگزیدہ شخصیت پیشوائے صوفیاء، لسان القوم، اعبد المشائخ، طاؤس العلماء، سلطان المحققین، سید الطائفہ ابو القاسم حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی ہے۔

آپ ۱۱ شعبان المعظم ۱۵۷ھ بروز چہارشنبہ بعد نمازِ عشا کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔ آپ کے آبا و اجداد نہاوند کے رہنے والے تھے، جو ایران کے صوبۂ جبال کا ایک خوب صورت شہر تھا۔ آپ کے والد بزرگوار قواریری شیشہ گر کے نام سے مشہور تھے۔ اور حضرت جنید بغدادیؒ خزاز یعنی ریشم کے سوداگر کے نام سے پکارے جاتے تھے اور آپ کے ماموں امام سری سقطی علیہ الرحمہ ایک بڑے پایہ کے ولی گذرے ہیں۔ آپ مسالہ کی تجارت فرماتے تھے۔ آپ کا پورا خاندان تاجروں کا تھا۔ اپنی دیانتداری ایمانداری کی وجہ سے پورے بغداد میں ایک خاص شہرت حاصل کی تھی۔

ابھی آپ کا سن مبارک چھ سال کا تھا کہ ایک دن آپ سیدھے مدرسے سے گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ والد بزرگوار کے آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ مضطرب ہو کر دریافت فرمایا۔ والد نے کہا بیٹا تم ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے ہو، ابھی تمہاری سمجھ میں یہ بات نہ آئیگی کہ یہ آنسو کس لئے بہہ رہے ہیں۔ لیکن بار بار اصرار کرنے پر والد بزرگوار کہنے پر مجبور ہو گئے، فرمایا کہ زکوٰۃ کا مال لیکر تمہارے ماموں صاحب کے پاس گیا تھا لیکن انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، مجھے رنج و غم صرف اس بات پر ہے کہ جس مال کے لئے میں نے عمر عزیز ضائع کر دی ہے کیا وہ مال اتنا نامراد ہے جس کو اللہ کے ولی پسند نہ کریں۔ آپ نے والد بزرگوار سے زکوٰۃ کا مال طلب کیا اور خود ماموں صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔ دستک دی تو اندر سے آواز آئی کون ہے۔ آپ نے کہا میں جنید ہوں اور مال زکوٰۃ لایا ہوں آپ اس کو قبول فرمالیں۔ غصہ سے بھر اوپر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا، ہرگز میں اس مال کو قبول نہیں کروں گا۔ آپ بار بار اصرار کرتے رہے لیکن نفی میں جواب ملتا رہا۔ آپ سے رہا نہیں گیا،

فرمایا کہ مہربانی فرما کر خدا کے لئے اس مال کو قبول فرما لیجئے۔ اُس خدا کے لئے جس نے آپ پر فضل اور میرے والد پر عدل فرمایا ہے۔ ان کلمات کو کمسن لڑکے کی زبان سے سن کر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ آپ کا چہرہ دیکھتے رہ گئے اور مخاطب ہو کر پوچھنے لگے، فرزند! خدا نے مجھ پر کیا فضل کیا؟ اور تمہارے والد پر کیا عدل کیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے سنجیدگی اور شگفتگی سے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ پر فضل یہ کیا کہ آپ کو درویشی عطا کی ہے اور میرے والد پر عدل یہ کیا کہ دنیوی کاروبار میں محنت و دیانتداری کی وجہ سے خوش ہو کر اتنا منافع عطا فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو گئے اور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے والد بزرگوار کی خواہش ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے زکوٰۃ کا مال اس کے حقداروں تک پہنچا دیں تاکہ اپنی ذمہ داری پوری ہو جائے۔ لہٰذا آپ کو اختیار ہے کہ آپ اسے پسند کریں یا ناپسند۔

حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا' اس سے پہلے کہ میں زکوٰۃ کے مال کو قبول کر لوں، تمہیں قبول کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے بعد سے آپ شیخ سری سقطی کے زیر تربیت رہے۔ ایک سال کے بعد جب والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مستقل طور پر آپ شیخ سری سقطی کے یہاں آ گئے۔ اور علوم باطنی و ظاہری کی تحصیل میں کوشاں رہے۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور آپ کو اس گروہ سے وابستگی تھی جن کے سالار کارواں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی عمر سات سال کی تھی، حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے اپنے ساتھ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے لے گئے۔ ایک دن خانۂ کعبہ میں چار سَو پیران طریقت کا مقدس اجتماع تھا۔ اتفاقاً اجتماع میں مسئلہ شُکر کی بحث چھڑ گئی اور ہر ایک نے اپنی اپنی فہم و فراست کے تحت مسئلہ پر بحث کی۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اے جنید تم بھی کچھ کہو۔ حکم کی تعمیل میں حضرت جنید علیہ الرحمہ نے تھوڑی دیر مراقبہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا' "شکر یہ ہے کہ جس کو حقتعالیٰ کی نعمت عطا کی گئی ہے اس کے بدلہ میں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے بلکہ حق تعالیٰ کا فرماں بردار و مطیع بنا رہے۔ آپ کا ارشاد مبارک تمام پیران طریقت کو پسند آیا۔ تمام ایک آواز ہو کر فرمانے لگے، اے ہمارے آنکھوں کی روشنی، تونے بہت اچھا کہا۔ سب متفق ہو کر کہنے لگے کہ اس سے بہتر کوئی نہیں کہہ سکتا۔

پھر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا اے فرزند یہ تم نے کہاں سے سیکھا ہے؟ حضرت جنیدؒ فرمانے لگے، آپ کی ہمنشینی کی برکت سے۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپس بغداد آئے اور آئنہ فروشی میں مشغول ہو گئے۔ ہر روز دکان پر جاتے اور پردہ چھوڑ دیتے' پھر چار سَو رکعت نماز ادا کرتے۔ ایک مدت اسی طرح گزری اور دکان کو ترک فرما دیا۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کے مکان کی ایک کوٹھڑی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ اور اپنے قلب کی حفاظت کرنے لگے اور مراقبے کی حالت میں مصلیٰ تک نیچے سے

نکال کر پھینک دیتے تاکہ ان کے خاطر پہ سوائے خدائے عزّو جل کے کوئی چیز نہ گذرے۔ چالیس سال تک اسی طرح گوشہ نشین رہے۔ تیس سال تک آپ نماز عشاء سے صبح تک کھڑے ہوکر اللہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ فرماتے ہیں کہ چالیس سال گذر جانے کے بعد یہ گمان ہونے لگا کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ایک غیبی ندا آئی کہ اے جنید ابھی تم مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے ہو لیکن اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہیں تمہارے زنار کا گوشہ دکھاؤں۔

حضرت جنید علیہ الرحمہ نے عرض کیا اے خداوند! جنید کا کیا گناہ ہے' تو ندا آئی ابھی تم موجود ہو۔ حضرت جنید نے ایک آہ کھینچی اور سر جھکاتے ہوئے من لم یکن للوصال اھلاً فکل حسناتہ ذنوب کہہ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

ہر زمانہ میں اللہ کے نیک بندوں کے مخالفین پائے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت جنید بغدادیؒ کی مخالفت کرتے ہوئے بعض ظاہر پرستوں نے خلیفۂ وقت کے کان بھرنا شروع کیا اور آپکے فلسفۂ توحید کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہوئے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو اس سے باز رکھئے' کیونکہ لوگ اسکی وجہ سے فتنہ و فساد میں گرفتار ہو جائیں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہم ان کو بغیر کسی حجت کے منع نہیں کر سکتے لہٰذا اس نے اپنی ایک کنیز کو جسے تین ہزار درہم میں خریدا تھا جو بہت ہی حسین و جمیل تھی نفیس پوشاک پہنا کر زر و جواہرات سے آراستہ کیا اور ہدایت کی' کہ فلاں جگہ جنید کے آگے جانے کے بعد اپنے نقاب کو اُلٹ کر بڑے ہی انداز کے ساتھ اپنے آپ کو دکھانا اور کہنا کہ میرے پاس بہت سامال ہے لیکن طبیعت دنیا کے کاروبار سے اُکتا گئی ہے' میں آپکے پاس اس لئے حاضر ہوی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول فرمائیں تاکہ آپ کے ساتھ رہ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہوں اور میرا دل اب یہی چاہتا ہے کہ آپ کے سوا کسی کے پاس نہ بیٹھوں۔ اسی طرح جہاں تک ہو سکے خوشامدی کرنا اور ایک خادم کو اس کے ہمراہ کر دیا تاکہ حقیقت حال سے مطلع کرے۔

غرض کنیز آپکے پاس آئی اور نقاب اُلٹ کر اُسے جو کچھ سکھایا گیا تھا کہنے لگی اور اصرار کرنے لگی حضرت جنید قدس سرہ العزیز اپنی گردن جھکائے سب کچھ سنتے رہے' پھر اچانک آپ نے سر مبارک کو اٹھایا اور آہ آہ کرتے ہوئے لونڈی پر پھونک دیا۔ اسی وقت لونڈی زمین پہ گر پڑی اور ختم ہوگئی۔ جب خلیفہ کو اس کی اطلاع ملی تو خلیفہ آگ بگولہ ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور کہنے لگا آپ اپنی عبادت و ریاضت کے جوش میں میری کنیز خاص کو جلا ڈالے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا اے امیر المومنین کیا تو چاہتا ہے کہ میری چالیس سال کی عبادت و ریاضت کو خاک میں ملا دے' اور برباد کرے۔ لیکن خدائے تعالیٰ حفاظت کرنے والا ہے' وہ جسکو چاہے حفاظت کرتا ہے' اور جس کو چاہے برباد کرتا ہے۔ سب اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ خلیفہ نے کہا یہ تم بھول گئے کہ اللہ اپنے بندوں سے عفو و گذر اور رحم کی توقع رکھتا

ہے۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ نیچی نگاہ سے جواب دیا "یہ میرے زہد ہی کا رحم تو ہے کہ میں تمہارے ظالم چہرے کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ اگر میں کنیز پہ رحم کرتا تو خود مجھ پہ ظلم ثابت ہوتا۔ اس سے پہلے کہ میں نگاہ اٹھا کر تمہارے اگلے سوال کا جواب دوں بہتر ہوگا کہ تم اپنے ظلمکدے کو واپس چلے جاؤ" جو ابھی تک راکھ ہونے سے بچا ہوا ہے۔

خلیفہ نے لرزہ بر اندام ہو کر حضرت سے معافی چاہی اور آپ سے کہا کہ بغداد کے علماء آپ کے فلسفۂ توحید کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے متفقہ درخواست کی گئی کہ میں تم کو شریعت کے آڑ میں لیکر سولی پہ چڑھا دوں۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ خلیفہ کی بات کو قطع کرتے ہوئے کہا "لیکن وہ بھول گئے کہ میرے ایک ہاتھ میں شریعت ہے اور دوسرے ہاتھ میں توحید۔ میں جو کچھ کہتا ہوں، میں نہیں میرا خدا کہتا ہے، تمہارے علماء کی سمجھ میں نہیں آتا، میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں جو شریعت کو سمجھتے ہیں اور خدا کو بھی۔ خلیفہ متعجب ہوا اور اسکی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ نہایت ادب کے ساتھ عقیدت بھرے انداز میں آپ کے دستِ مبارک کو چومتے ہوئے واپس محل لوٹ آیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ جب تک ان کے پیر و مرشد بقید حیات ہیں وہ وعظ و نصیحت کے مسند پہ نہیں بیٹھیں گے۔ لیکن دوسری طرف آپ کے پیر و مرشد کا ارشاد ہوتا کہ وہ لوگوں میں جائیں اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں۔ حضرت جنیدؒ ادب کی وجہ سے شیخ کو کوئی جواب نہیں دیتے تھے لیکن ان کے دل میں ہر وقت کشمکش رہتی کہ ایک طرف ان کے شیخ بار بار اصرار کر رہے ہیں اور دوسری طرف منبر پہ بیٹھنے کے لئے شیخ کا ادب ملحوظ تھا۔

ایک رات حضرت جنیدؒ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوی۔ آپؐ نے فرمایا "اے جنید خدا نے تمہاری زبان کو خلق کی نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔ حضرت جنیدؒ خواب سے بیدار ہوئے، تو مسرور ہو رہے تھے اور اپنی قسمت پہ ناز کر رہے تھے، کہ مجھے سرکار دو عالمؐ خود منبر پہ بیٹھنے اور وعظ و نصیحت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ اپنے سطح ذہن پہ اس خیال کو لا ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، شاید شیخ اور مرید کے درمیان اور جو ادب کی دیوار حائل تھی اس کو منہدم کر دیا گیا ہے اور شیخ سے بھی میرا مرتبہ بلند فرمایا ہے۔ اچانک حضرت شیخ سری سقطی کے ایک شاگرد نے دروازہ پہ دستک دی۔ حضرت جنیدؒ نے دروازہ کھولا اور اسے احترام کے ساتھ اندر آنے کی دعوت دی لیکن اس نے جواب دیا "جنیدؒ میری حیثیت اس وقت شیخ کے ایک قاصد کی ہے شیخ نے فرمایا، جنید سے کہہ دینا کہ تم سے تمہارے ساتھیوں نے وعظ و نصیحت کے لئے بہت کچھ اصرار کیا لیکن تم نہ مانے اور تم نہ بغداد کے شیوخ کی بھی سفارش کو قبول نہ کی اور نہ میرا حکم بھی تم نے خاطر میں لایا لیکن اب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرما دیا ہے۔ خبردار آپ اس میں تاخیر نہ کرو اور تعمیل

میں عجلت سے کام لو۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ اسی لمحہ سجدہ میں گر گئے۔ اور ان کے سطح ذہن پر شیخ کے متعلق جو گستاخانہ خیالات ابھرے ان پر ندامت کے آنسو بہانے لگے اور معافی چاہنے لگے۔

حضرت جنیدؒ معذرت کی غرض سے شیخ کی خدمت میں حاضری دی۔ شیخ نے مسکراتے ہوئے سینے سے لگالیا۔ اور فرمایا فرزند تمہیں نادم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اور روحانیت کے سفر میں شیطان قدم قدم پر بہکاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے شیطان سے اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ حضرت جنیدؒ نے شیخ سے دریافت فرمایا، شیخ کیا مجھے یہ بتائیں گے کہ آپ کو میرے خواب کا علم کیسے ہوگیا؟ شیخ نے مختصر سے جواب میں ارشاد فرمایا، میں نے خواب میں خدا کو دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آج رات اپنے محبوب کو جنید کے پاس بھیجا ہے۔

حضرت جنیدؒ ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک اجنبی حاضر ہوا اور کہا حضرت آپ کا وعظ شہر ہی میں تاثیر بخش ہے یا جنگلوں اور بیابانوں میں بھی رشد و ہدایت کا موجب بنتا ہے۔ آپ حقیقت حال دریافت فرمائی۔ اجنبی نے عرض کیا کہ جنگل میں فلاں مقام پر چند مے خوار نشہ میں بدمست رقص و سرود سے تسکین نفس میں مشغول ہیں کہ آپ کا وعظ ان پر اثر نہیں کرتا؟ آپ اسی وقت چہرے پر نقاب ڈال کر جنگل کی جانب چل پڑے۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو مے خوار وہاں سے کھسکنے لگے، آپ نے انہیں پکارا کہ تمہیں مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی تمہارا ہم پیالہ اور ہم مشروب ہوں۔ مجھے بھی شریک محفل کرو۔ شہر میں تو پینا مشکل ہے، اس لئے اس ویرانے میں، چلا آیا ہوں۔ اور مینا و ساغر کا طالب ہوں تاکہ نشاط زندگی سے لطف اندوز ہوسکوں۔ ارباب محفل نے کہا افسوس آپ ایسے وقت آئے جب پینے پلانے کے لئے کچھ نہیں رہا۔ اگر طلب صادق ہو تو شہر سے منگوائی جاسکتی ہے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ایسا ڈھنگ نہیں آتا کہ شراب تمہارے پاس خود بخود ہی آجایا کرے۔ ایسا تو کوئی صاحب کمال ہی کرسکتا ہے، ارشاد ہوا آؤ میں تمہیں ایک ایسا راز بتاؤں، کہ شراب تمہارے پاس خود بخود آجائے اور اس کا مزہ اور لطف اور نشہ بھی دیدنی ہو۔ وہ سب پیکر اشتیاق بن گئے اور کہا کہ یہ کمال تو ضرور ہی سکھا دیجئے فرمایا تم سب غسل کرکے اور پاکیزہ لباس زیب تن کرکے میرے پاس آؤ، وہ سب نہا دھو کر صاف ستھرے لباس پہن کر حاضر بارگاہ ہوئے پھر سب لوگ نماز کی نیت باندھ کر رب العالمین کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑے ہوجاؤ۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو آپ یوں دست بدعا ہوئے، کہ رب العالمین تو خواہ انہیں ہدایت دے یا عصیان و گمراہی کے گڑھے میں پھینک دے۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ کی دعا مستجاب بارگاہ ہوئی۔ اور وہ سب رشد

وہ ہدایت سے مستفید ہوئے۔

ایک شاگرد نے حضرت جنیدؒ بغدادی سے سوال کیا کہ ترک دنیا سے کیا مراد ہے؟ حضرت جنیدؒ بغدادی نے جواب دیا، دنیا میں رہتے ہوئے بھی آدمی کو دنیا نظر نہ آنا۔ شاگرد نے حیرت سے پوچھا یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہوئے جواب دیتے ہیں، جب میں تمہاری عمر کا تھا تو میں نے بھی حضرت محاسبی علیہ الرحمہ سے اسطرح سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ آؤ آج بغداد کے سب سے مشہور بازار کی سیر کریں۔ چنانچہ میں اور وہ بغداد کے مشہور و خوبصورت بازار کی طرف مڑ گئے جیسے ہی ہم بازار کے صدر دروازے پر پہنچے میں نے دیکھا کہ میں اور شیخ ویرانے میں کھڑے ہیں۔ جہاں تک ہماری نظروں کی رسائی ہوتی رہی، وہاں تک صرف ریت کے ٹیلوں اور بگولوں کے کچھ نہ تھا۔ میں نے حیرت سے سوال کیا۔ شیخ یہاں بازار تو نظر نہیں آرہا ہے؟

حضرت محاسبی علیہ الرحمہ نے شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا، جنید یہی ترک دنیا ہے کہ آدمی دنیا میں رہتا تو ہے لیکن اس کو دنیا نظر نہ آئے۔ اون کا لباس اوڑھ لینا اور جو کی روٹی کھا لینا اور عالیشان مکانوں سے منہ موڑ کر جنگل کی طرف نکل جانا ترک دنیا نہیں ہے۔ ترک دنیا یہ ہے کہ لذیذ ترین اشیاؤں کا استعمال کرو بھی تو جو کی روٹی کا ذائقہ ملے۔ قیمتی سے قیمتی لباس پہنو بھی تو ٹاٹ کے لباس کا احساس ہو اور خوبصورت عورتوں کے درمیان گذر رہے بھی تو اس طرح گذرو جیسے بیابان میں گذر رہے ہو، لیکن جنید! یہ باتیں پڑھانے سے یا دوسروں کے سمجھانے سے اسوقت تک سمجھ میں نہ آئینگی، جب تک کہ تم خود ترک دنیا کے تجربے سے نہ گزرو۔ آؤ اب گھر چلیں۔ پھر جیسے ہی ہم اس ہولناک ویرانے سے گھر کی طرف مڑے تو اپنے کو بغداد کے اسی بارونق صدر دروازہ پہ کھڑے پایا۔

ایک بار جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو خیال آیا کہ شیطان مردود کو دیکھیں جو زبردست فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ جب آپ اس خیال کو لئے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے تو اچانک آپ کی نگاہ ایک عمر رسیدہ خوش پوش بزرگ پر پڑی، ان کی پیشانی سے عبادت کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ آپ کو یہ شبہ پیدا ہوگیا کہ یہ کوئی بزرگ ہیں۔ لیکن جوں جوں ان سے قربت ہو رہی تھی وحشت کا باعث بن رہی تھی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا، آپ کون ہیں؟ ویسے تو آپ پہ ایک عابد ہونے کا شبہ ہو رہا ہے۔ لیکن آپ کی قربت سے وحشت کیوں ہو رہی ہے۔ وہ بھی بزرگ آپ کے قریب آنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ باوجود سعی مسلسل کے آپ کا قرب نہ مل سکا، یوں محسوس ہو رہا تھا دونوں کے درمیان ایک ایسی صورتحال نمودار ہونے لگی جیسا کہ ایک اندھا شخص عصا لئے ہوئے رستہ ٹٹول رہا ہو۔ پھر اس بزرگ نے

ناامیدی سے دوچار ہوکر حضرت جنید علیہ الرحمہ سے کہا تو خوش قسمت ہے، اللہ تعالیٰ نے تیرے اور میرے درمیان ایک مضبوط دیوار حائل کردیا ہے لیکن میں وہی بدقسمت ہوں جسکو تیرے شوق نے خرافات پر اُکسایا تھا۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ کو جب یہ احساس ہونے لگا کہ وہ شیطان مردود کے روبرو کھڑے ہوئے ہیں تو آپ نے غصہ سے پوچھا مردود تجھکو کس چیز نے آدم کا سجدہ کرنے سے روکا تھا؟ شیطان مخاطب ہوکر کہنے لگا تم تو عقل وشعور کی گراں مایہ دولت سے مالا مال ہو اور خود بھی ایک عبادت گذار بندے ہو! کیا تم خود اس کا اعتراف کر سکتے ہو کہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرکے اپنی پوری عبادت ضائع کرنا چاہتے ہو۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ملعون کے سوال کا کیا جواب دیں۔ وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ غیبی ندا آئی۔ جنید یہ مردود جھوٹا ہے۔ اگر یہ میرا حکم منظور کرلیتا تو کبھی اس سے سرتابی نہ کرتا۔ ابلیس ملعون یہ سنتے ہی بلند نعرہ لگانے لگا کہ جنید خدا کی قسم تو نے مجھے جلا ڈالا۔ حضرت جنید بغدادی رح نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اب وہاں کوئی نہ تھا۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کا ایک ارشاد مبارک ہے کہ امن وسلامتی صرف ان لوگوں کو میسر ہوسکتی ہے جو اسکی تلاش میں جدوجہد کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں سے بہت دور رہتے ہیں اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی مخالفت میں نہیں ڈالتے اور جو ایسی چیزوں میں پڑنے کی کوشش نہیں کرتے، جنہیں اسلام نے منع کیا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک آتش پرست مسلمان کے بھیس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا، رسول کریم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کی فراست سے بچتے رہو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس حدیث کے رُو سے کیا مسلمانوں سے پرہیز کرنا واجب نہیں ہے؟ جنید بغدادی نے کہا پرہیز سے کہیں بہتر ہے کہ خود تو مسلمان ہوجائے تاکہ تو بھی دوسروں کو خدا کے نور سے دیکھ سکے۔ آتش پرست فوراً توبہ کیا اور کہا شیخ میں بھیس بدل کر آیا تھا، پھر بھی تم نے خدا کے نور سے مجھے پہچان لیا، میں آج سے تمہارا مذہب اختیار کرتا ہوں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ نے فرمایا مجھے وضو کراؤ۔ دوران اعضائے غسل میں انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے، آپ کا ارشاد ہوا تو خلال کیا گیا اور پھر آپ کی زبان سے تسبیح جاری ہوی اور چار انگلیاں بند تھیں، شہادت کی انگلی کھلی ہوی تھی۔ آخری سانس میں آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور آہستہ سے ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کرلیں۔ مؤرخین کہتے ہیں آپ کی وفات رجب المرجب کی ستائیسویں تاریخ بروز دوشنبہ ہوی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سے تمام اولیاء اصفیاء اتقیاء سے
خلوص وعقیدت عطا کر الٰہی

بجاہ سید المرسلین ؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت طبلِ عالم باشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دو تصرفات

از
محمد بشیر احمد چتوری
زمرۂ رابعہ
دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

اولیاء اللہ کے کرامات اور ان کے تصرفات ایک روشن حقیقت ہیں جن کا انکار صحیح و درست نہیں کیونکہ اسلام میں ایسی بے شمار ہستیاں نظر آتی ہیں جن سے اس قسم واقعات کا ظہور ہُوا ہے۔ چنانچہ میں حضرت طبل عالم باشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز تصرفات کا جائزہ لے رہا ہوں جنہیں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم مرتبہ پر فائز کیا تھا۔

تین صدی کا ایک طویل عرصہ گذرا۔ ترچناپلی پر منگما رانی کی حکمرانی تھی۔ جسکے پاس مختصر فوج تھی۔ اس کے پڑوس تنجاور کے راجہ کو یہ بات معلوم ہوگئی، تو اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوی کہ ہمارے قرب میں ایک عورت حکومت کر رہی ہے، یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم دیکھ کر خاموش رہیں، اس لئے اُس نے رانی کے نام پیغام بھیجا کہ تم عورت ذات ہو، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ تم اپنی حکومت کو ہمارے حوالے کر دو، ہم دشمنوں سے تمہاری دیکھ بھال کرلیں گے اور تم جو چاہوگی اس کو بسر و چشم پورا کرینگے۔ اس خط کا جواب فلاں تاریخ تک روانہ کردو۔ راجہ کا قاصد جب اس پیغام کو لیکر پہنچا تو رانی نے اسے اپنے وزیروں کے روبرو پیش کیا اور پوچھا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے اور خود بھی غور و فکر کرنے لگی اور پنڈتوں سے دعا کی خواستگار ہوی۔ اتنے عرصے میں جواب کا وقت ختم ہوگیا۔ راجہ نے دوسرا پیغام بھیجا جب اس کا بھی وقت ختم ہوگیا تو تیسرا اور آخری پیغام بھیجا کہ اب جو وقت دیا گیا ہے اس کے اندر اگر جواب نہ آیا تو ہم جنگ کے لئے آمادہ ہیں فلاں دن تمہارے شہر پر آگ کی بارش برسائی جائیگی۔ رانی اس خط کو پڑھتے ہی دربار میں آئی۔ تمام وزیروں اور پنڈتوں کو بلاکر دریافت کی کہ تم لوگوں نے اب تک اس خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ سب گردن جھکا کر خاموش ہوگئے۔ ان وزراء میں ایک مسلمان وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گردن اونچی کیا اور یوں کہنے لگا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں، خدا آن کی آن میں ہمیں فتح نصیب کریگا اور ہماری سلطنت باقی رہے گی۔ یہ جواب دیکر فوراً اپنے مکان واپس آیا اور دو رکعت نفل نماز ادا کیا، پھر تھوڑی دیر گردن جھکائے غور و فکر میں غرق رہا۔ کچھ دیر بعد اس کے ذہن میں ایک بات آئی، وہ فوراً اپنی ملکہ رانی کے پاس جا پہنچا اور با ادب کہنے لگا ہماری بستی میں ایک اللہ کے مقرب اور اس کے محبوب بندے ہیں جو بڑے بڑے دشمنوں یعنے رائلوں راکشسوں کے کبر و نخوت کو خاک و خون میں ملادیا ہے

آج رات ہر خاص و عام اور ملکۂ عالیہ اس اللہ والے کے
دربار میں حاضری دیکر اس شہر کی ناگہانی بلا ٹلنے کی عرضی
پیش کریں۔ اگر ان کی نظر کرم ہوئی اور وہ ہمارے ملک
کے لئے دربار خداوندی میں دعا کر دیں تو انشاء اللہ فائز المرام
یعنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور وہ بزرگ
طبل عالم بادشاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ رانی نے
اس وزیر کی بات کو بسر و چشم منظور کیا۔ اور فوراً شہر میں
منادی کرادی گئی۔ آج بعد مغرب خاص و عام چھوٹا بڑا تمام کو
حضرت طبل عالم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری
دینا ہے' اس لئے تمام اہل شہر دربار میں حاضر ہو جائیں۔ وقت
مقررہ پر رانی ارکان دولت اور رعایا کے ساتھ مزار مقدس
پر حاضری دی اور حضرت کے مواجہ میں باادب کھڑی ہو کر
اپنے اور تمام اہل شہر کے دلی مقصد کو حضرت کی بارگاہ میں
آنسو بہاتے ہوئے پیش کرتی رہی۔ تقریباً نصف گھنٹہ سر
جھکائے خاموش کھڑی رہی' پھر خدام کو مخاطب کرتے ہوئے
ان سے التماس کی کہ آپ حضرات حضور کے خدام ہیں' میرے
حق میں دعا کریں۔ اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی' اور
میرا مقصد حاصل ہو گیا تو میں آپ حضرات کی کیا خدمت کرونگی
وہ قبل از وقت کہنا مناسب نہیں۔ ان خدمتگذاروں میں
ایک مجاور آگے بڑھا جس کا نام سید نصیر الدین قلندر
الحسینی وسہروردی تھا رانی سے کہنے لگا' اس دربار سے
کوئی خالی واپس نہیں جاتا۔ یہ بزرگ جو مزار مقدس
میں لیٹے ہوئے ہیں وہ دو لاکھ راکشسوں کو نابود
کر دئیے ہیں۔ میں [illegible] سے مورچل دیتا ہوں' دو

مسلمان جو نیک متقی و پرہیزگار ہوں ان کو غسل
کے بعد دو گھوڑوں پر سوار کر کے دو مورچل دے کر
اپنی فوج کے آگے روانہ کر' پھر خدا کی اور اس کی کرشمہ
سازی کو جنگ میں دیکھ انشاء اللہ تیری فتح ہوگی۔
رانی نے مجاور کی ترکیب کے مطابق اپنی فوج آگے ان دونوں
مسلمان متقی و پرہیزگار کو مع مورچھل کے روانہ کر دیا اور تمام
مجاورین فتح یابی کی دعا میں مشغول ہو گئے۔

راجہ کی فوج ترچناپلی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر آپہنچی'
اور وہیں ٹھہر کر جنگ کے طریقہ پر غور و فکر کر رہی تھی'
اسی وقت رانی کی فوج اسکے سامنے سے گذری تو راجہ کی
فوج دیکھتے ہی گھبرا گئی کیونکہ راجہ کی فوج کی نظروں میں
رانی کی فوج بے حساب معلوم ہو رہی تھی۔ یہ دیکھنا ہی تھا راجہ
کی فوج ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئی۔ جب راجہ کو اس
واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے یقین نہ آیا۔ اس نے خود آکر میدان
جنگ کا مشاہدہ کیا اور اپنی فوج سے کہا میں سمجھا تھا رانی
کی فوج کی تعداد بہت کم ہے' اس وقت کیا دیکھ رہا ہوں
کہ لاکھوں کی فوج موجود ہے۔ اور چھٹکارا پانے کے
لئے ایک ہی تدبیر ہے کہ تم سب واپس ہو جاؤ۔ راجہ
فوج کو یہ حکم دے کر روانہ ہوا۔ رانی بغیر جنگ کے کامیاب
ہو گئی۔ پھر اس نے بھی اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا' اور
محل میں آکر قیام کیا۔ اور دو آدمیوں کو انعامات سے
نواز کر روانہ کیا۔ پھر ایک خوشی کا دن مقرر کر کے ارکین
کو ساتھ لے کر مع مورچھل کے حضرت طبل عالم بادشاہ
کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ کے مزار کو چوم کر کہنے

لگی اے میرے آقا آپ کی دعائے کرم سے میری سلطنت دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گئی۔ اپنے مقصد کی کامیابی پر میں تحفہ پیش کرتی ہوں یعنے آپ کے دربار کے اخراجات کیلئے یہ جاگیر پیش کرتی ہوں۔ اس سے جو آمدنی ہو' اس سے آپ کے دربار کے اخراجات کو پورا کیا جائے اور جو باقی رہے اُسے خدام بارگاہ آپس میں تقسیم کرلیں۔ اس درگاہ کے خدمتگار کے علاوہ کوئی اس کا حقدار نہیں ہے' اور یہ پورا مضمون تانبے کے ایک پلیٹ پر کندہ کر کے مجاورین کے سامنے پیش کی۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میرے وفات کے بعد کوئی ہندو راجہ اس انعام میں دخل اندازی کرے اور اسے خود لینا چاہے تو کاشی' اور رامیسورم میں گائے کاٹنے کے برابر ہوگا۔ اور اگر کوئی مسلمان نواب وغیرہ اس انعام کو اور اسے خود لینا چاہا تو اس کو مکۂ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں برا جانور چھانٹے جیسا ہوگا۔ اس املاک پر آج بھی درگاہ شریف کا پورا خرچ ہے' اور جو بچتا ہے وہ مجاورین میں تقسیم ہوتا ہے

غالباً سنہ ۱۲۰۰ھ کا ذکر ہے خواجہ سید احمد اللہ شاہ جو سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ تھے شمالی ہند کے باشندے تھے۔ سیر و سفر کرتے ہوئے حضرت طبل عالم بادشاہ کے روضۂ اقدس کی زیارت کو آئے' دل میں کوئی مقصد پوشیدہ رکھے ہوئے بارہ برس تک حضرت کے سرہانے ایک چھپر تھی۔ اس میں مقیم رہے۔ بارہ برس کے بعد حضرت کا عرس مبارک جو ہر سال ہوا کرتا تھا اسی طرح سے اس سال بھی عرس شریف کی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ تمام خدام اس کام کو کرتے رہے اور پھولوں کا سہرا بنا کر حضرت کے گنبد پر جو کلس ہے' اس پر ڈال آئے۔ پھر اس کے بعد شیرینی پر فاتحہ دی۔ رات کو وہ سہرا دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا حضرت کے مزار پہ گرا اور دوسرا خواجہ احمد اللہ شاہ کی گود میں پڑا۔ اسی رات کو حضرت سے اجازت مل گئی کہ یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا پہاڑ ہے وہی تمہارا مقام ہے۔ آج کی رات خواجہ احمد اللہ شاہ کی مقصد کی تکمیل ہوی۔ خواجہ احمد اللہ شاہ صبح کو اپنا بستر اٹھا کر حضرت طبل عالم بادشاہؒ کے فرمان کے تحت پہاڑ کی طرف روانہ ہوے اور پوری زندگی اسی پہاڑ میں بسر کر دی۔ اور اس پہاڑ کو خواجہ احمد اللہ شاہ نے اپنا ابدی مسکن بنالیا۔ حضرت کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے اور ان کے روحانی تصرفات سے آج بھی مخلوق فیضیاب ہو رہی ہے۔ حضرت خواجہ احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے سے حضرت طبل عالم بادشاہ رح کا گنبد نظر آتا ہے۔ اور حضرت طبل عالم بادشاہ کے قدموں کے برابر خواجہ احمد اللہ شاہ رح کا سرہانا نظر آتا ہے۔ گویا حضرت احمد اللہ کا قیام اور ان کے تصرفات کا ذریعہ بھی حضرت طبل عالم بادشاہ ہیں' جن کے حکم سے آپ یہاں قیام پذیر ہوے۔ حضرت طبل عالم بادشاہ کی خوارق عادات اکثر ہیں۔ انہیں دو پر اکتفا کرتا ہوں۔

افضل الوقت اعلیٰحضرت ذوقی قدس سرہ العزیز

از
ایس۔ جمشید پاشاہ
ایم۔ ایس سی
ویلور

مرحبا قومے کہ دادِ بندگی را دادہ اند
ترکِ دنیا کردہ اند و از ہمہ آزادہ اند

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کا فرمان ہے کہ یہ کوئی کمال نہیں کہ کوئی پانی پہ چلے، ہواؤں میں اڑے، یا ایک لحظہ میں ایک مقام سے دوسرے مقام پہ جا پہنچے، بلکہ کمال تو یہ ہے کہ آدمی مخلوق کے درمیان نشست و برخاست کے قابل ہوجائے اور وہ اپنی بیوی بچوں کو ساتھ رکھتے ہوئے بھی کسی لمحہ خدائے عزوجل سے غافل نہ ہو۔

حضرت شیخ علی بن ابی بکرؒ نے "معارج البدایہ" میں لکھا ہے کہ ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً، باطناً اصولاً، فروعاً، عقلاً و فعلاً، عادۃً و عبادۃً کامل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے۔

ناظرین! آج سے دوسو چالیس سال پہلے ۱۱۵۱ھ میں ویلور دارالسرور میں سارے حسن و کمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ایک مایۂ ناز شخصیت جسکا نام نامی حضرت محی الدین سید عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہٗ ہے رونق افروز ہوئی جو تمام اوصاف حمیدہ کی مالک اور ایک زمانہ تک خدا کے نیک بندوں کے لئے دلیل حجت اور گمراہوں کے لئے مشعل راہ و چراغِ ہدایت بنی رہی۔

حضرت ذوقیؔ قدس سرہٗ ظاہر و باطن کے جامع عابد یگانہ زاہد زمانہ اور افضل وقت تھے۔ آپ کا رتبہ نہایت ہی بلند ہے اور آپ کے فضائلِ حمیدہ و خصائل پسندیدہ اور مناقب کئی ایک ہیں۔ آپ کے توکل، رضا، تواضع، محبت خدا، فقر و اخلاص، حسن اخلاق، سخاوتِ نفس، قلت اعتراض اور تمام مخلوقِ خدا پہ شفقت کا مکمل جائزہ لیا جائے، ممکن نہیں۔

آں عقل کجا در کمال تو رسد
و آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

لہٰذا پیش نظر مضمون میں آپ کے مناقب کا مختصر سا جائزہ لینے کی سعی بلیغ کی گئی ہے۔

حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کا یہ بے پایاں درجہ آپ کے علم کی وجہ سے آپ کو ملا تھا۔ صاحب مطلع النور ایک جگہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ آپ کا فہم و ذکاء اور جودتِ طبع اتنی بلند تھی کہ علم معقول و منقول، فروع و اصول میں عطائے رب سے قدرت تامہ حاصل تھی۔ حضرت

ذوقی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی علمی استعداد خداداد صلاحیتوں کا ذکر انشاء لطیفِ الٰہی کے اندر بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

ایں قدر علم فقیر را اعانت
نمودہ بجائے رسانیدہ از
گفتن و نوشتن بیروں است

فقیر کو اس قدر علم نے کافی اعانت کی اور اس منزل پر پہنچایا کہ لکھنے اور کہنے سے باہر ہے۔

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقر کو عزیز سمجھا تھا اسی لئے اپنی زندگی کو فقر سے آراستہ کیا۔ آپ کی شخصیت میں زہد و تقویٰ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

الفقیر من لا یستغنی بشئی دون اللہ

یعنے فقیر اللہ عزوجل کے بغیر آرام نہیں پا سکتا۔ اور اس کو بجز اسکی ذات کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری سے معمور رہی اور آپ نے کبھی کسی حال میں خلاف شرع قدم نہیں اٹھایا اور خود رقمطراز ہیں۔ " طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ پہلے عقائد کی تصحیح کرے اور شریعتِ مطہرہ پر بالالتزام عامل رہے۔ اس لئے کہ بغیر تصحیح عقائد شرعیہ کے کشفِ الٰہی دشوار ہے"۔ اور جب اللہ پاک کی محبت قلب میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اسکی موافقت احکام شریعت کی پابندی سے ہے کیونکہ لان المحبۃ ھی الموافقۃ یعنے محبت موافقت ہی کا نام ہے۔

ابن الجلاء کا فرمان ہے کہ فقر وہ ہے کہ تیرے پاس تیرے واسطے کچھ نہ ہو اور جبکہ کچھ ہو تو وہ تیرے واسطے نہ ہو۔ حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی اپنے والد ماجد کی طرح اسی کی مصداق بنی رہی کیونکہ آپ خلق سے زیادہ بے نیاز رہے اور اسی بے نیازی کے ساتھ ساتھ اسی طرح آپ کا فقر بھی بلند پایہ رہا۔ ہمیشہ آپ کا دستر خوان وسیع رہا اور کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ ہمیشہ آپ نے ہر آنے والے کی حاجت پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی میں دو لاکھ روپیہ غریبوں اور سائلوں میں تقسیم فرمایا اور ہر روز اپنے لنگر خانہ میں ایک سو بیس سیر چاول تقسیم فرماتے رہے۔

ضمیمۂ جواہر السلوک میں جسکا ذکر اسطرح آیا ہے:۔

از وزراء و امراء و اغنیا نہایت بے پروا بود۔ در جود و کرم بے ہمتا سائل را محروم نمی نمود و زیادہ از دو لک روپیہ بہ سائلاں عنایت فرمودہ ہر روز در لنگر خود یک صد و بیست سیر برنج بہ مستحقاں تقسیم می نمود

حضرت ابو عبیدہ احمد بن عاصم رحمۃ اللہ نے فرمایا

اَنْفَعُ الْفَقْرِ مَا کُنْتَ بِہٖ مُتَحَمِّلًا وَ بِہٖ رَاضِیًا یعنی فقر زیادہ نفع دینے والا ہوتا ہے کہ تو اس کو اٹھانے والا ہو اور راضی ہو۔

چونکہ فقر سنت نبوی صلعم ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنی شخصیت کو فقر سے آراستہ و پیراستہ کیا اور جس قدر پانی کی رو اپنے منتہیٰ کی طرف دوڑتی ہے اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ فقر آپ کو خدا کی اور اس کے نبی

اکرم صلعم کی متابعت تامہ کی طرف لے گیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ پاک نے آپ کو قطبیت پر فائز فرمایا۔ خود حضرت ذوقیؒ نے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے والد سید شاہ ابوالحسن قربیؒ نے آپ کو قطبیت کی بشارت دی۔ چنانچہ حضرت ذوقیؒ نے اپنے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ میں نے ایکمرتبہ خواب میں دیکھا کہ سرکار غوث پاکؓ یہاں تشریف لائے ہیں اور مسجد کی جانب جارہے ہیں، میں بھی آپ کے پیچھے جارہا ہوں۔ اسی دوران میں نے حضور غوث پاکؓ سے عرض کیا کہ یا شیخ! مجھے قطبیت عنایت فرمائی جائے تو سن کر آپ مسکرائے، اور خاموش ہوگئے۔ صبح میں جب بیدار ہوا تو شیخ وابیؒ سے خواب کا ذکر کیا تو حضرت شیخ وابیؒ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قطبیت کے مقام سے نوازا ہے، لیکن تمہیں اسکی خبر نہیں ہے کہ تمہیں اس سے بڑھ کر کوئی اور سوال کرنا چاہیئے تھا، یقیناً ملتا۔

حضرت ذوقیؒ کی شخصیت میں توکل و استغنا بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ عمر بن عثمان مکی رضؓ نے روایت کیا ہے کہ کسی نے پیر صالح ابو حازم مدنی سے پوچھا کہ آپ کا مال کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا الرضا عن اللہ والغنی عن الناس میرا مال اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا ہے اور مخلوقات سے بے نیازی، اور یہ ضروری ہے کہ جو خدا عزوجل سے راضی ہو وہ مخلوقات سے مستغنی ہو۔

ایکمرتبہ نواب والاجاہ از خود جاگیر کا پروانہ لیکر حاضر ہوئے۔ اور آپ کی خدمت میں پیش فرمایا، رات کا وقت تھا، سامنے چراغ جل رہا تھا آپ نے اس میں لگاکر پروانہ جلا ڈالا۔ نواب موصوف دیکھ کر متحیر ہوگئے۔ اور اسی حال میں عرض کرتے ہیں، یا حضرت! میں نے آپ کی اولاد کے لئے یہ جاگیر کا پروانہ بطور نذرانہ پیش کیا اور آپ نے نذرِ آتش فرمادیا۔ تو حضرت نے جواب دیا پروانے کو تو میں نے شمع کے حوالے کیا۔ اب رہا میری اولاد کا معاملہ، تو اس کے لئے میرا اللہ بس ہے۔ وہی مسبب الاسباب کارساز ہے، مجھے یا میری اولاد کے لئے کسی جاگیر کی ضرورت نہیں۔

اس واقعہ کو صاحب مطلع النور نے اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

اور نواب جو تھا والا جاہ
صاحب تخت و ملک و فوج و سپاہ
لاکیا نذر اس کے لے دانا
ایک جاگیر کا ہے پروانہ
اس کو وہ شمع پہ جلایا ہے
اور سخن یہ زباں پہ لایا ہے
ہووے پروانہ شمع پہ سوزاں
ہوا نواب دیکھ یہ حیراں

یہ واقعہ حضرت ذوقیؒ کے توکل کا شاہد ہے اور آپ آیۂ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ (جس نے خدا پہ بھروسہ کیا وہ اس کے لئے کافی ہے)

کے مصداق بنے رہے۔

حضرت ذوقیؒ حسن خلقی میں بالکل اپنے والد بزرگوار زبدۃ العارفین حضرت قربیؒ کے پرتو رہے۔ ہزار غم و آلام میں رہنے کے باوجود کبھی آپ کی پیشانی پر شکن نہیں آئی۔ اور نہ اس قسم کے الفاظ زبان سے نکلے جس سے شکوہ کا تصور کیا جا سکے۔ کیونکہ آپ کی زندگی خدا کی رضا پر قائم رہی۔ ورضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

آپ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کی خوش خلقی کا عالم یہ تھا کہ لوگ آپ کے پاس حاجتوں کے لئے آتے اور آپ ان کی حاجت روائی کرتے رہے۔ جب بھی نیازمند حاضر ہوتے تو آپ ہمیشہ انہیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی اہمیت بتاتے اور ان پر تعامل کی تلقین فرماتے۔ آپ کے نور باطن سے کئی لوگ مستفیض ہوئے۔

تا مستی شراب محبت نصیب کیست

حضرت ذوقیؒ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد اپنے والد بزرگوار ہی کے اسلوب پر سلسلۂ تدریس جاری فرمایا اور تدریس کے علاوہ ہر ممکن ذرائع سے آپ خدمتِ اسلام فرماتے رہے اور خلق خدا تک پیغام خدا اور رسول صلعم کے پہنچانے میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔

ہر فن کے اندر آپ نے کتابیں لکھیں اور آپ کی تصانیف کم و بیش تقریباً ڈیڑھ سو ہیں اور آپ کے قلم سے تقریباً تین لاکھ سے زائد اشعار معرض تحریر میں آئے۔

چونکہ حضرت ذوقیؒ پر اللہ تبارک و تعالےٰ کا خاص فضل رہا۔ آپ کو احوال ماضیہ و حالیہ و آتیہ کی خبر ہو جاتی تھی۔ مثنوی مطلع النور میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوقیؒ وصال سے چند دن پہلے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ اے لوگو! ایک بات کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھنا کہ آج کے تیرھویں دن یہاں کا قطب دنیا سے اٹھ جائیگا۔ اور اس کے تین دن بعد قلعۂ ویلور پر گولی چلیگی۔ چنانچہ رجب کے مہینہ میں تیرھویں تاریخ کو جب آپ کا وصال ہوا اور اس کے تین دن بعد قلعہ پر گولی چلی تو لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ ہی کی مقدس شخصیت تھی جن کو اللہ تعالےٰ نے اس زمانے کا قطب بنا دیا تھا۔ جن کے وصال کے بعد حاکم قلعہ پر زوال آیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ خلوت نشین ولی کامل افضل الوقت رہے۔

الولی قد یکون مستورا ولا یکون مشھورا

یعنے ولی کبھی پوشیدہ ہوتا ہے مگر مشہور نہیں ہوتا۔

حضرت ذوقیؒ کو اپنے خاندانی گنبد میں دفن کیا گیا۔ مولوی امین بیجاپوری نے آپکی تاریخ رحلت کہی ہے۔ جو مزار پر انوار کے باہر دلوار گنبد پر کندہ ہے وھو ھذا

سرافراز محی الدین ذوقی
کہ فیض دست بر ابدال و اوتاد
چو وصل شد بحق سال وصالش
امین گفتا غیاب قطب الاوتاد

۱۱۹۴ھ

حالاتِ سعدی شیرازی

از محمد برہان الدین
عسکری بھنکلی
متعلم زمرۂ رابعہ
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

دنیائے اسلام میں چند نامور ہستیاں ایسی ہیں جنہوں نے اسلام کا ایسا بے نظیر اور انمول کام کیا ہے کہ جس کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ایسی مذہبی اور اصلاحی کتابیں تصنیف کیں کہ ہر خاص و عام کی نظر میں مقبول ہیں۔ انہی مصنفین میں سے حضرت سعدی بھی ہیں۔

نام شرف الدین لقب مصلح اور تخلص سعدی اور آپ کی پیدائش شیراز میں غالباً ۵۸۹ھ میں ہوی اور ایک سَو سال سے زیادہ عمر پائی اور آپ کا سعدی تخلص رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد عبداللہ شیرازی بادشاہ وقت اتابک سعد زنگی کے ملازم تھے۔ اس بادشاہ کے عہد میں ہی آپ نے شعر و شاعری شروع کی تھی اس لئے بادشاہ کے نام کی نسبت سے اپنا تخلص سعدی رکھ لیا ہے۔

بچپن آپ کے والد عبداللہ نیک اور خدا ترس آدمی تھے اور گھر میں دینداری کا چرچا تھا اس لئے آپ کے والد آپ کو بچپن ہی میں نماز کے ضروری مسائل یاد کرا دئے تھے۔ اس وجہ سے چھوٹی سی عمر میں بھی عبادت کا خیال و شب بیداری اور تلاوتِ قرآن کا شوق آپ میں پیدا ہو چکا تھا۔ آپ کی تربیت میں کبھی تغافل و تساہل سے کام نہیں لیتے تھے اور اُن پر کڑی نگرانی رکھتے تھے اور بے موقع زبان کو کھولنے سے منع کرتے تھے۔ آپ خود اپنی تربیت کا بڑا سبب اپنے باپ کی تادیب اور ان کی نگرانی قرار دیتے ہیں۔ (بوستاں)

جب آپ نے آنکھ کھولی تو شیراز میں علماء و فضلاء مشائخ و بلغاء کا ہجوم تھا۔ اس ماحول سے آپ کو تحصیل علم کا ولولہ پیدا ہو جانا قدرتی بات تھی۔ مگر اس وقت ان کے شہر میں قحط پڑ گیا تھا۔ جنگوں کا ایک لا متناہی سلسلہ جاری تھا۔ اور خود شیراز پر بھی تباہی اور زوال کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اس بوجھل فضا سے آپ کے تحصیل علم دین کا ولولہ پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے آپ نے وطن کو ترک کیا اور تحصیل علم کے لئے بغداد کا رُخ فرمایا۔

تعلیم بغداد علم و علماء کا مرکز تھا۔ شہرہ آفاق دار العلوم نظامیہ آباد تھا۔ یہ مدرسہ ۴۵۹ھ میں قائم کیا گیا تھا اور اسکی شہرت کے ڈنکے ساری دنیائے اسلام میں بج رہے تھے۔ آپ کو نظامیہ کی کشش بغداد میں کھینچ لائی اور پڑھنے کی خواہش سے نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ بغداد میں آپ نے جن علماء سے علم حاصل کیا ان میں سے ایک بزرگ ایسے بھی تھے جن سے فیض حاصل کرنے پر ہر صاحب علم کو فخر تھا۔ یہ علامہ ابوالفراج عبدالرحمن بن جوزی ہیں جو اپنے زمانہ میں امام وقت تھے۔ آپ اپنے وقت کے ایک ذہین طالب العلم تھے۔ مدرسۂ نظامیہ

کے بعض طالب العلم آپ پر حسد کرتے تھے۔ ایکدن آپ نے اپنے استاد ابن جوزی سے حاسدوں کی شکایت کی تو استاد نے فرمایا وہ بھی اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں' اور تم بھی غیبت اور بدگوئی سے اپنی عاقبت بگاڑ رہے ہو۔ آپ کی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی' اور وجد و سماع کی مجلسوں میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ آپکے استاد ابن جوزی اس چیز کو پسند نہیں فرماتے تھے اور آپ کو سختی سے منع فرماتے تھے۔

سیاحی آپ ایک بہت بڑے سیاح تھے۔ بعض تذکروں میں سیاحت کی مدت تیس برس لکھی گئی ہے۔ بہر حال جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو دفتر کائنات کا مطالعہ کرنے لگے۔ سیر و سیاحت کے دوران ملک شام میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ اس شہر کے قاضی اور بعض افراد ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ آپ بھی اس جگہ پہنچ گئے۔ لیکن پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ خدام نے اٹھا دیا۔ اور بڑی مشکل سے کسی ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ مجلس میں کسی مسئلہ پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی مگر عقدہ کشائی کسی سے نہیں ہو رہی تھی۔ تو آپ سے رہا نہ گیا اور اسی وقت سر اٹھا کر بلند آواز سے گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وہاں کے علماء اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو وہ لوگ ایک گدڑی پہنے ہوئے معمولی سے آدمی کو دیکھ کر متعجب ہو گئے۔ مگر جب آپ نے اس مسئلہ کو نہایت عمدگی اور وضاحت سے بیان کیا تو قاضی صاحب نے تفاوت چھوڑ دی اور اپنے عمامہ کو سر سے اتار کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے کہا یہ تکبر کی علامت ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (بوستاں)

آپ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے سروساماں متوکل درویشوں کی طرح سفر کرتے رہے۔ اور ہر قسم کی تکلیفیں جھیلتے ہوئے جب وہ دمشق پہنچے' تو وہاں کے لوگوں سے ناراض ہو کر فلسطین کے بیابان میں جا بیٹھے۔ یہ جنگوں کا زمانہ تھا۔ وہاں پر عیسائیوں نے بھی آپ کو پکڑ لیا اور طرابلس کے مشرقی علاقہ میں خندق کھودنے کے کام پر دوسرے قیدیوں کے ساتھ لگا دیا گیا۔ آپ صبر و سکون کے ساتھ یہ عظیم مشقت برداشت کرتے رہے۔ مدت کے بعد حلب کا ایک رئیس اور معزز آدمی اس طرف سے گزرا۔ وہ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت ملول ہوا اور ان لوگوں کو دس دینار دے کر قید فرنگ سے چھڑا لیا اور اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آپ سے اپنی ناکتخدا بیٹی سے سو دینار مہر پر نکاح کر دیا۔ مگر بیوی سخت مزاج اور زباں دراز نکلی۔ ایک دن آپ کو طعنہ دیا کہ حضور آپ وہی تو ہیں جنہیں میرے باپ نے دس دینار میں خریدا تھا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا۔ جی ہاں میں وہی ہوں جسے تمہارے باپ نے دس دینار میں خریدا تھا۔ اور سو دینار میں تمہارے ہاتھ فروخت کر دیا۔ سختی پر آپ نے ایک عرصہ تک بہت ہی صبر و شکر کے ساتھ گزارا۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ میں نے زمانہ کا کبھی شکوہ نہیں کیا —— ایک وقت میرے پاؤں میں نہ جوتے تھے اور نہ خریدنے

کے لئے روپیہ اس حالت میں دامن استقلال ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ غمگین و دل شکستہ کوفہ کی مسجد میں پہنچا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہے، جو پاؤں سے ہی محروم ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے پیروں کی صحت و سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس چشم دید واقعہ نے میرے ذہن اور دل میں جو شکایت آمیز الفاظ پل رہے تھے دفعتاً ختم ہو گئے۔

وطن کی واپسی

طویل سیاحت کے بعد آپ ابوبکر سعد کے دورِ حکومت ۶۵۸ھ میں شیراز واپس آئے۔ گلستاں اور بوستاں آپ کے بہترین مفکر ہونے کی زندہ شہادتیں ہیں۔ ان کتابوں میں آپ نے نقلی درویشوں اور بدراہ بادشاہوں کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ زندگی ہی میں ایران، ترکستان، تاتار اور ہندوستان وغیرہ میں پھیل چکا تھا۔ بچپن ہی میں آپ کی تعلیم شروع ہوی ہے اور بڑھاپے تک مطالعہ کا شوق باقی رہا۔ آپ کی شخصیت جس طرح ایشیا میں مشہور رہے، اسی طرح یورپ اور امریکہ میں بھی عزّت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس لئے دنیا کی تمام زندہ قوموں نے گلستاں کو اپنی زبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ان کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ اکثر و بیشتر مدارس کے اندر ان کتابوں کا درس دیا جاتا ہے۔

علامہ سعدی کی شخصیت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ جن کے کارناموں کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ علم و ادب کا یہ ستارہ ۶۹۱ھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

علم و فن کا شباب ہیں ہم لوگ
ہر نظر لاجواب ہیں ہم لوگ
یعنی ہر منتخب کسی کے نہیں
پھر بھی ہم لوگ،
جوہرِ انتخاب ہیں ہم لوگ

میں تو آیا ہوں نیا ذوقِ نظارا لیکر
تیرے جلووں کے بھی انداز نئے ہیں کہ نہیں
چاکِ دامان و گریباں کا زمانہ گذرا
اے جنوں تجھ میں کچھ انداز نئے ہیں کہ نہیں

السید محمد اللہ بختیاری
ضیاءِ لطیفی

حیاتِ حضرت خضر علیہ السلام

(۱)

از افضل العلماء
مولوی ابوالمکارم محمد مصطفیٰ حسین بخاری
قادری فاضل دارالعلوم لطیفیہ
جنرل سکریٹری دائرۃ المعارف
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

حیاتِ دوام صرف ہی ذاتِ والا صفات کو حاصل ہے جو ساری کائنات کی خالق و مالک ہے۔ اس کے ماسوا تمام چیزیں فانی ہیں جس طرح گرما کے بعد سرما کا اور رات کے بعد دن کا آنا یقینی اور ضروری ہے اسی طرح زندگی کا لازمی انجام موت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، کافر و مومن تمام اس پہ ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن بات اتنی ضرور ہے کہ یہ دیر یا سویر ہوتی ہے۔ کسی کی قسمت میں اس آفتاب و ماہتاب کو سینکڑوں مرتبہ نکلتے ڈوبتے دیکھنا ہوتا ہے کسی کو رات ہو تو دن یا دن ہو تو رات بھی میسر نہیں آتی۔ بہت جلد دنیا سے رختِ سفر باندھتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اس عالم رنگ و بو میں نو سو پچاس سال زندہ رہے جیسا کہ قرآن کریم شاہد ہے

فَلَبِثَ فِيْ قَوْمِهٖ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا (عنکبوت) ـــــ حضرت سکندر ذوالقرنین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی ایک ہزار سال کی طویل عمر پائی تھی۔ جن میں سے پانچ سو سال تو صرف سیر و سیاحت میں بسر ہو گئے۔ اس طرح طویل المیعاد عمر پانا بعید از قیاس نہیں اگر چیکہ یہ نوادراتِ زمانہ سے ہے۔ لیکن اس کا انکار بطلانِ حقائق کے مرادف ہوگا ـــــ حضرت خضر علیہ السلام کی درازیِ حیات بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی کرشمہ سازیوں میں سے ایک کرشمہ ہے۔ امت کا سوادِ اعظم اس کا معترف ہے کہ آج بھی آپ زندہ ہیں۔ اور قربِ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

آپ کا نام بلیا اور والد کا نام ملکان ہے کنیت ابوالعباس اور لقب خضر ہے۔ سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب ساتویں پشت میں حضرت نوح ؑ سے اس طرح ملتا ہے ـــــ بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں معارف ابن قتیبہ کے حوالہ سے اسی مذکورہ نسب کو پیش کیا ہے لکھتے ہیں: ان اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ شیخ محمد نووی تفسیر "مراح لبید" میں آیت فوجدا عبداً من عبادنا کی تفسیر میں آپ کے اور آپ کے والد ماجد کے مذکورہ اسماء اور کنیت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ـــــ آپ نوح علیہ السلام

کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ان بادشاہوں میں سے ہیں جو زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہوئے تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ امام بیضاویؒ لکھتے ہیں ـــــ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آپ خضرؑ ہیں اور نام بلیا بن ملکان ہے۔ تیرھویں صدی کے مایہ ناز مفسر علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی، نیز اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں ـــ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آپ خضرؑ ہیں۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ یسع، الیاس یا فرشتہ ہیں۔ یہ قول غیر معتبر اور غلط ہے (کمافی شرح مسلم) صحیح وہی ہے، جس کی شہادت صحیح احادیث دے رہی ہیں، اور وہ پہلا قول ہے۔

آپ کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایکمرتبہ آپ سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے، کہ آپ کے نیچے کی ساری گھاس ہری بھری ہو گئی۔ چونکہ ہرے رنگ کو عربی میں خضرؑ کہتے ہیں، اسی لئے آپ کو خضر کہا جانے لگا جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے اِنَّمَا سمی الخضر لانہ جلس علی فروۃ بیضاء فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراً (صحیح بخاری)۔

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ آپ نبی ہیں، تفسیر جلالین، بیضاوی، واحدی، مراح لبید۔ ابن کثیر۔ سراج منیر۔ فتح البیان۔ مدارک التنزیل۔ خازن اور روح البیان وغیرہ میں آیت آتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِنْ عِنْدِنَا کی تفسیر میں رحمت سے مراد نبوت مرقوم ہے۔ مذکورہ بعض تفاسیر میں لفظ قیل کے ساتھ ولایت اور طول عمر بھی لکھا ہوا ہے۔

لیکن خصوصیت تو یہ ہے کہ ہر ایک مفسر نے رحمت کی تفسیر پہلے نبوت سے کی ہے۔ صاحب سراج المنیر لکھتے ہیں فالجمھور علی انہ نبی جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ نبی ہیں، صاحب روح البیان رقمطراز ہیں والجمھور علی انہ نبی غیر مرسل وعند الصوفیۃ المحققین ولی غیر نبی جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ نبی غیر مرسل ہیں۔ لیکن محققین صوفیاء کے نزدیک صرف ولی ہیں۔

واضح رہے کہ بیک وقت کئی ایک انبیاء کا نزول مستبعد نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی اسرائیل میں بیکوقت بہت سے نبی موجود تھے۔ مولانا انظر شاہ کشمیری کہتے ہیں، بیک وقت بہت سے انبیاء کا ہونا ناممکن نہیں، جیسے ایک ہی دور میں ہزاروں علماء ایک ہی فن میں ممتاز پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی وقت میں سینکڑوں انبیاء بھی موجود ہوسکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مولانا سید اصغر حسین سابق محدث دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ نبوتِ حضرت خضرؑ کی بڑی دلیل تعلیم موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ کو کہا جاتا ہے اور اس کی چند باتوں سے نبوت کا اثبات کیا گیا ہے ـــــ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ تم سے زیادہ عالم ہے ظاہر ہے کہ جو شخص خود نبی نہ ہو وہ ایسے مقرب نبی سے کیسے زیادہ عالم ہوسکتا ہے ـــــ مزید فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی خدمت میں آکر آپ سے تعلیم کی درخواست کرنا اور انتہائی تعظیم و تلمیذانہ آداب سے پیش آنا اور ادھر حضرت خضر علیہ السلام سے ایک طرح

کے استغناء کا ظہور۔ یہ تمام باتیں اسپر شاہد ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی نبی تھے۔ کیونکہ ایسے بڑے جلیل القدر نبی کا اپنے ایک امتی سے علم حاصل کرنا ایک نبی اور اس کے امتی میں ایسا برعکس معاملہ ہونا نہایت بعید نظر آتا ہے۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے حضرت خضرؑ کو یا نبی اللہ کہتے ہوئے ان سے نصیحت کی استدعا کی تھی۔

بعض مشائخ صوفیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو ولی کہتے ہیں۔ اس سے آپ کی نبوت کی نفی نہیں ہوتی ممکن ہے کہ وہ آپ کی ولایت کو نبوت پر ترجیح دیتے ہوئے ایسا کہتے ہیں۔ کیونکہ نبی کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت ولایت، دوسری جہت نبوت۔ جہت ولایت میں نبی مبدء فیض سے مستفیض ہوتے ہیں اور جہت نبوت میں عوام پر افادہ کرتے ہیں۔ اسی لئے الولایۃ افضل من النبوۃ کہا جاتا ہے۔ یعنی نبی کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہے۔ چونکہ نبی مرتبۂ ولایت کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوتے ہیں، لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام پہلے ولی ہیں، بعد نبی۔ ماحصل کلام آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندے ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ کو علم لدنی علم خاص سے نوازا ہے۔

آپ کی حیات و وفات میں بھی صدیوں سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ مگر جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ آپ زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس کے لئے ان کے پاس عقلی و نقلی دونوں طرح کی دلیلیں موجود ہیں۔ اور انہوں نے ان لوگوں کا عمدگی سے رد کیا ہے جو آپ کی حیات کے قائل نہیں۔ چنانچہ مولانا انظر شاہ کشمیری ترجمہ تفسیر ابن کثیر کے حاشیہ پر لکھتے ہیں، خضر علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ اختلافی ہے۔ ابن کثیر نے جو سرسری دلائل پیش کی ہیں ان سے حضرت خضرؑ کی موت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ حیات خضرؑ کے قائلین نے ان دلائل کے کافی اور معتبر جواب دئے ہیں ——— صاحب روح البیان فرماتے ہیں آپ کی حیات میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس پر صوفیاء کرام کا اتفاق ہے۔ ان کے بیانات ہیں کہ انہوں نے حضرت خضرؑ کو مقدس مقامات میں دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے ———

صاحب مراح لبید رقمطراز ہیں، جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضرؑ قیامت تک زندہ رہیں گے کیونکہ آپ نے آب حیات نوش فرمایا ہے ———

صاحب سراج منیر لکھتے ہیں آپ کی حیات و وفات میں اختلاف ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس زندہ ہیں اور دونوں موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں ———

صاحب خازن بیان کرتے ہیں حضرت خضر اور حضرت الیاس دونو زندہ ہیں اور ہر سال موسم حج میں ملاقات کرتے ہیں۔ آپ کی حیات کا باعث آبحیات سے سیرابی ہے ——— امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔ چار انبیاء قیامت تک زندہ رہیں گے، ان میں سے دو زمین پر رہتے ہیں۔ ایک خضرؑ دوسرے الیاس علیہما السلام ہیں حضرت خضر دریاؤں پر اور حضرت الیاس خشکی پر رہتے ہیں ——— اور دو نبی جو زندہ ہیں وہ آسمانوں میں

رہتے ہیں۔ ایک حضرت ادریسؑ دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں —— نیز صاحب روح البیان رقمطراز ہیں، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے "فتوحاتِ مکیہ" میں ابو طالب مکیؒ نے اپنی تصنیفات میں اور حکیم ترمذی نے اپنی "نوادر" میں ان کے علاوہ امت کے اکابر علماء نے جن کی صداقت میں کلام نہیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے اور آپ سے گفتگو کرنے کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ شیخ ابو عمر بن صلاح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں، جمہور علماء، صلحاء اور عامۃ المسلمین کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ زندہ ہیں —— امام نووی اور ابن حجر وغیرہ جیسے مستند و معتبر علماء کہتے ہیں کہ حیاتِ خضر علیہ السلام صوفیاء اور اہل صلاح میں ایک مسلم و متفق علیہ امر ہے۔ کسی کو انکار نہیں —— علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں اور قیامت تک باقی رہینگے۔

جو حضرات آپ کی حیات کے قائل نہیں وہ اس آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشگی نہیں عطا کی) سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کو بھی دائمی زندگی کا دیا جانا صحیح نہیں۔ حقیقت یہ ہے، کہ حضرت خضرؑ کی دائمی حیات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے مطابق انجام کار سب کا فنا ہے، مگر اس سے درازیٔ حیات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ علامہ سید محمد آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں۔ خلد سے مراد ابدی ہمیشگی ہے۔ جو حضرات آپ کی حیات کے قائل ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ آپ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ بلکہ ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ حضرت خضرؑ دجال سے جنگ کرنے کے بعد انتقال کرینگے۔ دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے، کہ ارتفاع قرآن کے زمانے میں آپ کا وصال ہوگا۔ اور ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ آپ آخری زمانہ میں دنیا سے کوچ کریں گے۔ خلد یعنی ہمیشگی سے مراد ان دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہے، یا ان سے جو قریب ہے، وہ مراد ہے۔

ایکمرتبہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد یعنی اے اللہ اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پہ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس حدیث سے بھی قائلین وفات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت خضرؑ انتقال کر گئے ہیں۔ کہتے ہیں، کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ایسی بات کیوں کہی جاتی؟ ان کا استدلال ٹھیک نہیں کیونکہ یہ دعائیہ کلام ہے اور عجز و انکسار کا مقام ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام ہلاک ہو جائینگے۔ اور بندگی کے لئے کوئی نہ ہوگا اور یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے لئے وجود ضروری نہیں۔

نیز منکرین حیات خضر علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث لا یبقی علی رأس المائۃ ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد (یعنی آج جو بھی زندہ ہیں سو سال کے بعد سطح زمین پر ان میں سے کوئی

بھی زندہ نہیں رہیگا) سے جسکو آپ علیہ السلام نے وصال سے چند دن پیشتر فرمایا تھا' اپنے مدعا کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہتے ہیں ولو بالفرض حضرت خضرؑ کے وجود کو آپ علیہ السلام کے زمانہ تک مان بھی لیں تو آپؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت خضرؑ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس کے جواب میں قائلین حیاتِ حضرت خضرؑ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا مدعا یہ نہ تھا کہ موجودہ انسانوں میں سے کوئی بھی متنفس زندہ نہیں رہیگا بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ قرن اور زمانہ بالکل ختم ہو جائے گا' نہ یہ آدمی رہینگے اور نہ یہ حالات ـــ غرض ایک الگ ہی دَور ہوگا۔ نئے لوگ ہوں گے۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی اس کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جسوقت حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا اسوقت حضرت خضرؑ پانی پر تھے یا فضا میں لہذا آپ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق علیہ الرحمہ مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں' حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق علماء اسلام کے دو قول ہیں۔ ایک جماعت نے صرف اس حدیث سے استدلال کر کے جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے' یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت خضرؑ بھی بموجب حدیث مذکور انتقال کر گئے مگر اکثر علماء کہتے ہیں کہ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کی طرح زندہ ہیں' سال بھر میں دونوں ایکبار ملاقات کرتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں جو سو برس کے بعد مرنا آیا ہے' وہ اکثر لوگوں کی طبعی عمر کا لحاظ کر کے فرمایا ہے اس سے عموم مراد نہیں کہ جن کی زندگی محض اسکی قدرتِ کاملہ کے طور پر ہو' وہ بھی اسمیں شامل ہو جائیں۔

ابن تیمیہ کا اعتراض ہے کہ اگر خضرؑ زندہ ہوتے تو ان کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا۔ آپ سے تعلیم حاصل کرنا اور اسلام کے لئے جہاد کرنا ضروری تھا۔ اس کے جواب میں امام آلوسی کہتے ہیں' آپ علیہ السلام کے زمانہ میں بہت سے ایسے مومن بھی گذرے ہیں جو آپؐ کے حضور میں نہیں آسکے۔ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی خدمت مقدسہ میں حاضری کی سہولت نہیں ملی۔ نیز آپ کو جہاد و تعلیم کا بھی موقعہ نہ مل سکا۔ یہی معاملہ شاہ نجاشی کا ہے کہ وہ ایمان لانے کے باوجود دربار رسالت میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ آپ کی خدمت بابرکت میں تشریف لائے' آپ سے تعلیم پائے اور جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ اس پر واقعات دلالت کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا آنا از روئے حکمت پوشیدگی میں ہوتا تھا۔

اسی سلسلہ میں مولانا سید اصغر حسین محدث فرماتے ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لانے کے لئے اول تو خدمت میں حاضر ہونا ضروری نہیں۔ اگر حاضری دئے ہوں تو عام نظروں میں ظاہر نہ ہونا اور تمام سے پوشیدہ رہنا ممکن ہے' یہی وجہ ہے کہ مشہور و معتبر روایات میں آپ کی ملاقات و تشریف آوری کا ذکر نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا صرف شرکت جہاد پر منحصر نہیں' بلکہ اُمت مرحومہ کی اعانت'

وامداد بھی درحقیقت آپؑ کی مدد ہے۔ اگر غور کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ایمان لے آنا بھی ایک طرح کی نصرت وتائید ہے۔

غرض آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں تشریف لاکر بیعت سے مشرف ہوئے اور اکتساب فیض کئے، حضرت خضر علیہ السلام سے جلیل القدر شخصیتوں نے استفادہ کیا ہے جن میں سے مشہور و معروف شیخ شہاب الدین ابو سعید زفر کرانی، حضرت سید جلال الدین حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت، شیخ عبداللہ مطری، حضرت سید ضیاء الدین ابو عبداللہ المعروف بہ کردویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری ثانی بیجاپوری قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف انیف مخزن السلاسل میں مذکورہ بزرگوں کو حضرت خضر علیہ السلام سے جو خرقے حاصل ہوئے ہیں ان کو بیان فرمایا ہے لکھتے ہیں:۔

"چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والد کے،
بہ چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے ....
.... وہ سید جلال الدین حسین حسینی بخاری
مخدوم جہانیاں سے آپنے نقیب الاولیاء ابو العباس خضر علیہ السلام
سے بعد آپنے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ وسلم سے اور آپنے ذوحسنین کے
حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔"

اولیاء کرام سے آپ کی لقاء کے واقعات کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ مختصر سا مضمون اس کا متحمل نہیں اس کے باوجود دلچسپی و معلومات کے لئے ایک دو واقعات درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ریاح بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ ایک بزرگ کو دیکھا جو ان کے ہاتھ کا سہارا لئے جا رہے تھے، جب وہ واپس لوٹے تو میں نے پوچھا وہ کون تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے ان کو دیکھا تھا میں نے جواب دیا، ہاں دیکھا تھا۔ آپ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بڑے صالح آدمی ہو کہ وہ تم کو نظر آگئے، وہ ہمارے بھائی خضر تھے۔ انہوں نے خوشخبری دی ہے کہ مجھے حکومت ملیگی اور میں اس میں عدل و انصاف سے کام لوں گا۔

دار العلوم لطیفیہ کی تشکیل نو کے بانی قدوۃ السالکین اعلیحضرت الحاج رکن الدین شاہ محمد قادری قدس سرہ العزیز صاحب فضل و کمال بزرگ گذرے ہیں۔ عالم رویا و بیداری میں آپ کو بہت سے جلیل القدر اولیاء کرام سے ملاقات حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے والد ماجد زبدۃ العارفین الحاج الحافظ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اسی شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ سبز عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور اظہار غم کرتے ہوئے انہوں نے قرآن مجید کی چند آیتوں کو تلاوت کیا اور تعزیت ادا کی۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں اپنے ہمراہیوں سے مذکورہ خواب بیان کرنا شروع کیا۔ ابھی اس کو ختم نہ کرنے پائے تھے کہ وہی بزرگ آتے ہوئے دکھائی دئے۔ آپ نے

لوگوں سے کہا دیکھیئے جن کا میں ابھی تذکرہ کر رہا تھا وہ ہی تشریف لا رہے ہیں۔ غرض وہ بزرگ سید سے آپ کے پاس آئے اور انہیں آیات کی تلاوت کرتے ہوئے تعزیت ادا کی اور چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

ایک اور واقعہ جو نہایت دلچسپ ہے ملاحظہ کیجئے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ کہتے ہیں۔ سید علی بن حرزہم علیہ الرحمہ کے مزار پر جمعہ کی شب گزارنا میری عادت ہوگئی تھی۔ رات بھر وہیں رہتا اور صالحین کے ساتھ بیٹھ کر قصیدۂ بردہ شریف کی تلاوت کرتا۔ حسب عادت ایکدن شب جمعہ ہم لوگ ختم سے فارغ ہوئے جیسے ہی میں روضۂ مبارک سے باہر نکلا دروازہ کے قریب بیری کے درخت کے نیچے ایک بزرگ کو بیٹھا ہوا پایا۔ وہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے اور میری دلی باتوں کو ظاہر کرنے لگے۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ شیخ عارف باللہ ہیں، لہٰذا عرض کیا کہ ناچیز کو اپنی خادمیت میں قبول کرلیں اور ذکر و اوراد کی تلقین فرمائیں۔ شیخ نے میری باتوں پر توجہ نہ دیتے ہوئے دوسری باتوں میں لگانا شروع کیا، مگر میں بار بار اپنی خواہش کا اظہار کرتا رہا۔ صبح ہوگئی بالآخر مجھ سے وظیفہ کو بالالتزام پڑھنے کا وعدہ لیکر فرمایا کہ روزانہ سات ہزار بار **اللّٰھم بجاہ سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمع بینی وبین سیدنا محمد بن عبداللہ فی الدنیا قبل الآخرۃ** کا ورد کروں اس کے بعد ہم اٹھ رہے تھے کہ روضۂ مبارک کے ناظم حضرت عمر بن ہواری تشریف لائے۔ شیخ نے ان سے کہا "یہ ہی شخص ہیں" اور پھر فرمایا کہ میں تمہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ سید عمرؒ نے اپنی وفات کے وقت مجھے بتایا کہ بیری کے درخت کے نیچے ذکر کی تلقین کرنے والے سیدنا خضر علیہ السلام تھے۔ جب اللہ تعالےٰ نے مجھے بصیرت بخشی تو یہ حقیقت مجھ پر اچھی طرح عیاں ہوگئی۔

مذکورہ مستند اور معتبر دلائل و واقعات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت خضر علیہ السلام آج بھی زندہ ہیں اور قرب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ آپ اللہ تعالےٰ کے حکم سے لوگوں کی دستگیری و رہنمائی کرتے ہیں، اور خاص لوگوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ آپ کو صورت بدلنے کی طاقت حاصل ہے۔ جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ولایت کے بلند مراتب سے نوازا ہے آپ کو اچھی طرح جانتے پہچانتے اور آپ سے مستفید ہوتے ہیں۔

اللھم اجعلنا من عبادك الصالحين
بجاه نبيك سيد المرسلين عليه
الصلوٰة والتسليم۔

مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس بنگلور ۲